مقدماتِ تاریخ

علی محسن صدیقی

www.KitaboSunnat.com

قرطاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

مقدماتِ تاریخی

(سات پُرمغز مقدمات کا مجموعہ)

www.kitabosunnat.com

علی محسن صدیقی

پروفیسر (ریٹائرڈ) علوم اسلامیہ و تاریخ اسلام

جامعہ کراچی

قرطاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

120/6
028.1
461

028.1

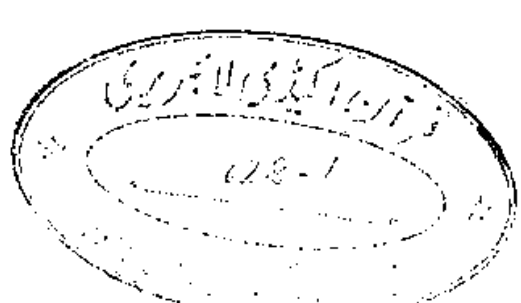

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرطاس

سلسلہ مطبوعات۔۱۷

جون ۲۰۰۹ء

قیمت:۱۵۰روپے

ISBN:

978-969-8448-87-5

زیر اہتمام:

قرطاس

پوسٹ بکس نمبر 8453

فون# 0300-9245853

ای میل:nigarszaheer@yah

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مقدمہ	۱۱
۱۔قصیدۂ ''بانت سعاد''، اور حضرت کعب بن زہیر مزنی	۲۱
۱۔کعبؓ کے حالاتِ زندگی	۲۱
۲۔کعبؓ کی شاعرانہ حیثیت	۳۱
قصیدۂ بانت سعاد	۴۰
قصیدے کی تلخیص	۴۲
قصیدے کا دوسرے شعرا کے کلام سے موازنہ اعشیٰ سے موازنہ	۴۴
زہیر سے موازنہ	۴۷
بعض جاہلی شعرا سے موازنہ	۵۲
عفوِ تقصیر اور مدحِ مہاجرینِ قریش	۵۴
حاصل بحث	۵۶
حواشی وحوالہ جات	۵۷
۲۔امام ابوعبداللہ محمد بن قُتیبہ دینوریؒ اور کتاب ''المعارف فی التاریخ''	۶۷
ابنِ قُتیبہ کے حالاتِ زندگی	۶۷
نام ونسب	۷۲
تعلیم وشیوخ	۷۳
تلامذہ	۷۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ	٧٧
مشاغل	٧٨
وفات	٧٨
تصانیف	٧٩
کتاب المعارف کی خصوصیات	٨٠
٣۔امام ابوالمنصور عبدالقاہر بغدادیؒ کی کتاب	
''الفرق بین الفرق'' کا تعارف	٨٧
تمہید	٨٧
مصنف کے حالاتِ زندگی	٩٦
کتاب الفرق بین الفرق کا تعارف	٩٩
٤۔کتاب الملل والنحل اور اس کے فاضل مصنف	
امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی	١٠٣
کتب الملل والنحل کا اجمالی جائزہ	١٠٣
حالاتِ زندگانی شہرستانی	١٠٧
آثارِ شہرستانی	١١٢
امام شہرستانی کی مفقود الخبر اور غیر موجود کتابیں	١١٣
امام شہرستانی کی موجود کتابیں	١١٤
١۔نہایۃ الاقدام فی علم الکلام۔	١١٤
٢۔کتاب المصارعۃ یا مصارعۃ الفلاسفہ	١١٥
٣۔مفاتیح الاسرار ومصابیح الابرار	١١٦
٤۔علم واجب الوجود پر امام شہرستانی کا ایک طویل مکتوب	١١٦
٥۔مجلس تاج الدین محمد بن عبدالکریم شہرستانی	١١٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الملل والنحل کا تعارف ۱۱۸

۵۔امام فخر الدین رازیؒ کی کتاب
عقائد فرق المسلمین والمشرکین کا ایک جائزہ ۱۲۷

تمہید ۱۲۷

امام رازیؒ کے حالات زندگی ۱۲۸

نام ونسب ۱۲۸

ولادت وتعلیم ۱۲۹

علمی سفر ۱۲۹

دولت مندی وشہرت ۱۲۹

سلاطینِ غور کی سرپرستی ۱۳۰

خوارزم شاہیوں سے تعلق ۱۳۱

وفات ۱۳۱

اولاد ۱۳۱

مشاغل ۱۳۱

تصانیف ۱۳۲

۱۔تفسیر ۱۳۲

۲۔علم کلام ۱۳۲

۳۔حکمت وفلسفہ ومنطق ۱۳۲

۴۔علوم وآداب عربیہ ۱۳۳

۵۔فقہ واصول فقہ ۱۳۳

۶۔علم الطب ۱۳۳

۷۔طلسمات وعلم ہندسہ ۱۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۸۔تاریخ ۱۳۳
کتاب عقائد مسلمین ومشرکین کے بارے میں رسالے کا سراغ ۱۳۵
مخطوطات کی تفصیل ۱۳۵
مطبوعہ رسالہ ۱۳۷
رسالہ کی خصوصیات ۱۳۸
حوالہ جات ۱۴۰
۶۔اسماعیلیان آلہ اموت کی تاریخ کا بنیادی ماخذ
''تاریخ جہاں گشای۔جلد سوم'' ۱۴۱
جوینی کے حالاتِ زندگی ۱۴۱
جُوینی ۱۴۱
خاندان ۱۴۱
نام ونسب ۱۴۲
فضلائے خاندان ۱۴۲
عطاء ملک کے ابتدائی حالات ۱۴۴
ملازمت کا حال ۱۴۴
ہولاکو کی ملازمت ۱۴۵
بغداد کی حکومت ۱۴۶
اباقا خان کے عہد میں ۱۴۶
احمد تکودار کے عہد میں ۱۴۶
عطا ملک کے متوسلین پر سختی ۱۴۷
عطا ملک کی وفات ۱۴۷
خاندان کی بربادی ۱۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصانیف ۱۴۸
شاعری ۱۴۹
خلاصۂ کلام ۱۵۱
تاریخ جہاں کشائی کی اہمیت ۱۵۲
معاصرین کی رائے ۱۵۴
اسلوبِ نگارش ۱۵۷
وضع وترتیب ۱۵۸
جلد اول ۱۵۹
جلد دوم ۱۵۹
جلد سوم ۱۶۰
جہاں کشائی کا اختتام ۱۶۱
۷۔امام ابوعبداللہ محمد بن سعید بوصیری رحمہ اللہ کے قصیدہ بردہ کا ایک مطالعہ ۱۶۳
تمہید ۱۶۳
حالاتِ زندگی ۱۶۴
شاعرانہ کمال ۱۶۸
قصیدے کے اشعار کی تعداد ۱۷۲
قصیدے کی تلخیص ۱۷۴
۱۔فصل اول: عشقِ رسول اکرم ﷺ کے ذکر میں ۱۷۴
۲۔فصل دوم: خواہشِ نفسانی سے رک جانے کے بیان میں ۱۷۵
۳۔فصل سوم: رسول اکرم ﷺ کی مدح میں ۱۷۶
۴۔فصل چہارم: رسول مکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بیان میں ۱۷۶
۵۔فصل پنجم: حضور مقبول ﷺ کی دعوت کے برکات کے بیان میں ۱۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ فصل ششم: قرآن مجید کے شرف وعلو کے بیان میں ۱۷۸
۷۔ فصل ہفتم: رسول اکرم ﷺ کے معراج کے بیان میں ۱۷۸
۸۔ فصل ہشتم: رسول مکرم ﷺ کے جہاد کے بیان میں ۱۷۹
۹۔ فصل نہم: اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت اور رسول اکرم ﷺ
سے التجائے شفاعت کے بیان میں ۱۸۰
۱۰۔ فصل دہم: مناجات اور عرض حاجات کے بیان میں ۱۸۰
قصیدے کے خواص ۱۸۱
قصیدے کی مقبولیت ۱۸۳
مآخذ ومصادر ۱۹۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

یہ کتاب میرے سات مقدمات پر مشتمل ہے۔ یہ مقدمات مختلف اوقات میں لکھے گئے اور مختلف ناشرین نے انہیں شائع کیا۔ اب پہلی مرتبہ یہ کتابی شکل میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہ مقدمات یا مقالات سات بلند پایہ کلاسیکی مصنفین کا تعارف اور ان کی کسی ایک کتاب کی چہرہ نمائی سے متعلق ہیں۔ ان عالی مرتبت صاحبانِ علم میں سے دو صاحبان کی بڑی شہرت کی وجہ عربی شاعری خصوصاً نعتیہ شاعری ہے۔ عربی زبان کے وہ شعراء، جنہوں نے عہدِ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں ہی پائے اور ہر دو ادوار میں شاعری کی، مخضرمین کہلاتے ہیں۔ حضرت کعب بن زہیر مزنی عہدِ مخضرمین کے نہایت ممتاز و معروف شاعر ہیں۔ ان کا دیوان چھپ گیا ہے اور عربی زبان و ادب کے محققین کے مطالعے و توجہ کا مرکز رہا ہے۔ وہ اپنے عہد کے نامور و فحول شعراء میں محسوب ہوتے ہیں۔ شاعری انہیں وراثت میں ملی تھی، ان کا دادا ابوسلمیٰ ربیعہ اور باپ زہیر عرب جاہلیت کے ممتاز ترین شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ بلکہ زہیر کو تو بعض نقادانِ فن، عربی زبان کا سب سے بڑا شاعر قرار دیتے ہیں، ان کے خیال میں وہ ''اشعر شعراءِ العرب'' ہے۔ یہ وراثت کعب سے ان کے بیٹے ''عقبہ مضرب'' کو اور اس سے ان کے پوتے ''عوام'' کو منتقل ہوئی۔ یوں پانچ پشتوں سے شاعری ان کے خاندان کے لیے وجہِ عزت، فخر و شرف رہی۔ کعب کی شاعرانہ حیثیت کو نہ صرف ان کے حینِ حیات بلکہ ہر دور میں تسلیم کیا گیا ہے اور شاعری میں ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوئے کعب کا اہل علم نے انبساط خاطر کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔

مگر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اصل وجہ شہرت و نام آوری، وہ قصیدہ اعتذاریہ یا مدحیہ ہے جو انہوں نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں نذر کیا تھا۔ یہ قصیدہ اپنے ابتدائی الفاظ کی نسبت سے ''قصیدۂ بانت سعاد'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اسے جس وقت حضرت کعب نے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا، جناب رسول اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور صحابۂ کرام کی بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصیدہ سن کر پسند فرمایا، کعب کی تقصیر سے درگذر کیا اور اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی۔ حضرت کعب نے آپ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور نعمت صحابیت سے مشرف ہوئے۔ زیرِ نظر کتاب کا پہلا مقدمہ انہیں کعب بن زہیر اور ان کے قصیدۂ اعتذاریہ کی تفصیل سے عبارت ہے۔

مقدمے کے آغاز میں جن دوسرے شاعر کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہیں امام ابوعبداللہ محمد بن سعید بوصیری مصری رحمۃ اللہ علیہ۔

امام بوصیری ''عصرِ مغولی'' کے نہایت بلند پایہ شاعر تھے۔ وہ مصر و شام کے مملوک سلاطین کے دربار سے وابستہ اور علمی و شعری وجاہت کے اعتبار سے حد درجہ اعلیٰ مقام کے مالک تھے۔ وہ صاحبِ دیوان شاعر تھے اور ان کا مجموعۂ کلام شائع و ذائع ہے۔ وہ نہ صرف اپنے عہد کے سب سے مقبول شاعر تھے، بلکہ عہد مابعد کے بھی فحول شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی شہرت کی سب سے بڑی وجہ، اُن کا مدحیہ قصیدہ ہے، جس کا نام ''الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ'' ہے۔ اس قصید کو ''قصیدۃ البریۃ'' بھی کہا جاتا ہے کہ ایک طویل واذیت دہ علالت کے بعد اسے اظہار شکر کے بطور حضور سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا تھا۔ اس قصیدے کو ''قصیدۃ البردۃ'' کے نام نامی سے بھی کافی شہرت ملی اور آج یہی نام اسے سب سے زیادہ دیا جاتا ہے اور اسے اہل علم و عوام اسی نام سے جانتے ہیں۔ اس نام سے اس قصیدے کی شہرت کی وجہ یہ روایت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ امام بوصیری نے خواب میں جناب سرورِ کائنات کی زیارت کی اور اس قصیدے کے نذر کرنے کے انعام میں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی جس طرح کہ آپ نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو ''قصیدہ بانت سعاد'' کے تہدیے کے انعام کے بطور اپنی ردائے مقدس عنایت فرمائی تھی۔ یہ تاریخ کی عجب ریت ہے کہ جس قصیدے کے انشاد پر عالم ہوش میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس بردۂ مبارک کعب کو بخشی اسے ''قصیدۂ بردہ'' کے نام سے شہرت نہ ملی اور جس شاعر کے قصیدے پر حسبِ روایت شاعر عالم رویاء میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی چادرِ پاک دی، اسے ''قصیدۂ بردہ'' کے نام سے دوامی ولازوال شہرت نصیب ہوئی، بہر کیف تاریخ اس قسم کے بدیہی البطلان، Paradoxes سے بھری پڑی ہے اور شاید اسی سے تاریخ کو استمرار بھی ملا ہے۔

امام بوصیری کے قصیدہ الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ یا قصیدۂ بردہ سے کتابِ زیرِ نظر کے ساتویں مضمون میں کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ میرے ناقص علم کی حد تک عربی زبان کے کسی قصیدے کو اس قصیدے جیسی مقبولیت وشہرت حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا کی کسی زبان میں کہے گئے کسی قصیدہ کو قصیدۂ بردہ جیسی عوامی وخواصی پذیرائی نہ مل سکی اور نہ آئندہ مل سکے گی۔ اس اجمال کی تفصیل قارئین کو وقت مطالعہ ملے گی۔

اس مجموعۂ مضامین میں تین مقدمات کا موضوع اپنے زمانے کے تین اساطینِ علم کلام وعلماء مسالک ومذاہب کے تعارف اور ان کی اس فن پر تحریر کی ہوئی ایک کتاب کے تفصیلی مطالعے سے ہے۔ ان میں پہلی کتاب ''الفرق بین الفرق'' ہے اور اس کے مصنفِ علام امام ابو المنصور عبد القاہر البغدادی ہیں۔ کتاب کی ترتیب کے مطابق یہ تیسرا مقدمہ ہے۔ بغدادی کا شمار چوتھی اور پانچویں صدیٔ ہجری کے اکابر علمائے اشاعرہ میں ہوتا ہے انہوں نے اپنی زندگی علم دین وعربیت کی ترویج وتدریس کی نذر کردی اور نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف یہ کہ اسے اپنا ذریعہ معاش نہ بنایا بلکہ طالبانِ علم کی مادی دستگیری و اعانت کو بھی اپنا وتیرہ قرار دیا، جس کے لئے ان کی وسیع زرعی اراضی جو انہیں اپنے اسلاف سے وراثتاً ملی تھیں، وقف تھیں۔ علم دین اور دیگر علوم عصر کی یہ خدمت اُن کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے، لیکن اس سے بڑا امتیاز و نمایاں اعزاز انہیں یہ نصیب ہوا کہ ان کی دو کتابیں عقائد و تاریخ مسالک پر تحریر کی جانے والی کتابوں میں مہماتِ کتب میں محسوب ہوتی ہیں اور صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اُن کی افادیت ثقاہت اور استناد میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ ان میں سے پہلی کتاب ''الفرق بین الفرق'' ہے اور دوسری ''رکن الدین''۔ ان میں بھی پہلی کتاب کو، جو تاریخ ظہور و انشعاب فرقہ ہائے اسلامیہ و عقائد مہمۂ فرق سے تعلق رکھتی ہے، بڑی اہمیت حاصل ہے، محاضرے میں امام ابو المنصور بغدادی کے تعارف کے ساتھ کتاب ''الفرق بین الفرق'' کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

بغدادی کی دوسری کتاب ''رکن الدین'' کا موضوع ہمارے مطالعے سے تعلق نہیں رکھتا، اس سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ علاوہ بریں ہمارا مطالعہ مصنف کی صرف ایک کتاب تک محدود ہے، اس میں اس کی تمام تصانیف کا حصر نہ عملی طور پر ممکن ہے اور نہ طویل و عمیق بیانیئے کے بغیر ایسا کیا جا سکتا ہے

سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

اس کتاب کا چوتھا مقدمہ فاضل اجل امام ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی اشعری کے تذکرے سے عبارت ہے۔ امام شہرستانی چھٹی صدی ہجری کے مشہور عالم و متکلم ہیں۔ ان کی متعدد تصانیف میں سے ایک کتاب بنام ''کتاب الملل والنحل'' کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی اور ہر دور میں طبقہ علماء و فضلاء میں اسے مقبولیت اور پذیرائی ملی۔ مشرقی زبانوں کے علاوہ مغربی زبانوں میں بھی اس کے ترجمے کئے گئے اور استناد، اعتبار و علوئے کعب کے لحاظ سے اسلامی فرقوں کے انشعاب، تفرق و تشتت کی تاریخ کا یہ سب سے اہم و اساسی ماخذ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شہرستانی کی کتاب ''الملل والنحل'' اپنے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے اعلیٰ واوثق ہے۔ مصنف کی بے تعصبی اور انصاف پسندی اس کتاب کو ایک منفرد مقام بخشتی ہے۔ انہوں نے کسی اسلامی یا غیر اسلامی فرقے کے عقائد کے ذکر میں جانبداری یا غلط بیانی سے کام نہیں لیا ہے اور نہ کسی فرقے کی جانب ایسے مقالات وعقائد کو منسوب کیا ہے، جو اُن کے نہیں ہیں، یا انہیں ان کے مخالفین نے ان کے سر محض بغض وعناد سے تھوپ دیا ہے۔ یہ ایسا وصف ہے جس سے عہد متوسطین ومتاخرین کے اربابِ قلم اکثر محروم ہیں۔ اس عہد کے مصنفینِ عقائد وکلام ومورخینِ فرق ومسالک کی کتابوں پر مکمل اعتماد کرنا، اس لیے بڑا دشوار مسئلہ ہوگیا ہے مقامِ اطمینان ہے کہ امام ابوالفتح محمد شہرستانی کی کتاب جو یائے فن قاری کو اپنی ثقاہت وصداقت کی بدولت اس ذہنی کشمکش اور علمی مغالطے سے محفوظ رکھتی ہے، گویا تعصب علمی کے اس طویل وعریض ریگستان میں ان کی کتاب ایک نخلستان کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں پہنچ کر قلم کا مسافر بادِ صرصر کے طوفانوں سے نسیم سحری کے خنک وکیف آور جھونکوں میں راحت محسوس کرتا ہے اور صحرائے تعصب سے نکل کر بہارستانِ انصاف میں انبساط ونشاط سے شاد کام ہوتا ہے۔

کتاب ''الملل والنحل'' کی دوسری خصوصیت جو اسے معاصر، متقدم ومتاخر کتب عقائد ومناحل ومسالک سے نمایاں کرتی ہے، اس کی تبویب، ترتیب وتنسیق ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب کو علم الحساب کے اصول پر مرتب کیا ہے۔ انہوں نے اس منہج کی مقدمہ کتاب میں فلسفیانہ انداز میں تفصیل وتفضیل درج کی ہے۔ انہوں نے اسلامی فرقوں کو جن اصول کی بنا پر تقسیم کیا ہے وہ اختلافِ عقائد واحکام سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ عقائد میں باہم دگر مختلف فرقے ''اہل الاصول'' ہیں اور یکساں عقائد کے حامل بڑے فرقے کے چھوٹے دھڑے جو احکام ومسائل میں اختلاف رکھتے ہیں، ان کو ''اہل الفروع'' کے زمرے میں شمار کیا ہے، یوں مسلمان فرقوں کی تفریع وتقسیم کو حسابی منہج کے مطابق قائم کیا ہے۔ غیر اسلامی مذاہب کو ''اہلِ کتاب'' اور شبہ اہلِ کتاب'' کے عنوانات کے تحت بیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے اور ان کے انتساب کا ذکر ان کے ضمن میں کیا ہے۔

امام شہرستانی کی کتاب ''الملل والنحل'' کا اسلوب سادہ اور پُر کار ہے۔ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطالب کو ادا کیا گیا ہے۔ عبارت سادہ و واضح ہے، بیان مفہوم میں ابہام یا اشکال نہیں ہے مگر یہ انداز پرکاری قاری کو غور و خوض کی دعوت دیتا ہے۔ اور کتاب کا مطالعہ سرسری نہیں کیا جا سکتا۔ غواصی کے لئے ڈوب کر معانی کے موتی رولنے پڑتے ہیں۔

امام شہرستانی کی شخصیت اور ان کی نادرِ روزگار کتاب ''الملل والنحل'' کا عمیق مطالعہ، اُمید ہے قارئین گرامی قدر کی ذہنی و فکری سطح کی بلندی کا باعث اور ان کی علمی ضیافت کا ذریعہ ہوگا۔

''مقدمات تاریخی'' کا پانچواں مقدمہ دنیائے اسلام کے ایک عظیم مفکر و عالم کی شخصیت اور ان کی ایک نسبتاً قلیل الحجم کتاب کے مطالعے سے تعلق رکھتا ہے۔ امام فخر الدین ابوالفضل محمد بن عمر رازی شافعی اشعری کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول فقہ اور دیگر علوم نقلیہ و عقلیہ میں متعدد کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں۔ ان کی کتاب ''عقائد مسلمین و مشرکین'' ہر چند کہ بقامت کہتر ہے مگر بقیمت بہتر ہے۔ اختصار کے باوجود حسن تنسیق، جدتِ تبویب اور متانتِ تہذیب میں اسے نمایاں حیثیت حاصل ہے، دوسرے لفظوں میں ہم اسے امام شہرستانی کی کتاب ''الملل والنحل'' کا ایجاز با عجاز کہہ سکتے ہیں۔ اس کی اہمیت کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نادر رسالہ قریب قریب نادر الوجود ہے اور مصری فاضل شیخ مصطفیٰ بک عبدالرزاق نے اس کا سراغ لگایا اور قاہرہ سے شائع کیا۔ اُردو خواں قاری کے لیے یہ کتاب ایک نئی سوغات تھی۔ چنانچہ اس کی تفصیل اور تعارف کی اس مقالے میں کوشش کی گئی ہے اور امید ہے کہ امام رازی سے ہمارا تعارف اس کے ذریعے اور مستحکم ہوگا۔

زیرِ نظر کتاب میں امام ابوعبداللہ محمد بن قتیبہ دینوری بغدادی اور ان کی نادر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلاسیکی کتاب ''المعارف فی التاریخ'' کا تعارف بھی شامل ہے۔ترتیب کے لحاظ سے یہ دوسرا مقدمہ ہے۔امام ابن قتیبہ ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۶ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کا شمار عربی زبان و ادب اور اسلامی علوم کے اساطین میں ہوتا ہے۔ تیسری صدی ہجری کے دوران میں اسلامی علوم وفنون کے اتساع وارتقا کا کوئی تذکرہ امام ابن قتیبہ کی علمی فتوحات کے بیان کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتا۔ادبی زبان،لغت وانشاء وترسل میں وہ امام ومقتدیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اسی طرح دینی علوم قرآن،حدیث وعقائد میں ان کے تبحر کا ہر دور میں اعتراف کیا گیا ہے۔علمِ تاریخ،رجال،طبقات اور انسابِ عرب میں اُن کے علوئے کسب کا آج بھی زمانہ معترف ہے۔ان کی کتاب ''المعارف'' ان کے سلسلۂ تصانیف میں درجۂ استناد رکھتی ہے۔مقدمۂ دوم میں اسی کتاب کا قارئینِ کرام سے تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنے عہد کی معلومات (معارف) کا بیش بہا خزینہ ہے، عہدِ رسالت سے لے کر عباسی خلیفہ المعتمد علی اللہ کے دور تک کے اجمالی واقعات کتاب میں درج ہیں اور اس کا شمار اسلامی تاریخ کے اساسی مآخذ میں ہوتا ہے۔

ابن قتیبہ کی یہ کتاب مؤرخ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ سے ایک طبقہ مقدم ہے اور اسے شرفِ تقدم حاصل ہے۔اس کے مباحث سیر الانبیاء،واقعات عرب جاہلیت انساب عرب،سیرۃِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،سیر الصحابہؓ،تذکرۂ احبابِ علم وارباب حکومت ہماری تاریخ کے اہم موضوعات ہیں اور یہی اس کتاب کے بھی موضوعات ہیں۔ اور وہ تاریخ ہی کی کتاب ہے۔

کتاب ''مقدماتِ تاریخی'' کا مقدمۂ ششم اسلامی تاریخ کے ایک اہم موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔اس کا عنوان ہے ''اسماعیلیانِ آلہ اموت کی تاریخ کا بنیادی ماخذ۔ تاریخِ جہاں گشای،جلد سوم''۔

فرقۂ باطنیہ اور اس کے بانی حسنِ صباح کی تاریخ سرّیت کے دبیز غلافوں میں لپٹی ہوئی دو صدیوں تک ظہور وخفا کے مخمصوں کی نذر رہی ہے۔ بنیادی طور سے یہ ایک زیرِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین دہشت گرد تحریک تھی اور پانچویں، چھٹی اور ساتویں ہجری صدیوں میں عراق، ایران وخراسان کے عوام وخواص اس کی خنجر زنی اور قہر سامانی کی سخت لپیٹ میں تھے۔ یہ کتاب (تاریخ جہاں گشائی جلد سوم) انہیں اسماعلیوں یا باطنیوں کے عروج وزوال کی عبرت انگیز تاریخ ہے، چونکہ اسے اسماعیلیانِ آلہ اموت کے نجی مآخذ سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس لیئے موثق ومستند ہے اور چونکہ اسماعیلیوں کی تاریخ سرّیت کے چشمۂ ظلمات میں غرق تھی اسے آفتاب حقیقت کی تابانی میں اسی کتاب کے ذریعے اس کے مصنف نے عالم آشکار کیا، اس لیے اسے شرفِ تقدم بھی حاصل ہے۔ یوں کتاب جہاں گشائی کی اہمیت دوگونہ ہے، یہ مستند بھی ہے اور مقدم بھی۔

تاریخ جہاں گشائی کے مصنف صاحب دیوان علاء الدین عطاء ملک متوفی ۶۸۱ھ کا خاندان ایران کے علماء وفضلاء کا نہایت رودار ومعزز گھرانہ تھا اور ایک طویل عرصے سے اپنے علم وفضل اور تمول و وجاہت کے باعث مشہورِ نزدیک و دور تھا۔ اسماعیلیان آلہ اموت یا فرقۂ باطنیہ کی چیرہ دستیوں، دسیسہ کاریوں اور خون آشامیوں کے صیدزبوں ایران وخراسان کے مسلمان تھے۔ نہ عوام اُن کی خنجر زنی سے محفوظ تھے اور نہ خواص۔ مشہور مؤرخ عزالدین ابن الاثیر نے اپنی کتاب ''الکامل فی التاریخ'' میں ان لوگوں کی دہشت گردیوں کے بہت سے واقعات لکھے ہیں، جنہیں پڑھ کر آج بھی قارئین کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ باطنیوں نے کرمان، قائن، رے اور ایران کے دوسرے مقامات میں قافلوں کو لوٹنا، حجاج کو مارڈالنا اپنا معمول بنالیا تھا، خود اصفہان جو سلاجقہ کا دارالسلطنت تھا، ان کی دہشت گردی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ یہ باطنی، لوگوں کو اغوا کرتے اور جان سے مارڈالتے تھے۔ اگر کوئی شخص وقت مقررہ پر اپنے گھر نہ پہنچتا تو لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہوکر اس کی تعزیت کے لیے اکٹھا ہوجاتے تھے۔ لوگوں نے تنہا گھر سے نکلنا چھوڑ دیا، اس دوران میں ان کی تنگ و پیچ دار گلیوں سے کسی کا بہ سلامت گزرنا محال ہوگیا تھا۔ چنانچہ ایک نابینا باطنی ایسی گلی کے کنارے کھڑا ہوتا اور گزرنے والے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتا کہ میرا ہاتھ پکڑ کر گلی میں گھر تک پہنچا دو۔ جب کوئی آدمی اس اندھے کو گلی میں لے جاتا تو وہاں چھپے ہوئے باطنی اسے پکڑ کر ایک گھر میں لے جاتے اور اسے قتل کر کے ایک کنویں میں جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا، پھینک دیتے تھے۔ کشت وخون کا یہ سلسلہ ان باطنیوں کے تاتاریوں کے ہاتھوں برباد ہونے تک جاری رہا۔ انہوں نے ہزاروں علماء و امرا کو شہید کیا۔ ان میں عباسی خلیفہ المستر شد باللہ بھی شامل ہے۔ امرا و علماء نے گھروں سے نکلنا کم کر دیا اور جب نکلتے تو زیر جامہ کی جگہ زرہ پہن کر محافظین کے ساتھ ہوتے تھے۔

جہاں گشائی کے مصنف علاء الدین عطاء ملک جوینی نے اس ماحول میں آنکھ کھولی اور ان باطنیوں کی تباہ کاریوں کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس لیے انہیں اس نامبارک تحریک سے سخت نفرت تھی اور ان کی کتاب کے ہر جملے سے ان سے بے زاری اور تنفر کا اظہار ہوتا ہے۔ اس عہد کے قاری کے لیے یہ اسلوب نگارش اور طرز ادا نامانوس ہوگا۔ لیکن ہر مصنف کا قلم اپنے عہد کے عوائد وظروف سے متاثر ہوتا ہے اور اس کی تاریخ ہم عصر ماحول کا آئینہ ہوتی ہے، اسے وہی دکھائی دیتا ہے جو منظر نامہ پر منعکس ہوتا ہے، وہ کانٹوں کو پھول، بربادی کو آبادانی اور نفرت کو محبت ظاہر نہیں کر سکتا۔ ایسا نہ صرف جھوٹ بلکہ مغالطہ آمیز دروغ بے فروغ ہوگا۔ کتاب جہاں گشائی کے مندرجات کو اس عہد کے ماحول کی کسوٹی پر پرکھنا ہوگا اور یوں جوینی کی کتاب کے مندرجات حقیقت کے نزدیک تر اور سچائی سے قریب تر ٹھہریں گے۔ تاریخ شعورِ وقت سے عبارت ہے اور مؤرخ کا قلم اسی کا عکاس ہوتا ہے۔ بلاشبہ جوینی ایک بڑا مؤرخ تھا اور اس نے تاریخ کے اصول کی پابندی کی۔ اس نے وہی لکھا جو دیکھا اور مؤثر انداز میں اس کی ترجمانی کی۔

اس مجموعے میں مقدمات کی ترتیب وہ نہیں ہے، جو مقدمے میں اُن کے تعارف میں رکھی گئی ہے۔ مقدمہ کی ترتیب موضوعاتی ہے اور کتاب کی تنسیق مصنفین کے سنینِ وفات کے اعتبار سے ہے۔ یہ مقدمات مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں، مگر ان پر نظر ثانی کر کے انہیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ کر دیا گیا ہے۔ امید ہے گرامی قدر قارئین کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ان میں دل چسپی کا سامان ہوگا۔

کتاب ''مقدمات تاریخی'' میں شامل تمام مضامین محض افادۂ عام کی غرض سے چھاپے گئے، نہ ان کا کوئی معاوضہ لیا گیا اور نہ ان کا متن طباعت کے لئے کسی کو دیا گیا ہے۔ اب یہ مضامین کتابی شکل میں پہلی بار اشاعت کے لئے عزیزہ (ڈاکٹر) نگار سجاد ظہیر کو دیئے جا رہے ہیں۔ قارئین کرام سے صرف دعائے خیر کی درخواست کی جاتی ہے۔

خاکسار
علی محسن صدیقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱

قصیدۂ ''بانت سعاد''

اور حضرت کعب بن زہیر مزنی

ا۔ کعبؓ کے حالاتِ زندگی

کعبؓ بن زہیر کا تعلق قبیلۂ مزینہ سے تھا جو مضر کی مشہور شاخ ہے۔ پورا شجرۂ نسب یہ ہے۔ کعبؓ بن زہیر بن ابی سلمٰی ربیعہ بن ریاح بن قرظ بن حارث بن مازن بن خلادہ بن ثعلبہ بن ثور بن لاطم بن عثمان بن مزینہ بن ادبن طانجہ بن الیاس بن مضر۔ عرب قبل الاسلام کے نسابین میں سے بعض نے، اس لیے کہ بنو مزینہ کا قیام بلاد غطفان میں تھا، انہیں قبیلۂ غطفان کی ایک شاخ خیال کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بنو مزینہ کا تعلق ادبن طابخہ بن الیاس بن مضر سے ہے۔(۱)

اگر چہ عرب جاہلیت میں شعروشاعری کا رواج عام تھا، اور شاید ہی کوئی قبیلہ ایسا ہو جس میں کوئی قابل ذکر شاعر نہ ہو، مگر اس میں بھی کعب کے خاندان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ پانچ پشتوں تک اچھے شاعر اس خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کا دادا ابوسلمٰی ربیعہ بھی شاعر تھا۔(۲) ان کا باپ زہیر عرب جاہلیت کے ممتاز شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ بلکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اسے ''اشعر شعراء العرب'' یعنی سب سے بڑا عربی شاعر کہتے تھے۔(۳) کعب کے بھائی بجیر، ان کا بیٹا عقبہ مضرب اور پوتا عوام بھی شاعر تھے۔(۴)

اس عظیم شعری ورثے سے کعب کو بہرۂ وافر ملا تھا۔ خاندان کے اس ماحول کا یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر ہوا کہ صغر سنی ہی سے کعب شعر گوئی کی جانب مائل ہو گئے۔ جب ان کی شاعری کا حال ان کے باپ زہیر کو معلوم ہوا تو اس نے بیٹے کو نہایت سختی سے منع کیا۔ راویوں کا بیان ہے کہ زہیر نے کعب کو شعر گوئی سے اس لئے منع کیا تھا کہ اسے خوف تھا کہ کہیں بیٹا نغز گو نہ ہوا تو خاندان کی شہرت کو بٹہ لگ جائے گا۔ مگر کعب نے باپ کی ممانعت کے باوجود مشق سخن جاری رکھی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بیٹے کے کچھ اشعار باپ کی نظر سے گزرے۔ اشعار کی جدت ادا اور پختگی پر اسے بڑی حیرت ہوئی اور اس نے بیٹے کو شعر گوئی کی اجازت دے دی۔ (۵) کعب نے شعر و شاعری کا مشغلہ جاری رکھا اور اس شغل میں عہدِ مخضر مین کا مشہور ہجو گو شاعر حطیہ (۶) جو زہیر کا راوی اور شاگرد تھا، ان کا شریک کار رہا۔ یہ دونوں ایک ساتھ مشقِ سخن کرتے تھے۔ (۷)

کعب کے ابتدائی حالاتِ زندگی عموماً گوشۂ خمول میں ہیں۔ تاریخ کی پوری روشنی میں کعب کی شخصیت ۷ ھ میں پہلی بار سامنے آتی ہے، ہمارے رواۃ کا کم وبیش یہ بیان متواتر ہے کہ ھدنۃ حدیبیہ کے دوران میں کعب اور ان کے بھائی بجیر، اپنے وطن سے نکل کر مقام ابرق میں آئے یہاں بجیر نے بھائی سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرے رہو اور ہماری بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرتے رہو، میں ذرا یثرب جاکر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات دیکھ کر آتا ہوں کہ آخر وہ ہیں کیا۔ بعض روایات سے یہ پتا چلتا ہے کہ مقام ابرق میں پہنچ کر کعب خود ٹھہر گئے اور انہوں نے بجیر کو دریافتِ حال کی غرض سے مدینہ روانہ کیا۔ بہر کیف جب بجیر مدینہ آئے تو جمالِ ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے مسخر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے اور وہیں ٹھہر گئے۔ کعب کو جب بھائی کے قبولِ اسلام کی اطلاع ملی تو نہایت ناراض ہوئے اور مندرجہ ذیل اشعار کہے:

الا أبلغا عنّي بجيراً رسالةً

على أيّ شيء ويب غيرك دلّكا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجیر کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ آخر کس لیے تم نے غیروں کی تباہی و ہلاکت اپنے سر لے لی۔

عَلٰی خلقٍ لم تلفِ امًّا ولا ابًا
عَلَیہِ وَلَمْ تدرکْ عَلَیہِ اخا لکا

تم نے وہ بات اختیار کر لی جو نہ تو تمہارے والدین نے اور نہ تمہارے بھائی نے اختیار کی۔

سَقاکَ بہا المامون کاساً رویۃً
فانہلکَ المامون منہا وعلّکا

اس نئی بات کو تمہیں مامون (محمد ﷺ) نے بار بار سکھایا گویا وہ جام ئے تھی جسے تمہیں دوبارہ پلایا گیا۔

جب بجیر کے پاس کعب کے یہ اشعار پہنچے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ان سے مطلع کر دیا۔ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا:

مَنْ لَقَا کَعْباً فَلْیَقْتلہ

جو شخص کعب کو دیکھے اسے قتل کر دے۔

اور آپ ﷺ نے ان کا خون مباح (ھدر) کر دیا۔ بجیر نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم کی اطلاع کعب کو دے دی۔(۸)

اگر چہ عام روایات سے یہی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان ہجویہ اشعار کی وجہ سے کعب کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، مگر بعض قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بات صرف اتنی ہی نہ تھی بلکہ کعب اور بجیر نے آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچانے یا قتل کرنے کی کوئی سازش کی تھی اور اسی مقصد کے تحت کعب مدینے سے دور ٹھہر گئے اور بھائی کو مدینے بھیجا۔ مگر جیسا کہ کئی دیگر منصوبوں کا حشر ہوا، یہ منصوبہ بھی شرمندۂ تکمیل نہ ہوا اور بجیر نے ہدایت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی پائی اور اسلام قبول کرلیا۔ کعب نے بھائی کی اس حرکت پر ناراضی کا اظہار مندرجہ بالا اشعار کے ذریعے کیا۔ اور جب آنحضرت ﷺ کو کعب کے اس منصوبے اور ان کے اشعار کا علم ہوا تو ان کا خون مباح کر دیا۔ اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت پہنچتی ہے کہ بعض روایتوں میں پہلا شعر یوں بھی مروی ہے:

اَلا اَبلِغا عَنّی بجیراً رِسالةً
فَهلْ لَکَ فیما قلت بالخَیفِ هلْ لَکا

اے میرے دو ساتھیو بجیر تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تمہیں وہ بات یاد نہیں ہے جو میں نے تم سے مقام خیف میں کہی تھی؟

اس کے بعد مندرجہ ذیل شعر ہے:

فَاِنْ اَنتَ لَم تفعلْ فلست بآسِفٍ
وَلا قائلٍ اِمّا عَثرتَ لَعاً لکا (۹)

اگر تم نے اس بات پر عمل نہ کیا تو مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں ہے اور نہ ہی میں تمہیں پھسلتا دیکھ کر دعائے خیر کروں گا۔

بجیر نے صدقِ دل سے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ صدیبیہ کے بعد جو غزوات پیش آئے، ان میں وہ شریک رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ نے جرائم کی بنا پر کچھ لوگوں کا خون ہدر کیا (۱۰) اور ابن خطل (۱۱) کو ہجو گوئی کے جرم میں قتل کرا دیا اور ہبیرہ بن ابی وہب (۱۲) وابن الزبعری (۱۳) نے مکہ سے بھاگ کر یمن کے علاقے میں پناہ لی، تو بجیر نے بھائی کو اس کی اطلاع بھیجی اور یہ بھی لکھا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جو شخص مسلمان ہو کر حاضر ہو جاتا ہے آپ اسے قبول کر لیتے ہیں اور اس کے قصور کو معاف کر دیتے ہیں۔ کعب نے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مشورے پر ابتدا میں عمل نہ کیا، اور بھاگ کر جان بچانے کی غرض سے مختلف قبائل میں پناہ لینی چاہی مگر کسی قبیلے نے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

انہیں امان نہ دی۔ حتیٰ کہ ان کے اپنے قبیلے بنو مزینہ نے بھی انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ اب کعب آنحضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضری کے قصد سے مدینہ منورہ آئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مہم سے لوٹ کر مدینے تشریف لائے تھے۔ کعب بارگاہِ رسالت میں کیسے آئے اس سلسلے میں روایات میں جزوی اختلافات ہیں۔ ایک روایت سے یہ پتا چلتا ہے کہ کعب براہِ راست خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے مسجد نبوی کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھایا، خود اندر آئے، آنحضرت ﷺ کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا آپ کے جمال پر جلال سے آپ کو پہچانا، آہستہ آہستہ آپ کے قریب آئے، اسلام قبول کیا اور یہ دریافت کیا کہ، اے اللہ کے رسول کیا مجھے امان ہے؟ میں کعب بن زہیر ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تمہیں نے وہ اشعار کہے تھے؟ پھر آپ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی جانب رخ کر کے فرمایا کہ کعب نے کیا کہا تھا؟ آپؓ نے کعب کے اشعار دہرائے۔ جب آپؐ نے کعب کا یہ شعر پڑھا:

سَقَاکَ بِهَا الْمَامُونُ کَاساً رَوِيَّةً

فَأَنهَلَکَ الْمَامُونُ مِنهَا وعَلَّکَا

تو کعب نے کہا کہ میں نے یوں نہیں، بلکہ یہ شعر یوں کہا تھا:

سَقَاکَ اَبُوبَکرٍ بِکَاسٍ رَوِيَّةٍ

فَأَنَهَلَکَ الْمَامُونُ مِنهَا و عَلَّکَا

ابو بکرؓ نے تمہیں سیراب کر دینے والا پیالہ پلایا پھر مامون (محمد ﷺ) نے تمہیں بار بار یہ جام پلائے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا

مامونٌ و اللہ۔

ہاں اللہ کی قسم مامون وامین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد کعب نے اپنا شہرۂ آفاق قصیدہ پڑھا۔

دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعب نے مدینہ آکر آنحضرت ﷺ کے سب سے رقیق القلب اور نرم دل صحابی کا نام پوچھا۔ لوگوں نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا نام بتایا۔ کعب ان کے پاس آئے، اور ان سے سفارش چاہی۔ وہ کعب کو بارگاہِ رسالت میں یوں لے کر آئے کہ آگے آگے وہ تھے اور ان کے پیچھے کعب چلے آتے تھے۔ کعب نے اپنے چہرے پر ڈھاٹا (لثام) باندھ رکھا تھا۔ اس لئے انہیں پہچاننا آسان نہ تھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو کعب نے بڑھ کر کہا کہ ایک شخص آپ سے بیعت کرنے آیا ہے۔ آپ ﷺ نے دستِ مبارک بڑھا دیا اور کعب نے بیعتِ اسلام کر لی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنا ڈھاٹا کھول دیا اور کہا کہ میں کعب بن زہیر ہوں۔ یہ سن کر ایک انصاری نے، جو مجلس مبارک میں حاضر تھے، بڑھ کر کعب کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ کہہ کر روک دیا کہ کعب اسلام لا چکے ہیں۔ اس کے بعد کعب نے اپنا قصیدہ پڑھا۔

ایک تیسری روایت اس مضمون کی ہے کہ کعب نے مدینہ آکر اپنے ایک شناسا کے ہاں قیام کیا۔ نماز صبح کے وقت کعب مسجد نبوی میں آئے اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد کعب کے شناسا نے آنحضرت ﷺ کی جانب اشارے سے کعب کی رہ نمائی کی۔ آپ کعب کو پہچانتے نہ تھے۔ کعب آپ کے پاس آئے۔ ان کے میزبان نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یہ کعب ہے آپ کی خدمت میں طالبِ امان ہو کر آیا ہے اور اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپؐ نے کعب کو امان دے دی۔ جب انصار کو کعب کی آمد کا پتا چلا تو ان میں سے ایک آدمی نے بڑھ کر آپ ﷺ سے کعب کو قتل کر دینے کی اجازت طلب کی۔ مگر آپ ﷺ نے یہ کہہ کر انہیں روک دیا کہ کعب تائب ہو کر آئے ہیں، ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا جاتا ہے کعب کے متعلق بارگاہِ رسالت میں مہاجرین کرام نے عموماً کلمۂ خیر کہا جب کہ انصار نے انہیں قتل کر دینے کی اجازت چاہی۔ اس پر کعب کو بڑا غصہ آیا، چنانچہ انہوں نے اپنے قصیدے میں مہاجرین صحابہ کی تعریف اور انصار سے تعریض کی۔ (۱۴)

ہم کو اس روایت کے تسلیم کرنے میں تأمل ہے۔ کعب کے قصیدے کے متعلق کسی راوی کا یہ بیان نہیں ہے کہ وہ ارتجالاً کہا گیا تھا، بلکہ واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ کعب تیار ہو کر مدینے آئے تھے اور یقیناً قصیدۂ اعتذاریہ ہی وہ سوغات ہوگی جسے وہ بارگاہِ رسالت میں پیش کرنے کی غرض سے لائے ہوں گے۔ انصار کے ارادۂ قتل اور مہاجرین کی سفارش کے واقعات خدمت اقدس نبویؐ میں پیش آئے اور ان کے پیش آنے سے پہلے یہ قصیدہ لکھا جا چکا تھا، اس لئے اس واقعے کی وجہ سے انصار سے تعریض کرنا خلافِ واقعہ ہے۔

مسودٌ تنابیلٌ (سیاہ فام پستہ قد)، کوئی ضروری نہیں کہ انصار کی ہجو ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مہاجرین قریش کو جب شاعر نے الجمال الزہر (دراز قامت سفید اونٹ) سے تشبیہ دی اور ان کی قد آوری و سفید فامی کی تعریف کی تو تقابل کے طور پر السود التنابیل (سیاہ فام پستہ قد) کا ذکر کیا۔ اور ایسا صرف قریش کی مدح میں مبالغے کی غرض سے کیا ہو۔ ہماری اس رائے کے متعلق یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آخر کعب نے مہاجرینِ قریش ہی کی کیوں تعریف کی، انصار کی بھی مدح کیوں نہ کی۔ اور اگر وہ ان سے ناراض نہ تھے تو ان کی مدح سے اجتناب کیوں کیا؟ ہم اس شبہ کے ازالے کی غرض سے صرف یہ عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ کعب کے قصیدے کی بنیاد نفس جاہلی پر ہے نہ کہ نفسِ اسلامی پر۔ آنحضرت ﷺ کی مدح کی جو شان ہے اس میں اسلام کی تعلیمات، قرآن کی آیات اور نبوت و رسالت کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس مدحیہ اشعار کا وہی انداز ہے جو شاہانِ حیرہ (۱۵) اور غسانہ (۱۶) کی مدح میں کہے ہوئے قصائد کا ہے۔ ایسی صورت میں کہ شاعر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی تعلیمات سے نا آشنا ہے اور جاہلی قدروں کو ہی معیارِ شرف وفضیلت خیال کرتا ہے اپنے ممدوح کے وصف کے ساتھ اس کے ہم نسل افراد ہی کی تعریف کرسکتا ہے جب کہ اس نسل سے مضری ہونے کے ناطے سے اس کا بھی یک گونہ تعلق ہے۔ پھر قبائلی عصبیت کے اس دور میں جس سے کعب ابھی ابھی نکلے تھے یہ توقع رکھنی کہ مضر کا شاعر جس کا ممدوح بھی مضری ہی ہو اس کے غیر مضری ساتھیوں کی تعریف میں اشعار کہے گا، قیاس مع الفارق ہے۔ شاعر کے اس جاہلی اندازِ فکر کو مہاجرینِ قریش نے پسند نہ کیا اور حالات کا اندازہ لگا کر کعب نے ان کی خوشنودی کی غرض سے انصار کی مدح میں اشعار کہے، جو نہ صرف یہ کہ کعب کی شاعری کے گوہر آبدار ہیں بلکہ عربی مدحیہ شاعری میں درِّ شاہوار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ذرا مدح کا انداز تو دیکھیے، کیا روانی ہے، کیا سلاست ہے اور خیالات کی پاکیزگی کا کیا عالم ہے

مَنْ سَرَّهُ كَرَمُ الحيوةِ فلا يَزَلْ

فِي مِقْنَبٍ مِن صالحي الانْصارِ

جسے باعزت زندگی عزیز ہو تو وہ انصار کے صالح افراد کی جماعت میں آرہے۔

وَرِثُوا المَكارِمَ كابِراً عَنْ كابِرٍ

إنَّ الخِيارَ هُمُ بنو الأخْيارِ

انہوں نے نجابت وشرافت اپنے بڑے اسلاف سے ورثے میں پائی ہے۔ یقیناً یہی لوگ اچھے اور اچھے باپوں کے بیٹے ہیں۔

اَلبائِعينَ نفوسهم لِنَبِيِّهِمْ

لِلْمَوتِ يومَ تَعانُقٍ وكِرارِ

اپنے نبی ﷺ کی خاطر حملے اور جنگ کے موقعوں پر یہ لوگ اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوں کو موت کے عوض بیچ دیتے ہیں۔

يَتَطَهَّرُونَ يَرُونَهُ نسكاً لهم

بِدِمَاءِ مَنْ عَلِقُوا مِنَ الكُفَّارِ (۱۷)

تقوے اور زہد کے باعث اپنے حریف کافروں کے خون سے اپنے
آپ کو پاک صاف رکھتے ہیں۔

بہر کیف اسلام لانے اور امان پانے کے بعد کعب نے اپنا شہرۂ آفاق قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے:

بَانَتْ سعاد فقلبي اليَومَ متبولُ

متيَمٌ اِثرَها لَمْ يفدِ مَكبولُ

کعب نے یہ قصیدہ بارگاہِ اقدس میں پڑھنا شروع کیا۔ جب وہ اس
شعر پر پہنچے:

اِنَ الرَّسولَ لَسيفٌ يستضاء به

مهنَّدٌ مِن سيوفِ اللّٰهِ مسلولُ

تو آپ ﷺ نے اپنی وہ چادر جو آپؐ کے جسد مبارک پر تھی، اتار کر کعب کو عطا فرمائی۔ یہ چادر کعب کے پاس رہی۔ بیان کیا جاتا ہے حضرت معاویہؓ نے اس چادر کو کعب سے خرید لینا چاہا، مگر انہوں نے اسے فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے نے یہ چادر حضرت معاویہؓ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ قیمت کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ وہ بیس ہزار درہم تھی۔ ایک دوسری روایت کی رو سے کعب کے ورثا کو اس کی قیمت تیس ہزار درہم ملی۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے چالیس ہزار درہم ادا کیے تھے۔ یہ ردائے مبارک بنوامیہ اور ان کے بعد خلفائے بنوعباس کو ورثا ملی۔ سقوطِ بغداد کے بعد حسب بیان ابو الفدا تاتاریوں کی لوٹ میں جہاں قصرِ خلافت اجڑا وہیں یہ متاع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

عزیز بھی جاتی رہی۔ لیکن حسبِ روایاتِ مشہورہ خاندانِ عباسیہ کے افراد جو تاتار گردی سے بچ رہے تھے اس چادر کو اپنے ساتھ شام لائے اور جب ممالیکِ مصر و شام کی زیرِ سرپرستی قاہرہ میں خلافتِ عباسیہ کا احیا ہوا تو یہ چادر حسبِ دستورِ قدیم امتیازاتِ خلفا میں محسوب ہوئی اور اسے خاص خاص موقعوں پر یہ لوگ استعمال کرتے رہے۔ جب سلطان سلیم عثمانی نے ۹۲۳ھ میں مصر کی آزادی کا خاتمہ کر کے اسے سلطنتِ عثمانی کا جز بنالیا تو یہ ردائے مبارک دوسرے مالِ غنیمت کے ساتھ استنبول لے جائی گئی اور اسے عثمانی سلاطین بھی امتیازاتِ شاہی میں شمار کرنے لگے۔ سقوطِ سلطنتِ عثمانی کے بعد استنبول میں سرائے قدیم کے نوادرات میں تبرکاتِ (مخلفات) نبویؐ میں بردۂ مبارکہ بھی شامل ہے۔ (۱۸)

اور یوں آج تک اس مبارک چادر کا وجود محفوظ ہے۔ قاہرہ یونیورسٹی کے تاریخِ اسلام کے پروفیسر ڈاکٹر حسین مونس کا یہ خیال ہے کہ اس بردہ کا بغداد سے عباسیوں کے ہمراہ دمشق و قاہرہ پہنچنا اور وہاں سے استنبول جانا مشکوک ہے۔ (۱۹)

بہر کیف یہ چادر امتیازاتِ خلافت میں محسوب کی گئی اور خلفا اسے عیدین اور دوسرے اہم مواقع پر زیبِ تن کرتے تھے۔

اس کے بعد کعب کے حالاتِ زندگی پھر گوشۂ خمول میں چلے جاتے ہیں۔ ابن قتیبہ کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کعب نے ساری زندگی عسرت میں بسر کی اور مفلس و بدحال ہی رہے۔ (۲۰)

اس کے بعد ہمیں پھر کتبِ تاریخ میں ان کی وفات کا ذکر ملتا ہے۔ کعب کی تاریخِ وفات عموماً ۲۴ھ بیان کی جاتی ہے۔ (۲۱) جو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا ابتدائی زمانہ ہے۔ مگر بقول پطرس بستانی یہ سنِ وفات درست نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ مختلف روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کعب سے ردائے مبارک خریدنے کی بڑی کوشش کی اور اس کے عوض ایک معقول رقم پیش کی مگر کعب اس کی فروخت پر آمادہ نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور معاملہ جوں کا توں رہا۔ اور کعبؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں سے یہ چادر انہوں نے خریدی۔ یہ چادر جو خلفا کے لئے باعثِ امتیاز اور خلافت کے لئے ایک مبارک نشان کی حیثیت سے تاریخ میں نمایاں ہوئی، ظاہر ہے کہ اس کی ضرورت حضرت معاویہؓ کو منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ہی پڑی ہوگی، زمانہ ولایت دمشق میں اس قسم کے امتیازات کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ خلافتِ معاویہؓ کا آغاز ۴۱ھ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد کعبؓ سے ردائے مبارک کی خریداری کی بات ہوئی ہوگی اور ان کی وفات کے بعد اس کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ اس لئے کعبؓ کی وفات کے متعلق محتاط اندازے کے مطابق جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے خلافتِ معاویہؓ کے ابتدائی دور میں انتقال کیا ہوگا۔ (۲۲)

بستانی کے دلائل خاصے وقیع ہیں اور گمانِ غالب یہی ہے کہ انہوں نے ۲۴ھ کے بجائے ۴۱ھ کے سال دو سال بعد وفات پائی ہوگی۔

کعبؓ کے علمی آثار، جو ہم تک پہنچے ہیں، چند قصائد، متفرق اشعار اور بعض ناتمام قصائد سے عبارت ہیں۔ یہ اشعار دیوان کعب بن زہیر کے نام سے یورپ اور مصر و لبنان سے شائع ہو چکے ہیں۔ (۲۳)

۲۔ کعبؓ کی شاعرانہ حیثیت

کعب کو شعرائے مخضرمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ شعرا جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے، اور دونوں عہدوں کی خصوصیات ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ شعرائے مخضرمین و جاہلیین کے اشعار میں ایجاز، قوت تعبیر، اسلوب نظم، اشتراک موضوعات و براعت وصف کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ شعرائے مخضرمین کے کلام میں جاہلی شعرا کے یہ تمام اوصاف موجود ہیں۔ اور ان کے علاوہ بدلے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات کے اقتضا سے کچھ نئی باتیں بھی ان کے ہاں ملتی ہیں۔ مثلاً رقتِ الفاظ، وضاحت معانی، اسلوبِ قرآنی سے اثر پذیری اور مذہب اسلام کے تعلق سے بعض نئے اور بعض پرانے مگر نئے معنوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کی کثرت۔ جنت، نار، کفر، ایمان، صلوٰۃ، زکوٰۃ، رکوع، سجود، وضو وغیرہ اگرچہ عربی زبان میں پہلے بھی موجود تھے مگر ان میں سے بعض کے معانی میں تبدیلیاں ہوئیں اور نہایت کثرت سے انہیں استعمال کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی شاعری کی ایک صنف نے رواج پایا۔ (۲۴)

قریشِ مکہ کے شعرا مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کے خلاف اشعار کہتے تھے اور مسلمان شعرا ان کے جواب دیتے تھے۔ شعرائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت حسان بن ثابتؓ۔ (۲۵) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (۲۶) اور حضرت کعبؓ بن مالک کو امتیاز حاصل ہے۔ اسی طرح ابن زبعری، ہبیرہ بن ابی وہب اور ابن خطل کفارِ مکہ کے شاعر تھے اور ان کی حمایت میں آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف اشعار کہتے تھے۔ اگرچہ کعب نے اسلام کا زمانہ بھی پایا مگر ان کے اشعار میں ان نئے تصورات کا پتا نہیں چلتا۔ انہوں نے بدلے ہوئے تقاضوں سے اپنے اشعار میں کام نہیں لیا ہے۔ اسی لئے یہ کہنا حقائق کے خلاف نہیں ہے کہ کعبؓ کے ہاں نفسِ جاہلی نفسِ اسلامی سے قوی تر ہے۔ اور اسی وجہ سے کعب شعرائے مخضرمین میں شمار نہیں کئے جا سکتے۔

اس خیال کو مزید تقویت اس بات سے پہنچتی ہے کہ کعبؓ کے جو اشعار ہمارے سامنے ہیں ان میں یہ امتیاز کرنا ناممکن ہے کہ کون سے اشعار عہدِ جاہلی میں کہے گئے اور کون سے اشعار دورِ اسلامی میں نظم ہوئے۔ ان تمام اشعار میں اسلوب کی یکسانیت کے باعث کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے قبولِ اسلام کے بعد اشعار کہے بھی یا یہ کہ لبیدؓ (۲۷) بن ربیعہ کی طرح شعر گوئی سے توبہ کر لی۔ مگر بعض علماء نے ادوار کی تقسیم وجودِ زمانی کے اعتبار سے کی ہے اور اس میں اسلوب کی تبدیلی کو چنداں ملحوظ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رکھا ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے کعب کو شعرائے مخضرمین میں شمار کرنا پڑے گا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ان دونوں دوروں میں اگر اسلوب کے باریک ترین فرق کو ملحوظ رکھا گیا تو باستثنائے چند، جن میں حضرت حسان سرِفہرست ہوں گے، کسی شاعر کو مخضرمی کہنا درست ہی نہ رہے گا۔ یہ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، ہمیں نفسِ جاہلی اور نفسِ اسلامی کے مابین بھی بڑی دقتِ نظر سے تفریق کرنی ہوگی۔ اور وہ باریک پردہ، جو ان کے درمیان حائل ہے، اسے اٹھانا چنداں آسان نہ ہوگا۔ کیا کعبؓ کے ان اشعار کے متعلق یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ ان میں نفسِ اسلامی سے نفسِ جاہلی زیادہ قوی ہے؟

وَلَيْسَ لِمَنْ لَمْ يَرْكَبِ الْهَوْلَ بُغْيَةٌ

وَلَيْسَ لِرَحْلٍ حَطَّهُ اللّٰهُ حَامِلٌ

جو شخص خطرات میں نہیں پڑتا وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جس سواری کو اللہ گرا دے اسے کوئی اٹھا نہیں سکتا۔

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَعْرِضْ عَنِ الْجَهْلِ وَالْخَنَا

أَصَبْتَ حَلِيمًا أَوْ أَصَابَكَ جَاهِلٌ (۲۸)

جب تم نادانی اور سرکشی سے باز نہ آؤ گے تو یا تم کسی صاحبِ حلم کو تکلیف پہنچاؤ گے یا کوئی جاہل تمہیں تکلیف پہنچائے گا۔

بہرکیف کعبؓ کے قصیدۂ اعتذاریہ میں ہمیں تسلیم ہے کہ نفسِ اسلامی کم زور تر ہے بلکہ یہ بھی کہنا خلافِ واقعہ نہ ہوگا کہ اس کا یک گونہ فقدان ہے اور ان اشعار میں نفسِ جاہلی کی کارفرمائی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کعبؓ اس وقت تک تعلیماتِ اسلامی سے، جو نفسِ اسلامی کی اساس ہے، نا آشنا تھے۔ نفسِ جاہلی، جس میں ان کی پرورش ہوئی، جس میں ان کے ذوقِ شعری کی تربیت ہوئی، اور جس میں ان کے فن نے ارتقا کے مدارج طے کیے، عرب جاہلی کی روح کی گہرائیوں میں سرایت کر چکا تھا اور زندگی کے تمام مظاہر میں اسی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلوہ آرائی تھی۔ اسلام نے اس طلسم کو توڑا، اس کی روح کو مضمحل کیا اور اس کی قوت کو پاش پاش کر دیا۔ کعبؓ اس نئی قوت سے آگاہ ہو چکے تھے۔ ان کا نفسِ جاہلی اپنے تمام افکار وعوائد کے ساتھ پاش پاش ہو چکا تھا اور اس کی عمارت منہدم ہو چکی تھی مگر اس کی جگہ ابھی ان تصورات وعقائد نے نہیں لی تھی جو نفسِ اسلامی کے محرک اور اساس ہیں۔ ابھی اس ویرانہ قلب ونظر میں اسلام کی وہ عمارت تعمیر نہ ہوئی تھی جو فکر ونظر کو برنائی بخشتی اور نفسِ اسلامی کی آبیاری کرتی۔ اس لئے ان اشعار میں اسلوب وفکر جاہلی کے سوا کسی اور بات کی جستجو گویا طلبِ محال اور جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ لیکن اس قصیدے کی بنا پر کعب کے اشعار پر ایک عمومی حکم لگا دینا کہ وہ اسلوب ومعانی کے لحاظ سے عہدِ جاہلی کے ترجمان ہیں اور دورِ مخضرمین سے ان کا تعلق نہیں ہے ایک ایسا دعویٰ ہے جسے غیر مشروط طور پر قبول کر لینا ممکن نہیں ہے۔

کعبؓ کی شاعرانہ حیثیت کے متعلق علمائے ادب کا یہ خیال ہے کہ وہ اس سلسلے کے خاتم ہیں، جس کا آغاز ان کے باپ کے استاد اوس (۲۹) بن حجر سے ہوا، اور جسے ان کے باپ زہیر (۳۰) بن ابی سلمٰی نے پروان چڑھایا (۳۱) مشہور متقدم ادیب ونقاد ابن قتیبہ نے کعب کو خوش گو اور قادر الکلام شاعر کہا ہے (کَانَ فحلاً مجیداً)۔ (۳۲)

قدیم تذکرہ نگار اور طبقات الشعراء کے مصنف محمد بن سلام جمحی نے کعبؓ کو شعرائے جاہلی کے دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے، اور انہیں حطیہ سے مقدم رکھا ہے (۳۳) یہ تقدم زمانی نہیں ہے، کیونکہ حطیہ بھی زہیر کا شاگرد اور راوی ہے، عمر میں بھی دونوں کم وبیش برابر ہی ہوں گے اور مشقِ سخن تو دونوں نے ایک ہی ساتھ کی تھی۔ دراصل یہ تقدم حسنِ کلام اور جودتِ طبع کے باعث ہے۔

اوس بن حجر کے اسلوب کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ اس کے اشعار میں حکیمانہ مسائل کا بیان، مکارمِ اخلاق کا ذکر اور وصف نگاری سے بہت زیادہ کام لیا گیا ہے۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ساتھ اسے مدح نگاری میں بھی بڑی شہرت حاصل ہے۔ وہ کہتا ہے

وَمَـا أنَـا إلاّ مُسْتَعِدٌّ كَمَا تَرىٰ
أخو شركي الوِرْدِ غيرَ مُعَتِّمِ (۳۴)

میں نہایت مستعد ہوں، خطروں کی جگہوں میں بڑی تیزی سے پہنچتا ہوں اور سستی نہیں کرتا۔

اپنے استاد کی ان خصوصیات کو زہیر بن ابی سلمٰی نے اپنایا اور انہیں مزید ترقی دی۔ حکیمانہ اشعار، مکارمِ اخلاق، وصف نگاری، براعتِ مدح اور بیانِ امثال میں اس نے بھی بڑی نادرہ کاری سے کام لیا ہے۔ مثلاً مسائلِ حکمت کا بیان ملاحظہ ہو:

فَلا تَكْتُمُنَّ اللّٰهَ مَا فِي نُفُوسِكُم
لِيَخْفىٰ، وَمَهْمَا يُكْتَمِ اللّٰهُ يَعْلَمِ

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے اللہ سے نہ چھپاؤ، اور جو باتیں اللہ سے چھپائی جاتی ہیں وہ انہیں جان جاتا ہے۔

يُؤَخَّرْ فَيُوضَعْ فِي كِتَابٍ فَيُدَّخَرْ
لِيَوْمِ الحِسَابِ، أَوْيُعَجَّلْ فَيُنْقَمِ

اللہ کی گرفت میں اگر تاخیر ہوتی ہے تو لوگوں کے اعمال یوم حساب کے لئے ایک کتاب میں جمع کر دیے جاتے ہیں اور اگر جلدی ہوتی ہے تو ان کا بدلہ لے لیا جاتا ہے۔

وہ مکارمِ اخلاق کی یوں تلقین کرتا ہے

وَمَنْ يَجْعَلِ المَعْرُوفَ فِي غَيْرِ أَهْلِهِ
يَكُنْ حَمْدُهُ ذَمًّا عَلَيْهِ وَ يَنْدَمِ

جو شخص نااہلوں پر عنایات کرتا ہے۔ اس کی نیکی اس کے لئے بدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن جاتی ہے اور اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔

وَمَن لَّمْ يَذُدْ عَن حَوضِهِ بِسَلاحِهِ

يُهَدَّمْ وَمَن لَّمْ يَظْلِمِ النَّاسَ يُظْلَمِ (۳۵)

جو شخص اپنے حوض کی حفاظت اپنے ہتھیاروں سے نہیں کرتا، اس کا حوض گرا دیا جاتا ہے اور جو دوسروں پر ظلم نہیں کرتا لوگ اس پر ظلم کرتے ہیں۔

وصف نگاری ملاحظہ ہو

فَبَيْنَا نَبْغِي الصَّيْدَ جَاءَ غُلامُنَا

يَدِبُّ وَيَخْفِيْ شَخْصَهُ وَيُضَائِلُه

جہاں ہم شکار کی تلاش میں تھے ہمارا چھوکرا یوں آیا کہ وہ دبے پاؤں، اپنے کو چھپاتا اور جھکا جھکا تھا۔

مدح کی جدّت اور براعت دیکھئے

تَرَاهُ إِذَا مَا جِئْتَهُ مُتَهَلِّلاً

كَأَنَّكَ تُعْطِيهِ الَّذِيْ أَنْتَ سَائِلُه (۳۶)

جب تم ممدوح کے پاس آؤ گے تو وہ تمہاری آمد پر ایسا ہی خوش ہوگا کہ گویا تم جس سے سائل ہو اس کو انعام و بخشش سے نواز رہے ہو، یعنی جس طرح سائل عطیات لے کر خوش ہوتا ہے ہمارا ممدوح عطیات دے کر ویسا ہی خوش ہوتا ہے۔

اَمثال کا نمونہ یہ ہے

وَلَوْ أَنَّ حَمْداً يُخْلِدُ النَّاسَ لَمْ تَمُتْ

وَلٰكِنَّ حَمْدَ النَّاسِ لَيْسَ بِمُخْلِدِ (۳۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی تعریف انسان کو لافانی بنا سکتی تو ممدوح کبھی نہ مرتے لیکن
تعریف خود بھی لافانی نہیں ہے تو ممدوح کیسے لافانی ہو سکتا ہے۔

زہیر کی یہ تمام خصوصیات کعب کے کلام میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ یہی نہیں
کہ بیٹے نے باپ کی روایات کو اپنایا اور اس ورثے سے کام لیا بلکہ اس نے اسے آگے
بڑھایا اور اس میں قابل قدر اضافہ کیا۔ مثلاً حکیمانہ مسائل کے بیان کی کیفیت دیکھیں

اِنْ کُنْتَ لَا تَرْهَبُ ذَمِّی لَا
تَعْرِفُ مِنْ صَفْحِی عَنِ
الْجَاهِلِ(۳۸)

اگر تم میری برائی کرنے سے نہ ڈرو گے تو جاہل سے میری درگزر بھی
نہ جانو گے۔ (یعنی برائی کرنے والے کو کوئی معاف نہیں کرتا)۔

فَقُلْتُ خَلُّوْا سَبِیْلِی لَا اَبَالَکُمْ
فَکُلُّ مَاقَدَّرَ الرَّحْمٰنُ مَفْعُولُ

میں نے دوستوں سے کہا کہ تم لوگ مجھے بری راہ پر چھوڑ دو۔ کیونکہ
ہر وہ بات جسے اللہ نے مقرر کر دیا ہے، ہو کر رہے گی۔

کُلُّ ابْنِ اُنْثیٰ وَ اِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهُ
یَوْماً عَلٰی اٰلَةٍ حَدْبَاءَ مَحْمُولُ

ہر شخص خواہ اس کی زندگی کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن
تنگ و بلند تابوت پر اٹھایا جائے گا۔

مکارم اخلاق کا بیان ملاحظہ ہو:

مَقَالَةُ السُّوْءِ اِلٰی اَهْلِهَا
اَسْرَعُ فِی مُنْحَدِرٍ سَائِلٍ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بری بات، اپنے کہنے والے کی جانب اس سے زیادہ تیزی سے پلٹتی ہے جتنا کہ پانی نشیب کی جانب سرعت کے ساتھ جاتا ہے۔

وَمَنْ دَعَا النَّاسَ اِلیٰ ذَمِّہٖ
ذَمُّوہ بالحَقِّ و بالباطِلِ (۳۹)

جو شخص لوگوں کو اپنی مذمت کرنے کی دعوت دیتا ہے تو لوگ سچ اور جھوٹ دونوں ہی میں اس کی برائی کرتے ہیں۔

وصف نگاری کے نمونے کے طور پر ایک بھیڑیے اور کوے کا وصف یوں کیا ہے

فَلَمْ یَجِدا اِلّا مَناخَ مَطِیَّۃٍ
تَجافیٰ بِھا زورٌ نبیلٌ و کَلْکَلٌ (۴۰)

سواری کے جانوروں کے اڈے کے سوا ان دونوں کو کوئی اور جگہ نہ ملی اور یہ بھی اس کے (بھیڑیے کے) چوڑے چکلے سینے کو مطمئن نہ کر سکی۔

انصار کی مدح میں کہتے ہیں:

یَتَطَھَّرونَ یَرونَہٗ نسکاً لَھُمْ
بِدِ ماءِ مَن عَلِقوا مِن الکُفّارِ

وہ تقویٰ کی وجہ سے اپنے حریف کفار کے خون میں آلودہ ہونے سے اپنے کو علیحدہ رکھتے ہیں۔

امثال کا نمونہ ملاحظہ ہو:

فَلاَ یَغُرَّنْکَ ما مَنَّتْ و ما وَعَدَتْ
اِنَّ الاَمانِیَّ و الاَحلامَ تَضلیلُ

کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھے سعاد جھوٹے وعدوں اور امیدوں سے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

فریب میں مبتلا نہ کر دے۔ بے شک آرزوئیں اور خواب گم راہی کا سبب ہوتے ہیں۔

فخریہ انداز دیکھیں:

فَـإِنْ تَسـألِـي الاَقْـوامَ عَـنّـي فَـإِنَّـنـي
أَنَـا ابْـنُ ابـى سـلـمـىٰ علىٰ رَغْمِ مَن رَغِمْ

اگر تو لوگوں سے میرے بارے میں پوچھتی ہے تو سن، میں اپنے حریفوں کے علی الرغم ابی سلمٰی کا بیٹا ہوں۔

أَنَـا ابْـنُ الَّـذِيْ قـد عـاشَ تِـسـعِـيـنَ حِجةً
فَـلَـمْ يَـخِـزْ يَـومـاً فـى مـعـدٍ وَلَـم يَـلِـمُ

میں اس کا بیٹا ہوں جس نے نوے سال زندگی گزاری مگر قبائلِ معد میں وہ ایک دن بھی نہ تو ذلیل ہوا، نہ اس کی ملامت کی گئی۔

وَاَكْـرَمَـه الاكْـفـاءُ مِـن كلِّ مَعشَـرٍ
كِـرامٍ فـإنْ كَـذَّبتِـي فَـاسْـألِ الامَم (۴۱)

اور شریف خاندان ہم سروں نے اس کی عزت کی۔ اگر تجھے میری بات جھوٹی معلوم ہوتی ہو تو لوگوں سے پوچھ لے۔

کعب کے عمدہ اشعار یہ ہیں:

لَـو كـنـتُ اَعـجـبُ مِـن شـيءٍ لاعجبني
سَـعْـيُ الـفـتـىٰ وهـوَ مـخـبـوءٌ لَـه القـدر

اگر مجھے کسی بات پر تعجب ہوتا تو میں اس نوجوان کی مساعی پر تعجب کرتا جس کی تقدیر پوشیدہ ہے۔

يَـسـعِـي الفتىٰ لامورٍ ليسَ يدركها

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فالنفس واحدةٌ والهمّ منتشِر

نوجوان چند باتوں کی کوشش کرتا ہے جنہیں وہ حاصل نہیں کر پاتا۔

اس کی جان تو ایک ہی ہے مگر خواہشات بکھری ہوئی ہیں۔

والمرء ماعاش ممدودٌ له املٌ

لا تنتهی العین حتّٰی ینتهی الاثرُ (۴۲)

جب تک آدمی جیتا ہے اس کی آرزوئیں بڑھتی رہتی ہیں۔ اس کی نگاہِ حرص اس وقت تک ختم نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا نشان نہ ختم ہو جائے۔

مختصر یہ کہ کعبؓ اپنے باپ کی طرح اپنے اشعار کو سنوارتے ہیں اور ان کی نوک پلک درست کرنے میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیتے ہیں۔ ان کے الفاظ پاکیزہ ہوتے ہیں (یَنتقی الفاظَهٗ) اور ان کے معانی منتخب ہوتے ہیں (یَتخیّر معانیه)۔

انہیں تشبیب نگاری میں بڑی مہارت حاصل ہے اور محسوسات کی تصویر کشی (وصف نگاری) میں وہ چابک دست مصوّر ہیں۔ ان خوبیوں کے باوجود کعب کے ہاں ایک بڑا عیب بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ مشکل اور غریب الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے اشعار تک عام آدمی کی دسترس نہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے، جو اگرچہ عیب نہیں ہے، مگر اس سے بیان میں پیچیدگی اور اغلاق پیدا ہوتا ہے اور وہ ہے مرکب تشبیہات اور مسلسل استعارات کی بہتات اور کثرت۔ غالباً کعب نے اس سلسلے میں زہیر کے استاد اوس بن حجر کی تقلید کی ہے۔

قصیدۂ بانت سعاد

قصیدۂ بانت سعاد کعب کا شاہکار ہے۔ کعب کی شہرت کی بڑی وجہ یہ قصیدہ ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ہر دور میں اسے قبولِ عامہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پسندیدگی کی محفل میں اونچا مقام دیا۔ قصیدے کے سینکڑوں نسخے اور اس کی بیسیوں شرحیں یورپ، ایشیا اور افریقہ کے کتب خانوں میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ شروح میں سب سے مشہور ابن درید، تبریزی اور ابراہیم باجوری کی شرحیں ہیں۔ (۴۳)

برعظیم پاکستان و ہند میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی جون پوری متوفی ۸۴۹ھ نے اس کی شرح مصدق الفضل کے نام سے لکھی، جو ۱۳۲۲ھ میں دائرۃ المعارف الاسلامیہ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔ متاخرین میں مولانا ذوالفقار علی دیوبندی نے، جو حماسہ اور سبعہ معلقات کے شارح کی حیثیت سے عربی مدارس کے طلبہ کے حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں، اس کی شرح ارشاد الیٰ بانت سعاد کے نام سے لکھی۔ ان کے علاوہ السیرۃ النبویۃ مرتبہ محمد بن عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ کی چوتھی جلد میں یہ قصیدہ بتمامہ منقول ہے۔ السیرۃ النبویۃ کے شارحین عبدالرحمٰن سہیلی اندلسی، بدر الدین عینی حنفی اور ابوذر خشنی اندلسی نے بھی اس قصیدے کے مطالب کی تشریح اور اس کے غوامض کی توضیح کی۔ عربی کے علاوہ فارسی اور ترکی میں بھی اس کی شرحیں لکھی گئیں، جن میں محمد عابد لاہوری کی شرح بھی ہے (۴۴) کعب کے دیوان کے جز کے بطور بھی یہ قصیدہ شائع ہوا۔ ابوزید قرشی نے شعرائے قدیم کے مجموعۂ قصائد موسومہ جمہرۃ اشعار العرب میں اصحاب المشوبات کے اشعار کے ضمن میں قصیدۂ بانت سعاد کو پورا نقل کیا ہے۔ (۴۵)

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب الشعر والشعراء میں بھی اس کے اقتباسات شامل کئے ہیں۔ (۴۶) مختصر یہ کہ قدیم عربی قصائد میں شاید ہی کسی قصیدے کی جانب بانت سعاد سے زیادہ توجہ دی گئی ہو۔ اور سطور بالا میں اس کی اشاعت، نقل و شرح کی جو کیفیت سپردِ قلم کی گئی ہے وہ نہایت مجمل ہے۔ اس کی تفصیل ایک علیحدہ مضمون چاہتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصیدے کی تلخیص

کعب کا یہ قصیدہ تین اجزا پر مشتمل ہے۔ یہ اجزا بظاہر ایک دوسرے سے الگ ہیں مگر دراصل ان میں نہایت حسین ترتیب موجود ہے۔ پہلا جز تغزل اور تشبیب پر محتوی ہے۔ دوسرے جز میں ناقے اور اس کے لوازمات کا وصف ہے، اور تیسرے جز میں آنحضرت ﷺ کی مدح کی گئی ہے۔ ان تینوں اجزا کے مطالب کی کسی قدر تفصیل درج کی جاتی ہے۔

قصیدے کا آغاز سعاد نامی محبوبہ کے فراق کے ذکر سے ہوتا ہے۔ شاعر اس کی وعدہ خلافیوں کی شکایت کرتا ہے اور اس کے کبھی ایفا نہ ہونے والے وعدوں کو عرقوب کے وعدوں سے تشبیہ دیتا ہے۔ یہ تشبیہ المعقول بالمحسوس ہے۔ اور ایسی تشبیہاتِ محسوسہ اور اوصافِ حسیہ کعب کے طرزِ کلام کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ اس کے بعد شاعر سعاد کا سراپا بیان کرتا ہے۔ اس کے درہائے دنداں اور لعاب دہن کو حلاوت و خنکی میں اس شراب سے تشبیہ دیتا ہے، جس کی حدت کو پانی ملا کر کم کر دیا گیا ہو۔ اس کے بعد اس پانی کی وصف نگاری شروع کرتا ہے۔ اس کی خنکی اور صفائی کے بیان میں متعدد تشبیہات لاتا ہے۔ اس کے بعد پھر سعاد کی پیاں شکنیوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے خیال میں یہ پیاں شکنی، یہ وعدہ خلافی، یہ سیماب صفتی اور یہ ہر آن بدل جانے کی عادت سعاد کی فطرت کا جز ہے اور اس کی تخلیق میں ایسے عناصر شامل ہیں جو اسے ان عادات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ سعاد کی پیاں شکنی کے اظہار کے لئے وہ نہایت نفیس حسیاتی وصف نگاری سے کام لیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ جس طرح چھلنیوں میں پانی ٹھہر نہیں سکتا، اسی طرح سعاد بھی اپنے وعدوں پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس ضمن میں اسے جس محرومی کا شکار ہونا پڑا اس نے اس پر قنوطیت کے بجائے عقلیت کی راہ کھول دی اور وہ مایوس ہونے کے بجائے ناصح مشفق کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز میں کہتا ہے کہ ایسی تمنائیں اور ایسے سہانے خواب جو یہاں گسل نگاروں کے وعدوں سے وابستہ کیے جائیں عموماً باطل اور جھوٹے ہوتے ہیں۔

قصیدے کا جزو ثانی اونٹنی کے وصف پر مشتمل ہے۔ یہاں شاعر کی بدیع نگاری، جدت طرازی اور قوت فکر کی داد دینی پڑتی ہے۔

اس کی قادرالکلامی کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک ماہر فن کار کی طرح الفاظ و معانی سے کھیلتا ہے اور متعدد لطیف مادی صورتیں تخلیق کرتا ہے۔ مگر زور بیان میں مشکل اور کم تر استعمال ہونے والے الفاظ بھی بڑی کثرت سے استعمال کرتا ہے۔ اونٹنی کی گردن کی موٹائی اور لمبائی کی تعریف کرتا ہے، اس کے رخساروں کے بڑے ہونے کا ذکر کرتا ہے، اس کی جلد کی نرمی اور سختی کے بیان میں مبالغہ کرتا ہے اور نئی نئی تشبیہات سے اپنے بیان کو مزین و مرصع کرتا ہے۔ اونٹنی کو صلابت و سختی میں کدال یا مستطیل پتھر سے تشبیہ دیتا ہے۔ اس کی دم کو کھجور کے تنے کے مشابہ قرار دیتا ہے۔ اس کے کھروں کو سخت نیزوں کے مانند بتاتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ یہ کھر ایسے سخت ہیں کہ حفاظت کی غرض سے ان کی نعل بندی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس اونٹنی کے بازوؤں کی تیز حرکتوں اور جلد جلد بدلنے کا ذکر کر کے ایسی حسی تصویریں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جو ندرت اور قوت اظہار کی مثال آپ ہیں۔ اسے وہ ایسی عورت کے دونوں بازوؤں سے تشبیہ دیتا ہے جس کے پہلوٹھی کے بیٹے کی موت کی اطلاع ملی ہو، وہ نوحہ گر عورتوں کے جھرمٹ میں، شدت غم سے ہوش کھوئے بیٹھی ہو۔ اور اضطراری طور پر اس کے دونوں بازو نہایت سرعت کے ساتھ سینہ کوبی کے لئے اٹھ رہے ہوں۔ اس اونٹنی کے وصف کے ضمن میں گرمی کی شدت کی بھی نہایت نادر تصویر کشی کرتا ہے، جس سے صحرائے بے برگ و گیاہ میں شدت گرما کا منظر نگاہوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

قصیدے کا تیسرا جز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدح پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی حسی تصویر کشی کے مناظر موجود ہیں۔ ہیبت وجلال میں بارگاہ نبوی ﷺ کو شیر اور ہاتھی سے بھی زیادہ پر ہیبت ثابت کرتا ہے بلکہ اس مجلسِ محترم میں ہاتھی جیسا عظیم الجثہ جانور بھی لرزہ براندام ہوتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی تعریف کرتا ہے۔ ان کے چہرے مہرے، ان کی شجاعت اور بسالت کی مدح سرائی کرتا ہے اور اس پر قصیدہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس حصے میں رقیق الفاظ استعمال کرتا ہے، غریب اور مشکل الفاظ بہت کم لاتا ہے۔ ہاں شیر کے وصف کے موقع پر ایسے الفاظ آتے ہیں۔ یہ جاہلی شعراء کا اسلوب ہے کہ جب وہ تغزل کرتے ہیں تو سہل اور سلیس الفاظ سے کام لیتے ہیں۔ جب فخر و مدح کرتے ہیں تو نہایت شیریں اور زور دار الفاظ استعمال کرتے ہیں اور جب اونٹنی کی تعریف کرتے ہیں یا ویران اور سنسان بیابانوں کا ذکر کرتے ہیں تو نہایت مشکل اور خشونت آمیز الفاظ سے ان کا اظہار کرتے ہیں۔ مدح کے جز میں ٹھیٹ جاہلی سادگی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ طویل الجثہ ہاتھی اور شیر درندے کے سوا کوئی مثال جرأت وقوت کی اسے نہ ملی اور انہیں سے شاعر نے مدح میں کام لیا۔ مختصر یہ کہ مدح میں کعب کے اشعار میں وہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو ان کے باپ زہیر کے اشعار میں عام طور سے ملتا ہے۔ یعنی ایسے اشعار میں صورِ مادیہ کے ساتھ ساتھ تصویر قصصی اور بیانِ امثال کو خاص طور سے اپنایا گیا ہے۔

قصیدے کا دوسرے شعرا کے کلام سے موازنہ

اعشیٰ سے موازنہ

قدیم راویوں کے بیان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عہدِ جاہلیت کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممتاز شاعر اعشیٰ بنی قیس (۴۷) نے، جو کعب سے مقدم اور ان کے باپ زہیر کا ہم عصر تھا، آنحضرت ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا، ۷ھ میں ھدنۃ حدیبیۃ کے دوران میں اس سوغات کے ساتھ روانہ ہوا۔ قریشِ مکہ کو اس کا پتا چل گیا۔ انہوں نے مختلف ترکیبوں سے اعشیٰ کو مدینہ حاضر ہونے سے باز رکھا اور سو اونٹ بطور تحفہ یا رشوت اسے پیش کیے۔ اعشیٰ یہ انعام لے کر اپنے وطن کو لوٹ گیا اور اس واقعے کے کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ اگرچہ اعشیٰ دولتِ اسلام سے بہرہ مند نہ ہوا اور چند اونٹوں کے عوض انعامِ الٰہی و صلۂ نبویؐ سے دائمی محرومی اس کے حصے میں آئی، مگر اس کا قصیدہ قدیم کتابوں میں آج بھی موجود ہے۔ اس لحاظ سے کہ کعب کی طرح اعشیٰ نے بھی ٹھیٹ جاہلیت کی اوٹ سے جمال نبوی ﷺ کا دیدار کیا اور نفسِ جاہلی کے زیر اثر ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی مدح سرائی کی اس کے قصیدے کے اقتباس کا یہاں نقل کرنا بے موقع نہ ہوگا وہ کہتا ہے:

أَجِدكَ لَمْ تَسمَعْ وِ صاةَ مُحَمَّدٍ
نَبِيِّ الالٰـهِ حِيـنَ اَوصـىٰ وَاَشْهَـدَاً

تم اللہ کے نبی محمد ﷺ کی نصیحت آمیز باتوں پر، جب وہ نصیحت کرتے اور توحید کی گواہی دیتے ہیں، کیوں کان نہیں دھرتے؟

اِذَا اَنـتَ لَـمْ تَـرحَـلْ بِزادٍ مِنَ التُّقٰى
ولاقَيـتَ بـعـدَ الـمـوتِ مَـن قـد تَـزَوَّدا

جب تم اس دنیا سے تقویٰ کا توشہ لے کر نہ جاؤ گے اور مرنے کے بعد ایسے شخص سے ملو گے جو یہ توشہ لے کر گیا ہے۔

نَـدِمـتَ عَـلٰـى اَنْ لَا تَـكُـوْنَ كَـمِـثْـلِـهٖ
فَتُـرْصِـدَ لِلْاَمْـرِ الَّـذِىْ كَـانَ اَرْصَـدَا

جب تمہیں اس بات پر ندامت ہوگی کہ تم ان جیسے کیوں نہ ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جس چیز کی اس نے تیاری کی تھی تم نے کیوں نہ کی۔

وایّاکَ والمَیتاتِ لاتقربنّھا
ولا تاخذنّ سھما حدیداً لِتَفْصَدا

مردار کے قریب ہرگز نہ جانا۔ اور لوگوں کو نشانہ بنانے کی غرض سے نوکیلے تیر ہرگز نہ لینا۔

ولا تَقرِبَنّ حرّۃً کانَ سِرّھا
علیکَ حراماً فانکِحھن اَوتا بّدا

کسی ایسی شریف عورت کے نزدیک بری نیت سے نہ جانا جس کے اسرار تم پر حرام ہوں۔ یا تو نکاح کر دیا پھر عورتوں سے کوئی دل چسپی نہ رکھو۔

وَذَا الرّحم القربیٰ فلا تَقطَعنّہٗ
لِعاقِبۃٍ، ولَا الاَسیرَ المقیّدا

قریبی قرابت داروں سے قطع تعلق نہ کرو اور نہ اسیر و قیدی سے بے تعلقی ظاہر کرو۔

وَسَبّح علیٰ حینِ العَشِیّاتِ والضحٰے
ولا تَحمَدِ المثرینَ واللّٰہَ فَاحمَدَا (۳۸)

دن رات اللہ کی پاکی بیان کرو۔ معبودانِ باطل کے بجائے اللہ کی حمد کرو۔

اسلام کی تعلیمات کا بیان، حیات بعد الموت کا تصور، جزا و سزا کا تخیل، اکل و شرب میں طیبات کا التزام اور محرمات سے اجتناب، زنا کی ممانعت، صلہ رحم کی تلقین، قطع رحم پر وعید، اسیرانِ جنگ اور بندیانِ امن سے حسنِ سلوک کی ہدایت، شام و پگاہ عبادت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٰہی میں مشغول رہنے کا مشورہ، یہ اور ایسے ہی دوسرے امور، یقیناً کعب کے ہاں نہیں ہیں اور نہ ہی ہو سکتے تھے۔ کیونکہ کعب کو اس وقت تک اسلامی تعلیمات کے متعلق اڑتی پڑتی باتوں کے سوا معلوم ہی کیا تھا۔ پھر اسلام قبول کرنے کا ارادہ رغبت سے زیادہ رہبت کا رہینِ منت تھا۔ اگر کعب کے اشعار میں بھی انہیں حکم و نصائح کا بیان ہوتا جن پر اعشیٰ کے قصیدے کی بنیاد ہے، تو اسے بھی محققین اسی طرح فرضی سمجھتے جس طرح بعض نے اعشیٰ کے اشعار کو عہدِ عباسی کی تحریر قرار دیا ہے۔ بہرکیف منشا اس تذکرے کا یہ ہے کہ کعب اور اعشیٰ کے قصائد میں اشتراک ممدوح کے سوا کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔

زہیر سے موازنہ

کعب کے قصیدۂ اعتذاریہ کے بعض اشعار کا زہیر کے اشعار سے موازنہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کعب کے قصیدے کا آغاز سعاد کے فراق کے ذکر سے ہوتا ہے:

بَانَتْ سعاد فقلبِی الْیَومَ مَتبولُ

متَیَّم اِثْرھا لم یفدِ مَکبولُ

سعاد مجھ سے دور چلی گئی، اس لئے اب میرا دل بیمار ہے۔ وہ ایسا غلام و اسیر ہے جسے فدیہ دے کر بھی کوئی رہائی دلانے والا نہیں ہے۔

زہیر نے مندرجہ ذیل اشعار میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے:

اِنَّ الخلیط اَجدَّ البینَ فانفرَقا

وَعَلِّقَ القلبُ مِن اسماءَ ماعَلِقَا

ایک ساتھ رہنے کے بعد اسماء نامی محبوبہ نے جدا ہونے کی کوشش کی اور جدا ہوگئی مگر دل جو اس سے وابستہ تھا، اب بھی اسی طرح وابستہ ہے۔

و فارَقتَک بِرھنٍ لافِکاکَ لَہٗ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یَومَ الوَداعِ فَامسیٰ الرّھن قد غَلقًا (۴۹)

اور بوقتِ رخصت اسماء نے اپنے عاشق کو دامِ عشق میں ایسا گرفتار
کیا کہ اس سے رہائی ناممکن ہے۔

مفہوم دونوں کے ہاں ایک ہی ہے اور دونوں ہی نے اسے نہایت عمدہ پیرایے میں ادا کیا ہے۔ کعب کے ہاں ایجاز اور سلاست وروانی ہے جب کہ سلاست اور روانی زہیر کے ہاں بھی ہے مگر ایجاز نہیں ہے۔

کعب نے سعاد کے ذکر میں کہا ہے:

وَمَا سعادَ غَداةَ البینِ اِذْبرزت
الا اغنّ غَضِیض الطَّرفِ مَکحولٗ

صبحِ فراق جب سعاد کوچ کے ارادے سے نکلی، وہ اس ہرنی کی
طرح دکھائی دے رہی تھی جس کی آواز میں ترنم ہو، جس کی نگاہیں
جھکی جھکی اور سرمگیں ہوں۔

ھَیفاء مقبِلةٌ عَجزاء مد بِرةٌ
لایشتکیٰ قِصرٌمنھا ولاَطولٗ

جب سعاد کو سامنے سے دیکھا جائے تو وہ پتلی کمر والی ہے اور جب
اسے پیچھے سے دیکھا جائے تو وہ بڑے کولہوں والی ہے۔

تَجلو عوارِضَ ذی ظلمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ
کَانّہٗ منھَلٌ بالرّاحِ مَعلولٗ

جب سعاد مسکراتی ہے، تو اس کے آبدار، چمک دار، باریک اور سفید
دانت ظاہر ہوتے ہیں۔ گویا ان دہائے دنداں کو شراب میں بار بار
بھگویا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

شُجَّتْ بِذِی شَبَمٍ مِن مَاءِ مَحنِیَةٍ

صَافٍ بِاَبطَحَ اَضحیٰ وَهُو مَشمُولُ

اس شراب میں اس کی حدّت توڑنے کی غرض سے نہایت ٹھنڈا پانی ملایا گیا ہے اور یہ صاف و شفاف پانی نہر کے موڑ پر ایسے چوڑے پاٹ سے چاشت کے وقت لیا گیا ہے جس کے نیچے کنکریاں بچھائی گئی ہوں، اور اس پانی کو شالی ہوا کے سرد جھونکوں نے بہت ٹھنڈا کر دیا ہے۔

تَنفِی الرِّیَاحُ القَذیٰ عَنهُ وَافرَطَهُ

مِن صَوبِ غَادِیَةٍ بِیضٌ یَعَالِیلُ

اس پانی سے جو شراب میں ملایا گیا ہے، ہوا خس و خاشاک کو دور کرتی ہے اور اس چوڑے پاٹ کو صبح کی بارش سے اٹھنے والے سفید حبابوں سے بھر دیا ہے۔ اس چوڑے پاٹ کو سفید پہاڑوں نے صبح کی بارش کے پانی سے بھر دیا ہے۔

شعرِ سابق میں اس پانی کا تذکرہ ہے جو شراب میں ملایا گیا ہے۔

اس مضمون کو زہیر نے یوں بیان کیا ہے:

قَامَتْ تَرٰی بِذِی ضَالٍ لِتَحزُنَنِی

وَلَا مَحَالَةَ اَن یَشتَاقَ مَن عَشِقَا

محبوبہ نے کھڑے ہو کر اپنے حسن و جمال کی نمائش مجھے غم زدہ کرنے کی غرض سے کی اور عاشق تو حزن و ملال کا شکار ہوتا ہی ہے۔

بِجِیدِ مُغزِلَةٍ اَدمَاءَ خَاذِلَةٍ

مِنَ الظِّبَاءِ تَرَاعِی شَادِناً خَرِقَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی گردن جس کی وہ نمائش کر رہی تھی ایسی سفید بچے والی ہرنی کی طرح
تھی جو اپنے بچے کی حفاظت کی غرض گلے سے الگ ہو کر چرتی ہے۔

كَأنَّ رِيقَتَها بعدَ الكرىٰ اغْتَبَقتْ
مِن طَيِّبِ الراحِ لمَّا يعد إن عَتقا

جب وہ سو کر اٹھتی ہے تو اس کا لعاب دہن ایسا مہکتا ہے جیسے اس نے
رات میں شراب خوش بو کے جام لنڈھائے ہوں۔

شُجَّ السقاة علىٰ ناحورِها شَبِماً
مِن ماءِ لَيِّنَةٍ لاطرقا ولار بقا

اور اس مئے خوش بو سے جو خم سے پہلی مرتبہ نکالی گئی ہے، ساقیوں نے
کنویں کا میٹھا اور ٹھنڈا پانی ملا دیا ہے جو ناپاک اور گندا نہیں ہے۔

ان اشعار میں کعب کی سعاد اور زہیر کی اسماء ایک جیسی حسینائیں ہیں۔ وہ آہوئے خوش چشم کے مانند ہیں۔ ان کے لعاب دہن بھی ایک ہی جیسے ہیں جو اس شراب کی طرح ہیں جس میں خنک و شیریں پانی ملا دیا گیا ہو۔

سعاد کی وعدہ خلافیوں کی بڑی واضح تصویر کعب کے ہاں ملتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

فَيا لُها خُلَّةٌ لَوانَّها صَدَقَت
بِوعدِها اَولَو اَنَّ النصحَ مَقبولُ

سعاد کیا ہی اچھی دوست ہے۔ کاش وہ اپنے وعدے کی سچی بھی
ہوتی۔ یا کاش وہ ہماری نصیحت (مشورہ) قبول کرتی۔

لٰكِنَّها خُلَّةٌ قد سِيطَ مِن دَمِها
فَجْعٌ و وَلْعٌ و اِخلافٌ و تَبديلُ

لیکن سعاد ایسی دوست ہے کہ عاشقوں کو مبتلائے مصیبت ہجر کرنا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور بدل جانا اس کے خون کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ (یعنی سعاد کی بے وفائی اور کج ادائی بدل جانے والی نہیں ہیں)۔

فَمَا تَدُومُ عَلَىٰ حَالٍ تَكُونُ بِهَا
كَمَا تَلَوَّنُ فِي أَثْوَابِهَا الْغُولُ

یہ محبوبہ سعاد کسی ایک حال پر قائم نہیں رہتی بلکہ جس طرح چھلاوے اپنے لباسوں میں ہر آن رنگ بدلتے رہتے ہیں یہ بھی ہر ساعت رنگ بدلتی رہتی ہے اور کسی ایک حال پر نہیں ٹھہرتی۔

وَمَا تَمَسَّكُ بِالْعَهْدِ الَّذِي زَعَمَتْ
إِلَّا كَمَا يُمْسِكُ الْمَاءَ الْغَرَابِيلُ

سعاد نے جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم نہیں رہتی ہے مگر ہاں اسی طرح جس طرح چھلنیاں پانی کو روکتی ہیں، (یعنی جس طرح چھلنیوں میں پانی نہیں رکتا ویسے ہی سعاد کسی ایک بات یا وعدے پر قائم نہیں رہتی)۔

فَلَا يَغُرَّنْكَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ
إِنَّ الْأَمَانِيَّ وَالْأَحْلَامَ تَضْلِيلُ

کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھے سعاد جھوٹی امیدوں اور وعدوں سے فریب میں مبتلا کر دے بیشک آرزوئیں اور خواب گمراہی کا سبب ہوتے ہیں۔

أَرْجُو وَآمُلُ أَنْ تَدْنُو مَوَدَّتُهَا
وَمَا إِخَالُ لَدَيْنَا مِنْكِ تَنْوِيلُ

میں اس کی محبت وقربت کی آرزو کرتا ہوں اور میں یہ بدگمانی نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا کہ مجھے اے سعاد، تیرا وصل نصیب نہ ہوگا۔

یہ مضمون زہیر کے ہاں متعدد اشعار میں بیان ہوا ہے مگر کعب نے اسے نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مثلاً اس تفصیلی بیان کا اجمال زہیر کے ہاں یوں ہے:

وَاَخلَفتکَ ابنۃ البکریِ ماوَعَدتْ

فاَصبحَ الحبل منھا واھِناً خَلقا

معشوقہ نے وعدہ کر کے اسے وفا نہ کیا۔ اور یوں اس سے تعلقات کا رشتہ کمزور و بوسیدہ ہوگیا۔

اس موازنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زہیر کے فن کو کعب نے نہ صرف یہ کہ بالکلیہ اپنالیا، بلکہ اسے آگے بھی بڑھایا۔ وہ اپنے باپ کے اسلوب کے مقلد ہی نہیں بلکہ اسے ترقی دینے والے اور نقطۂ عروج پر پہنچانے والے بھی ہیں۔

بعض جاہلی شعرا سے موازنہ

کعب کے قصیدے، کے دوسرے جز کے بعض اشعار کی خوبی کی مزید وضاحت کی غرض سے بعض جاہلی شعرا کے ہم مضمون شعروں کو بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

صاحب معلقہ عنترہ بن شداد عبسی (۵۰) اونٹنی کی تعریف میں کہتا ہے:

ھَلْ تبلّغنِی دارَھا شَدَنِیّۃٌ

لُعِنَتْ بمحرومِ الشرابِ مصَرَّمِ

کیا مجھے محبوبہ کے گھر ایسی اعلیٰ نسل اونٹنی پہنچا دے گی، جس کا دودھ حرام قرار دیا گیا ہے اور جس کا دوہنا موقوف کر دیا گیا ہے۔

خَطّارۃٌ غِبَّ السُّرٰی زَیّافۃٌ

تَطِسُ الآکامَ بِوَخْذِ خفٍّ مِیثَمِ (۵۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

یہ اونٹنی چلنے میں رات بھر سفر کے باوجود نشاط سے دم اٹھائے رہتی
ہے اور اپنے روند دینے والے کھروں سے ٹیلوں کو روند ڈالتی ہے۔

ان شعروں کے مقابلے میں کعب کے یہ شعر دیکھیں

أَمسَتْ سعادُ بأرضٍ لا يبلّغها
الّا العتاقُ النّجيباتُ المَراسيلُ

سعاد شام تک ایک ایسی سرزمین میں پہنچ گئی جہاں اچھی نسل والی،
مضبوط اور تیز رفتار اونٹنی ہی اسے پہنچا سکتی ہے۔

سمر العجاياتِ يترُكنَ الحَصىٰ زِيماً
لَم يَقِهِنَّ روسَ الاكُمِ تَنعِيلُ

اس اونٹنی کے کھروں کے پٹھے گندمی ہیں وہ اتنے سخت ہیں کہ راہ
میں پڑنے والی کنکریوں کو منتشر کر دیتے ہیں اور انہیں ٹیلوں کو
روندنے میں نعل بندی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عنترہ نے بھی اونٹنی کے وصف میں استادی دکھائی ہے مگر کعب کی پیش کی ہوئی تصویر جزئیات نگاری کا نادر نمونہ ہے اور یوں وہ عنترہ سے زیادہ مکمل ہے۔

ایک دوسرا جاہلی شاعر مثقب عبدی (۵۲) کعب کے مندرجہ بالا دوسرے شعر کے ہم معنی شعر میں اونٹنی کے کھروں کی سختی اور سنگ ریزوں کو منتشر کرنے کی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے:

كأنَّ نفيَ ما تَنفِي يَداها
قِذافُ غَريبةٍ بيَدَيْ معينِ (۵۳)

چلنے میں اس اونٹنی کے پاؤں سے کنکریاں یوں بکھرتی ہیں جیسے کوئی
ماہر کلوخ انداز کسی اجنبی اونٹنی کو مار کر تالاب سے بھگائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثقب کی تشبیہ بھی اس کی نادرہ کاری کی آیتِ مبین ہے۔ کعب کو اس پر ترجیح دینا مشکل بھی ہے اور خلافِ انصاف بھی۔

ایک اور جاہلی شاعر متَلَمسؔ ضَبِی (۵۴) اونٹنی کو جنگلی بیل سے تشبیہ دیتا ہے:

وأدماء من حرّ الهجان كأنها

بحرّ الصّريم ناشيء متوجّس (۵۵)

سفید، عمدہ نسل اور اچھے ڈیل ڈول کی اونٹنی جو ریت کے ٹیلوں پر صبح وشام دوڑتی ہے اس جنگلی بیل کی طرح ہے جو آواز سن کر ڈر گیا ہو۔

اس کے جواب میں کعب کے اس شعر کو دیکھئے جس میں انہوں نے بھی اونٹنی کو جنگلی بیل سے تشبیہ دی ہے:

ترى الغيوبَ بعينَىْ مفردٍ لَهِقٍ

إذا توقّدتِ الحزّازُ والميلُ

جب پتھریلے مقامات اور ریت کے تودے گرمی سے جلنے لگتے ہیں وہ اونٹنی مٹے ہوئے نشانات کو سفید جنگلی بیل کی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔

متلمّس کی تشبیہ سادہ ہے اور اس میں کوئی خاص بات نہیں۔ جبکہ کعب کی تشبیہ پُر کاری کی عمدہ مثال ہے۔ پھر کعب کے ہاں جو منظر کشی ہے اس کے پس منظر میں یہ تشبیہ اور جاذبِ نظر آتی ہے۔

عفوِ تقصیر اور مدحِ مہاجرینِ قریش

حضرت کعبؓ بن زہیر اپنے قصیدے کے اخیر میں عفوِ تقصیر کی درخواست کرتے ہیں اور مہاجرینِ قریش کے متعلق مدحیہ اشعار کہتے ہیں مگر ان میں روحِ عرب جاہلی کارفرما ہے اور روحِ اسلامی نہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ اَوْعَدَنِی
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰہِ مَامُولُ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دھمکی دی ہے، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو اور درگزر کی امید ہے۔

مَهْلًا هَدَاکَ الَّذِی اَعْطَاکَ نَافِلَةَ الْ
قُرْآنِ فِيهَا مَوَاعِيظٌ وَ تَفْصِيلُ

اے اللہ کے رسول آپ مجھے مہلت دیں، مجھ پر رحم فرمائیں۔ آپ کو وہ اللہ عفوِ تقصیر کی راہ دکھائے جس نے آپ کو قرآن، جس میں نصیحتیں اور دین و دنیوی تفصیلات ہیں، عطیۂ زائد کے بطور عطا فرمایا ہے۔

اِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰہِ مَسْلُولُ

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ آپ اللہ کی تلواروں میں سے ایک ہندی شمشیرِ برہنہ ہیں۔

جناب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عفوِ تقصیر کے بعد کعب قریش کی مدح میں یوں گویا ہیں:

شُمُّ الْعَرَانِينِ اَبْطَالٌ لَبُوسُهُمُ
مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيلُ

وہ مہاجرینِ قریش عزت، بلندیٔ منزل اور حسنِ صورت میں بلند ناکوں والے ہیں، وہ ایسے بہادر ہیں کہ ان سے خون کا انتقام نہیں لیا جاسکتا۔ جنگ میں ان کا لباس حضرت داؤدؑ کے ہاتھ کی بنی ہوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرہیں ہوتی ہیں۔

يَمشُونَ مَشيَ الجِمالِ الزهرِ يعصِمهمُ
ضربٌ اِذا عرَّدَ السودُ التنابيل

مہاجرین قریش کی تعریف میں کعب کہتے ہیں، وہ لوگ سفید اونٹوں جیسی رفتار سے چلتے ہیں انہیں دشمنوں سے شمشیر زنی محفوظ رکھتی ہے جبکہ سیاہ فام پستہ قد لوگ بھاگ جاتے ہیں۔

حاصل بحث

حقیقت یہ ہے کہ قدیم عربی شعراء میں کعب کو نہایت بلند مقام حاصل ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ قدیم تذکرہ نگار ابن سلاّم جمحی نے کعب کو طبقۂ ثانیہ کے شعرا میں سب سے مقدم رکھا ہے اور اس کے خیال میں طبقۂ اولیٰ کے چار جاہلی شعرا کے بعد کعب سب سے بڑے شاعر ہیں۔ یہ چار شعرا امرالقیس کندی۔ (٥٦) نابغہ ذبیانی (٥٧) زہیر اور اعشیٰ ہیں۔ ہم یہ دعویٰ تو نہیں کرتے کہ دور جاہلیہ یا دور مخضر مین میں ان چار شعرا کے علاوہ کوئی اور شاعر کعب کا ہم پلہ نہیں ہے، مگر ہم کو اس اظہار میں بھی کوئی باک نہیں کہ ان ادوار کے کثیر التعداد شعرا میں چند ہی ایسے ہوں گے جو کعب کے ہم سر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اور کعب کی اس اعلیٰ حیثیت کے متعین کرنے میں ان کے دیوان کے دیگر قصائد کا اتنا حصہ نہیں ہے جتنا کہ قصیدہ اعتذاریہ (بانت سعاد) کا ہے۔ بلکہ اگر صرف یہی قصیدہ کعب کی واحد یادگار کے بطور ہم تک پہنچتا تو بھی ان کے متعلق ہماری یہی رائے ہوتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن حجر عسقلانی۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔ مطبعہ سعادۃ، مصر ۱۳۲۸ھ ج ۳ ص ۲۹۵۔ وابن عبدالبر قرطبی۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ بھامش الاصابہ الجزء الثالث۔ ص، ۲۹۷۔

۲۔ ابن قتیبہ دینوری۔ الشعر والشعراء۔ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ۔ ۱۳۶۴ھ۔ ج ۱ ص ۹۲۔

۳۔ ابو زید قرشی۔ جمہرۃ اشعار العرب۔ مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۳۸۳ھ، ص ۵۷۔

۴۔ الشعر والشعراء۔ ج ۱ ص ۹۲۔ والاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (بھامش الاصابہ الجزء الثالث) ص: ۲۹۹۔

۵۔ بطرس بستانی۔ ادباء العرب۔ مکتبہ صادر، بیروت، ۱۹۵۷ء۔ ج ۱ ص ۳۲۴۔

۶۔ ابو ملیکہ جرول بن اوس عبسی حطیئہ کے نام سے مشہور ہوا جو اس کی کوتاہ قامتی کے سبب سے پڑ گیا تھا۔ یہ مخضرمین میں بڑی شہرت کا مالک ہے۔ زہیر کا راوی اور شاگرد تھا۔ مشاہیر شعرا میں شمار ہوتا ہے۔ گو وہ جملہ اصناف سخن پر قادر تھا مگر مدح وفخر اور ان سے بھی زیادہ ہجو نگاری میں اسے دست گاہ حاصل تھی۔ اس نے کسی کو بخشا نہیں، اپنے قبیلے، اپنے والدین اور خود اپنی بھی ہجو لکھی۔ اس کی ہجو گوئی کے خوف سے لوگ ہراساں رہتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسے ہجو نگاری کے جرم میں قید کر دیا تھا۔ ابن سلام نے اسے شعرا کے دوسرے طبقے میں کعب کے بعد محسوب کیا ہے۔ اس کا دیوان ابتدا میں لیپزگ (جرمنی) سے شائع ہوا اور اس کے بعد مصر و بیروت سے اس کے متعدد ایڈیشن چھپے۔ اس کی کئی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ (ابن سلام جمحی۔ طبقات الشعراء۔ مطبوعہ سعادت، مصر (سن طباعت ندارد) ص ۳۵ و جرجی زیدان۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ۔ مطبوعہ دار الہلال، مصر، ۱۹۵۷ء۔ ج ۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص ۱۶۸۔۱۷۰ و طٰہٰ حسین۔ حدیث الاربعاء۔ مطبوعہ مصطفیٰ بابی حلبی، مصر، ۱۳۵۶ھ۔ ج ۱ ص ۱۵۳۔۱۷۷

۷۔ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ ج ۳ ص ۲۹۶۔

۸۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ اور قریشِ مکہ کے مابین ۶ ھ میں دس سال کے لئے متارکہ جنگ کا معاہدہ ہوا، مگر دو سال بعد ہی قریش کی بدعہدی سے ختم ہو گیا۔

۹۔ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۲۹۵ و ۲۹۶ و ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ مطبعہ مصطفیٰ بابی حلبی، مصر، ۱۹۵۵ء۔ ج ۴ ص ۵۰۱۔۵۰۳ و الشعر والشعراء۔ ج ۱ ص ۹۱۔

۱۰۔ السیرۃ النبویۃ۔ ج ۴ ص ۵۰۱ و حدیث الاربعاء۔ ج ۱ ص ۱۴۲ و ۱۴۳۔

۱۱۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ مطبوعہ دار صادر، بیروت ۱۳۷۶ھ ج ۲۔ ص ۱۳۶۔

۱۲۔ عبداللہ بن ہلال بن خطل ادری قرشی نے فتح مکہ سے قبل مدینہ آکر اسلام قبول کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے روانہ کیا۔ اس کے ہمراہ ایک انصاری اور ایک اس کا مولیٰ تھا جو اس کی خدمت بجالاتا تھا۔ اثنائے سفر میں اس نے اپنے مولیٰ کو جو مسلمان تھا، کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اسے یہ جان کر بڑا طیش آیا کہ خادم نے کھانا تیار نہیں کیا ہے۔ اس نے غصے میں اسے قتل کر ڈالا اور خود مرتد ہو کر مکہ چلا گیا۔ یہاں اس کی دو باندیاں تھیں، جو بڑی گائک تھیں۔ ابن خطل کے حکم سے یہ دونوں آپ ﷺ کی ہجو میں گانے گایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ابن خطل اور اس کی دونوں لونڈیوں کا خون ہدر کر دیا۔ ابن خطل کو ابو برزہ اسلمی نے کعبے میں قتل کیا۔ بقول ابن ہشام اس کے قتل میں ابو برزہ کے ساتھ سعید بن حریث مخزومی بھی شامل تھے۔ دونوں لونڈیوں میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا، دوسری نے بھاگ کر جان بچائی۔ بعد میں مسلمان ہو گئی اور عہدِ فاروقیؓ یا عثمانیؓ میں اس نے انتقال کیا۔ (الطبقات الکبریٰ۔ ج ۲ ص ۱۳۶ و ۱۴۱ و السیرۃ النبویہ۔ ج ۵ ص ۵۲ و ۵۳)۔

۱۳۔ ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی قرشی، امِ ہانی بنت ابی طالب کا شوہر اور حضرت علیؓ کا بہنوئی تھا، بڑا پر گو شاعر تھا۔ آنحضرت ﷺ کی عداوت میں اسے بڑا تشدد تھا اور آپ ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہجو کہا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد نجران بھاگ کر چلا گیا اور وہیں بحالتِ کفر مرا۔ آنحضرت ﷺ نے جن لوگوں کا خون ہدر کیا تھا ان میں اس کا نام نہیں ملتا۔ ابن ہشام اور ابن سعد نے جن چھ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کئے جانے کے فرمان نبوی کا ذکر کیا ہے ان میں ابن ابی وہب نہیں ہے۔ (السیرۃ النبویہ۔ ج ۴ ص ۶۲ والطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۶ و طبقات الشعراء ص ۱۰۱)۔

۱۴۔ عبد اللہ بن زبعری سہمی قرشی۔ مکہ کا نہایت قادر الکلام شاعر تھا۔ آنحضرت ﷺ کی ہجو میں سب سے پیش پیش تھا۔ حضرت حسانؓ نے سب سے زیادہ اسی کی خبر لی۔ فتح مکہ کے موقع پر اس کا خون بھی ہدر کیا گیا تھا۔ یہ بھی نجران (یمن) بھاگ گیا تھا۔ وہاں سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔ آپ ﷺ کی مدح میں اشعار کہے۔ عہدِ فاروقی میں اس نے انتقال کیا۔ (السیرۃ النبویہ۔ ج ۴ ص ۶۱ وطبقات الشعراء ص ۹۱، ۹۲، ۹۴)

۱۵۔ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ ج ۳ ص ۲۹۵ و ۲۹۶ والسیرۃ النبویہ۔ ج ۴ ص ۵۰۴ والشعر والشعراء ص ۹۱ و ۱۰۴ وطبقات الشعراء۔ ص ۳۲۔۳۴۔

۱۶۔ فرات کے مغربی ساحل پر کوفے سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ سرحد عراق پر قائم ہونے والی ایرانیوں کی ماتحت آل لخم کی ریاست کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے اسے بڑی شہرت حاصل ہوئی، لخمی خاندان نے تیسری صدی عیسوی میں عروج پایا اور ساتویں صدی عیسوی کے ثلث اول میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ بحرین، نجد، حجاز، بادیہ شام و عراق میں اس حکومت کے سیاسی اثرات قائم رہے گو عملاً اسے ان خطوں پر سیادت حاصل نہ تھی مگر ان علاقوں کے قبائل اکثر شاہانِ حیرہ سے صلح و جنگ کے موقعوں پر مدد طلب کرتے تھے۔ ایرانیوں اور رومیوں کی جنگوں میں اس کی حیثیت ایرانیوں کی حامی طفیلی ریاست کی تھی اور یہ غسانیوں سے نبرد آزما رہتی تھی۔ (جرجی زیدان۔ العرب قبل الاسلام۔ مطبوعہ دار الہلال۔ مصر، ۱۹۵۸ء۔ ص ۱۲۱۔۱۴۱)۔

۱۷۔ آلِ غسان کی حکومت عرب شام کی سرحد پر قائم تھی جسے مشارف شام کہتے ہیں۔ ان کا پایۂ تخت بصریٰ تھا۔ مذہباً یہ عیسائی اور نسلاً قحطانی یا نبایط سے تعلق رکھتے تھے۔ بقول حمزہ اصفہانی اس خاندان نے چھ سو سال تک حکومت کی۔ جرمن مورخ نولدکی کا خیال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ غسانہ نے صرف سو سال سے اوپر حکومت کی۔ مگر یہ دونوں رائیں افراط وتفریط پر مبنی ہیں۔ یہ حکومت رومیوں کی طفیلی ریاست تھی اور ایران وروم کے محاربات میں اپنے آقاؤں کی جانب سے ایرانیوں سے جنگ کرتی تھی۔ آلِ لخم کی طرح یہ بھی شعراء کی سرپرست اور قبائلِ عرب پر اپنی سیادت کی دعوے دار تھی حالانکہ عملاً یہ بالادستی موہوم تھی۔ اس کا خاتمہ آخری غسانی بادشاہ جبلہ بن ایہم کی عہد صدیقیؓ میں شکست پر ہوا۔ (العرب قبل الاسلام۔ ص ۲۰۷۔۲۲۰)

۱۸۔ کعب بن زہیر۔ شعر کعب۔ مطبوعہ مجمع علمی بولونی، قزاقو ۱۹۵۰ء ص ۱۶، ۱۷، ۱۹، و ۲۱ والسیرۃ النبویہ۔ ج ۴ ص ۱۵۷ و ۱۵۸۔

۱۹۔ جرجی زیدان۔ تاریخ التمدن الاسلامی۔ مطبوعہ دار الہلال، مصر، ۱۹۵۸ء۔ ج ۱ ص ۱۳۶۔

۲۰۔ ڈاکٹر حسین مؤنس: حاشیۂ التمدن الاسلامی۔ ج ۱ ص ۱۳۶ بحوالہ ڈکشنری آف دی عرب از ڈوزی۔ ایمسٹرڈم ۱۸۴۵ء۔ ص ۵۹۔۶۴۔

۲۱۔ الشعر والشعراء۔ ج ۱ ص ۱۰۴۔ وادباء العرب۔ ج ۱ ص ۳۲۵۔

۲۲۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ۔ ج ۱ ص ۱۸۳ و فرید وجدی۔ دائرۃ المعارف، مصر، ۱۹۳۸ء ج ۸ ص ۱۵۳۔۱۵۹۔

۲۳۔ ادباء العرب۔ ج ۱، ص ۳۲۶۔

۲۴۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ۔ ج ۱، ص ۱۸۳۔

۲۵۔ ادباء العرب۔ ج ۱، ص ۳۲۱، ۳۲۲۔ تاریخ التمدن الاسلامی۔ ج ۳، ص ۲۴ ا۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ۔ ج ۱، ص ۲۱۶ و ۲۱۹۔

۲۶۔ حسان بن ثابتؓ انصار کے مشہور قبیلے بنوخزرج سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے بڑی لمبی عمر پائی اور ایک سو بیس سال کے سن میں حضرت معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں ہی میں ان کا شمار مشاہیرِ شعراء میں ہوتا ہے۔ شاعرِ نبی ﷺ کے معزز لقب سے سرفراز ہیں۔ اہلِ یثرب کے باتفاق سب سے بڑے شاعر یہی ہیں۔ حسانؓ کا دیوان برِ عظیم ہند و پاک، تونس، لندن اور مصر وغیرہ میں بار بار چھپا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ (تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ا ص ۱۷۱۔۱۷۳)۔

۲۷۔ عبداللہ بن رواحہؓ انصاری بنو خزرج سے تھے۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں بھی فن نوشت وخواند سے واقف تھے۔ اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں اسلام لائے۔ انصار کے بارہ نقیبوں میں، جنہیں آنحضرت ﷺ نے تبلیغِ دین کی غرض سے مقرر فرمایا تھا، یہ بھی تھے۔ مہماتِ بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر وعمرۂ قضا میں شریک رہے۔ سریۂ موتہ میں، دو مسلمان سپہ سالاروں، زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب، کی شہادت کے بعد، انہوں نے اسلامی فوج کی کمان سنبھالی اور جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ جمادی الاولیٰ ۸ھ کا ہے۔ عہدِ جاہلیت میں بھی اچھے شاعر تھے اور عہدِ اسلام میں بھی۔ آنحضرت ﷺ کی مدح اور کفارِ قریش کی ہجو میں نہایت زوردار اشعار کہے۔ (الطبقات الکبریٰ۔ ج ۳، ص ۵۲۵۔۵۳۰ و طبقات الشعراء ص ۸۷ و ۸۸)

۲۸۔ لبید بن ربیعہ عامری نے بڑی طویل عمر پائی اور اگر قدیم روایتوں پر اعتماد کیا جائے تو ۴۲ھ مطابق ۶۶۲ء میں انتقال کے وقت ان کی عمر ۱۴۵ سال تھی۔ مضر کے شہرۂ آفاق شعراء میں لبید کا شمار ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور اس کے بعد اسلام اور قرآن کی تعلیمات نے انہیں اس حد تک گرویدہ کیا کہ شعر گوئی سے توبہ کر لی اور حالتِ اسلام میں صرف ایک شعر کہا :

الحمد للّٰہِ اِذْلم یاتنی اَجَلی

حتیٰ اکْتَسَیْت مِنَ الاسلامِ سربالا

خدا کا شکر ہے کہ موت آنے سے پہلے میں نے جامۂ اسلام پہن لیا۔

ابن سلام نے لبید کو تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔ ان کا قصیدہ سبعہ معلقہ میں شامل ہے۔ ان کا دیوان چھپ گیا ہے اور اس کی جرمن زبان میں شرح بھی لکھی جا چکی ہے۔ (طبقات الشعراء ص ۴۳، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ا ص ۱۲۱ و ۱۲۲)

۲۹۔ ابن عبدربہ قرطبی۔ العقد الفرید۔ مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، قاہرہ ۱۳۷۲ھ ج ۳، ص ۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰۔ اوس بن حجر کو مضری قبائل کا سب سے زیادہ قادر الکلام قدیم جاہلی شاعر کہا گیا ہے۔ وصف نگاری اور مسائل حکمیہ کے بیان میں اسے بڑا ملکہ حاصل تھا۔ خصوصاً اسلحہ اور جنگلی گدھے کے بیانِ وصف میں اس نے بڑا کمال دکھایا ہے۔ اس کے اشعار میں ضرب الامثال بھی کثرت سے ہیں۔ زہیر اس کا راوی اور شاگرد تھا۔ اس کا دیوان ویانا اور مصر میں چھپ گیا ہے۔ اس کا جرمنی میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ (الشعر والشعراء۔ ج ۱ ص ۱۵۴ و ۱۵۵، و تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ج ۱، ص ۱۷۹ و ۱۸۰)

۳۱۔ زہیر بن ابی سلمی مزنی۔ شعرائے جاہلیت میں نہایت بلند مقام کا مالک ہے حضرت عمر فاروقؓ اسے سب سے بڑا شاعر کہتے تھے۔ جدت وصف نگاری، بیانِ مکارم اخلاق، مسائلِ حکمت اور بیانِ امثال میں اس کا جواب نہیں۔ مدح نگاری میں بھی اسے امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا دیوان متعدد بار چھپا اور اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ اس کی قدیم شرحوں میں ثعلب کی شرح بہت اہم ہے اور مصر میں چھپ گئی ہے۔ اسے اصحاب المعلقات میں محسوب کیا گیا ہے اور شعرائے جاہلیہ کے پہلے طبقے میں اسے کلیدی حیثیت دی گئی ہے۔ اس نے تقریباً ۶۱۵ء میں ہجرت نبویؐ سے قبل اس دنیا کو خیر باد کہا۔ (طبقات الشعراء ص ۲۹ و جمہرۃ اشعار العرب ص ۵۸ و تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۱ ص ۱۱۳ و ۱۱۴ و حدیث الاربعاء ج ۱ ص ۹۱۔۱۳۷)۔

۳۲۔ حدیث الاربعاء ج ۱ ص ۱۳۸۔۱۵۲ و ادباء العرب۔ ج ۱، ص ۳۲۹

۳۳۔ الشعر والشعراء۔ ج ۱ ص ۱۰۲۔

۳۴۔ طبقات الشعراء۔ ص ۳۲۔۳۴۔

۳۵۔ الشعر والشعراء۔ ج ۱ ص ۱۵۵۔

۳۶۔ المعلقات السبع۔ مطبعہ مصطفیٰ بابی حلبی، مصر، ۱۳۷۹ھ ص ۸۶ و ۹۴

۳۷۔ زہیر بن ابی سلمی۔ دیوان زہیر۔ مطبوعہ فیض الکریم، حیدر آباد ۱۳۴۰ھ ص ۱۷۶ و ۱۸۹۔

۳۸۔ ایضاً / ص: ۵۷۔

۳۹۔ الاستیعاب بھامش الاصابہ ج ۳، ص ۳۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰۔شعر کعب۔ص ۳۲۔

۴۱۔شعر کعب۔ص ۳۹۔

۴۲۔ایضاً۔ص ۱۳۳

۴۳۔تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ۔ج ۱ص ۱۸۳۔

۴۴۔حکیم محمد عمران خاں۔مضمون بر کتب خانہ عرفانیہ۔مطبوعہ رسالۂ معارف، اعظم گڑھ۔مئی ۱۹۶۸ء۔

۴۵۔قرشی نے شعرائے عرب کو سات طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔اصحاب المعلقات ۲۔اصحاب المجمہرات

۳۔اصحاب المنقیات ۴۔اصحاب المذھبات

۵۔اصحاب المراثی ۶۔اصحاب المشوبات

۷۔اصحاب الملحمات۔

کعب کو اصحاب المشوبات میں اس لئے شامل کیا ہے کہ وہ ان شعرا میں ہیں جو پورے شعور اور ذہنی بلوغ کے ساتھ حالتِ کفر اور بعد ازاں حالتِ اسلام میں رہے۔ایسے شعرا میں سے صرف سات کے منتخب قصائد جمہرۃ اشعار العرب میں شامل کئے ہیں۔

(جمہرۃ اشعار العرب ص ۶ و ۷)

۴۶۔الشعر والشعراء۔ج ۱ص ۱۰۴ (ابن قتیبہ نے قصیدۂ اعتذاریہ کے چوبیس شعر نقل کئے ہیں)۔

۴۷۔اعشیٰ کا نام میمون، کنیت ابوبصیر، لقب اعشیٰ اور باپ کا نام قیس تھا۔وہ ربیعہ کی مشہور شاخ بنو بکر بن وائل سے تھا۔اسے ابن سلام نے شعرا کے طبقۂ اولی میں شمار کیا ہے۔یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ طرب وخوشی کے مضامین تمام شعرا سے زیادہ اچھے انداز میں بیان کرتا ہے۔اس کے ایک قصیدے کو بعض علما نے معلقات میں شمار کیا ہے۔جس کا مطلع یہ ہے:

وَدِّعْ هُرَيْرَةَ اِنَّ الرَّكْبَ مُرْتَحِلُ

وَهَلْ تُطِيْقُ وَدَاعاً اَيُّهَا الرَّجُلُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونٹ سفر کے لئے تیار ہیں اب ہریرۃ نامی معشوقہ کو رخصت کر۔ اور کیا
اے شخص تو اس جدائی کو برداشت بھی کر سکتا ہے؟

راویوں کا اتفاق ہے کہ اس نے زمانہ اسلام پایا مگر اسلام نہ لایا۔ آنحضرت ﷺ کی مدح میں اس نے ۷ھ میں جو قصیدہ لکھا، اگرچہ وہ جعلی بھی سمجھا گیا ہے مگر اس کے تمام تر اشعار کو وضعی کہنا درست نہیں۔ اس نے ۷ھ یا ۶۲۹ء میں وفات پائی (طبقات الشعراء ص ۲۷، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۱ ص ۱۱۸ و ۱۱۹ و ادباء العرب ج ۱ ص ۲۶۲۔۲۶۳، وجمہرۃ اشعار العرب ص ۶۷ و ۶۸)۔

۴۸۔ ادباء العرب۔ ج ۱، ص ۲۶۴۔

۴۹۔ دیوان زہیر ص ۸۴۔۱۰۳۔ اس قصیدے کے دیگر اشعار بھی اسی حوالے کے تحت ہیں۔

۵۰۔ عنترہ بن عمرو بن شداد عبسی عرب کے ان چند پرستار زادوں میں تھا جنہوں نے اپنی شجاعت ذاتی اور اعلیٰ شعری صلاحیتوں کی وجہ سے بڑا نام پایا۔ اس کے شجاعانہ کارناموں کو بعد میں فرضی داستانوں کی صورت میں مدون کیا گیا اور اب سے سو سال پہلے تک مصر میں انہیں وہی مقبولیت حاصل تھی جو ہمارے ہاں داستانِ امیر حمزہ کو تھی۔ اس کا دیوان بڑا ضخیم ہے اور چھپ گیا ہے۔ ابن سلام نے اسے چھٹے طبقے میں عمرو بن کلثوم، حارث بن حلزۃ اور سوید بن ابی کاہل یشکری کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اس نے ۶۱۵ء میں انتقال کیا۔ (طبقات الشعراء ص ۵۶ و ۵۷، سبعہ معلقہ ص ۱۴۶، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۱ ص ۱۲۷۔۱۲۹ و حدیث الاربعاء ج ۱ ص ۱۷۸۔۱۸۹)۔

۵۱۔ سبعہ معلقہ ص ۱۵۲۔

۵۲۔ مثقب عبدی کا نام محصن بن ثعلبہ تھا۔ ربیعہ کا قدیم جاہلی شاعر تھا۔ حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کے وابستگانِ دولت میں تھا۔ اس کے بیشتر قصائد اسی عمرو کی مدح میں ہیں۔ اس نے ۵۸۷ھ میں وفات پائی، اس کا دیوان دار الکتب المصریہ میں مخطوطے کی شکل میں موجود ہے۔ اس کی متعدد شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ مفضل ضبی نے اس کے تین قصیدے روایت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے ہیں۔ ابو عمرو بن علاء کہا کرتا تھا کہ اگر تمام اشعار مثقب کے قصیدے جیسے ہوتے تو لوگوں پر ان کا سیکھنا لازمی ہوتا۔ اس کی زبان، بیان اور خیالات سے طٰہٰ حسین کو یہ شبہ ہے کہ یہ شاعر جاہلی نہیں ہوسکتا۔

(تاریخ آداب اللغۃ العربیہ۔ ج ا ص ۱۸۱ و ۱۸۲ و حدیث الاربعاء ج ا، ص ۲۰۳۔۲۱۳)

۵۳۔ مفضل الضبی۔ المفضلیات۔ مطبعہ آبائے یسوعیین، بیروت ۱۹۲۰ء۔ ص ۵۸۴۔

۵۴۔ متلمس ضبی کا نام عبدالمسیح بن عبداللہ تھا۔ وہ ربیعہ کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ بادشاہ حیرہ عمرو بن ہند کا ندیم تھا اس سے بدگمانی کے بعد ملوک غسان کے دربار میں رسائی پائی۔ مشہور صاحب معلقہ شاعر طرفہ بن عبد بکری اس کا بھانجا تھا۔ ابن سلام نے اسے شعراء کے ساتویں طبقے میں رکھا ہے اور اسے سلامہ بن جندل، حصین بن حمام مری اور مسیب بن علس کا ہم سر قرار دیا ہے۔ (طبقات الشعراء ص ۵۸۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ۔ ج ا۔ ص ۱۸۰، ۱۸۱)

۵۵۔ ضیاء الحسن علوی۔ قصائد رنات الطرب۔ مطبع نظامی، بدایوں، ۱۳۵۶ھ ص ۱۵۰۔

۵۶۔ امرء القیس بن حجر کندی خانوادۂ کندہ کا آخری حکم راں تھا۔ اس کے باپ کو بنو اسد نے جو اس کی رعایات تھے، دھوکے سے قتل کر دیا تھا۔ امرء القیس، جو باپ کی زندگی میں لہو ولعب اور عیش وعشرت میں اپنے اوقات گزارتا تھا اور اس وجہ سے الملک الضلیل (گمراہ بادشاہ) کہلاتا تھا، باپ کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، مگر اس کے حامی قبائل ربیعہ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اسے حیرہ کے حکمراں منذر بن ماء السماء نے طلب کیا، یہ اس کے خوف سے شام کی جانب بھاگا اور غسانی حکمراں حارث بن شمر کی وساطت سے قیصر روم سے استمداد کی۔ قیصر نے اس کی ہمت افزائی کی اور یہ اس کے پاس گیا مگر وہاں بیمار پڑ گیا۔ اس کے بدن پر چھالے نکل آئے، جس کی وجہ سے اس کا لقب ذوالقروح (چھالوں والا) پڑ گیا، اور اس نے اس مرض میں ۵۶۰ء میں جان دی۔ عربی زبان میں عشق وغزل، سلیس الفاظ اور بدیع استعاروں کے لئے امرء القیس مشہور ہے۔ اسے علمائے ادب کی بڑی تعداد اشعر شعرا العرب (عرب کا سب سے بڑا شاعر) سمجھتی ہے۔ اس کا دیوان چھپ گیا ہے اور متداول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کا قصیدہ سبعہ معلقہ میں شامل اور سب سے پہلا قصیدہ ہے۔ابن سلام نے اسے شعرا کے پہلے طبقے میں شمار کیا ہے۔

(طبقات الشعراء ص ۲۶، احمد حسن زیات۔ تاریخ الادب العربی۔ مطبوعہ الرسالۃ، مصر (طبع یازدہم) ص ۴۴۔۴۶)

۵۷۔نابغہ ذبیانی۔ابوامامہ کنیت، زیاد نام اور نابغہ لقب ہے۔باپ کا نام معاویہ تھا۔مضری قبائل کی مشہور شاخ قیس عیلان کے قبیلہ بنو ذبیان سے اس کا تعلق تھا۔عربی زبان کے مشاہیر شعرا میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ابن سلام نے اسے شعرائے عرب کے پہلے طبقے میں محسوب کیا ہے۔حماد الراویہ نے العشر الطوال (دس طویل قصائد) میں اس کے قصیدے کو بھی شامل کیا ہے۔تبریزی نے سبعہ معلقہ میں نابغہ کے ایک قصیدے کو داخل کیا ہے۔علمائے شعر نے امرء القیس اور زہیر کے ساتھ تیسرا قادر الکلام اور بہترین شاعر اسی کو قرار دیا ہے۔ اس کے کنایات واستعارات اپنی ندرت، اس کے الفاظ اپنی سلاست اور اس کے مفاہیم اپنی برجستگی اور بے تکلفی کے لئے مشہور ہیں۔نابغہ نے ہجرت نبویؐ سے اٹھارہ سال قبل انتقال کیا۔

(طبقات الشعراء ص ۲۵ و تاریخ الادب العربی ص ۴۷ و ۴۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲

امام ابوعبداللہ محمد بن قُتیبہ دینوریؒ

اور کتاب

''المعارف فی التاریخ''

ابنِ قُتیبہ کے حالاتِ زندگی

۱۳۲ھ (۷۵۰ء) میں بنوامیہ کے زوال کے بعد بنوعباس برسرِاقتدار آئے۔ یہ محض ایک خانوادۂ حکومت کی تبدیلی نہ تھی۔ اسی طرح یہ دمشق سے بغداد کو سیادت کی منتقلی ہی نہ تھی اور نہ صرف عربوں کے بجائے عجمیوں کی بالادستی ہی کی مظہر تھی۔ بلکہ اسرۂ حاکمہ کی یہ تبدیلی ایک نئے دور کا آغاز اور ایک نئی فکری و علمی سرگرمیوں کی ابتدا تھی۔ عہدِ خلفائے راشدین و دورِ اُموی میں عربوں کی عسکری قوت نے اہلِ عجم کو زیر کیا تھا، اب جو دور آیا، اُس میں مفتوحین کی تہذیب و ثقافت نے فاتحین کو مفتوح کیا، اس فکری انقلاب نے یہ ثابت کر دیا کہ علم تلوار سے زیادہ قاطع و براں ہے اور ذہنی قوت، جسمانی طاقت سے بدرجہا فائق ہے۔

عہدِ عباسی قلم کے جوہر کی آزمائش کا عہد تھا۔ فکرِ اسلامی کی تشکیل و تعمیر و ترقی کا دور تھا اور ایک ایسی ثقافت کا دور تھا جس کا جسم عجم کا، جس کی روح عرب کی اور جس کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہن ایمان وایقان کی دین تھا۔

فکری سطح پر اگر ایک طرف، تعقل پسند معتزلہ کے علماء نظر آتے ہیں، جن کی بدولت عقل کی نقل پر برتری اور درایت کی روایت پر ترجیح زور پکڑتی ہے۔ اور یوں المامون (۲۱۸ھ)، المعتصم (۲۲۷ھ) اور الواثق (۲۳۲ھ) کی سرپرستی میں کلام باری، ارادۂ باری اور حیات باری کے دقیق مباحث پر عقل کی موشگافیوں کا ہنگامہ برپا ہوتا ہے، تو دوسری طرف المہدی (۱۶۹ھ) الہارون (۱۹۳ھ) اور التوکل (۲۴۷ھ) کی حمایت سے محدثین نقل کی عقل پر اور روایت کی درایت پر فضیلت کے مبلغ دکھائی دیتے ہیں۔ اور یوں سرکاری جبر کی بدترین مثال قائم ہوجاتی ہے، کبھی اہل عقل کی اور کبھی دلدادگانِ نقل کی حمایت میں۔ سیاسی دھڑے بندیوں کے نتیجے میں جو مذہبی فرقے وجود میں آگئے تھے، ان کے بڑوں نے فرقہ بندی کی خلیج کو اور گہری بنانے کی غرض سے، اپنے سیاسی اختلافات کو مزید تقویت پہنچانے کی غرض سے اور اپنے وجود کو دوام بخشنے کی غرض سے، فکری ونظری اساس فراہم کی۔ اسی طرح مجوس، نصاریٰ ویہود کے گروہوں نے نہایت چالاکی سے اسلام میں اپنے عقائد کی پیوندکاری کی۔ قرامطہ، غلاۃ، مشبہہ اور مجسمہ کے ناموں سے ان فرقوں نے ذہنی پراگندگی اور فکری تشتت کو عام کردیا۔ زنادقہ، اباحیہ اور خرم دینیہ کے احزاب نے فکری سطح پر پریشان نظری، معاشرے کی بربادی اور اسلامی تعلیمات کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور انہیں عام کیا۔

بغداد، کہ اس نئی خلافت کا مرکز تھا، عراق کے جس حصے میں واقع تھا، وہ اکاسرۂ بزرگ کے پایۂ تخت مدائن سے کچھ دور نہ تھا۔ وہ ساسانی بادشاہوں کی تہذیبی روایات کا امین اور ایرانی معاشرتی زندگی کا ترجمان و پاسبان تھا۔ اپنی اصل میں یہ معاشرہ ایرانی تکلفات کا پیکر اور بازنطینی تعیشات کا مظہر تھا، عربوں کی سادگی اور اُمویوں کی بدویت سے اسے کوئی علاقہ نہ تھا۔ بغداد کے محلات وقصور، ایوانِ کسریٰ کے ملبے سے تعمیر ہوئے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ اسی کا پیکرِ نو اور قالبِ تازہ تھے۔ بغداد کی روزمرہ کی زندگی، رنگا رنگ اور بوقلموں تھی۔ المہدی، الہارون الامین اور المامون کا بغداد، عبدالملک، الولید، عمر بن عبدالعزیز اور ہشام کے دمشق سے، معاشرتی خدوخال اور تہذیبی رچاؤ میں یکسر مختلف تھا۔ حرم کی پر تعیش زندگی کا، جو بغداد میں پروان چڑھ رہی تھی، اگر اندازہ لگانا ہو، تو ابونواس، مسلم بن ولید اور حسین خلیع کے دواوین کی ورق گردانی کرنی چاہیئے یا پھر ''ہزار داستان'' کے عربی چربے الف لیلہ ولیلہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ایک ایسا معاشرہ، جیسا کہ بغداد کا تھا، اسلامی روحِ جہاد کے مضمحل ہو جانے کے بعد، خلاعت، مجون اور خرمیت کا نمایندہ و آئینہ دار بن گیا تھا۔ فکری بے راہ روی اور معاشرتی بگاڑ کو اس عہد میں ''زندقہ'' کے اصطلاحی نام سے، ظاہر کیا گیا ہے۔ المہدی اور اس کے جانشینوں نے اس کی بیخ کنی کی سرکاری سطح پر کوششیں کیں اور معتزلی دانش وروں نے علمی محاذ پر اسے شکست دینے پر اپنی ہمت مرکوز کی۔ لیکن یہ زہر جو اس عہد کے معاشرے میں سرایت کر گیا تھا، کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا۔

عرب و عجم کے اختلاط سے عہد اموی میں کم از کم عراق کی حد تک نسلی تفوق و تنزل کی کشمکش کا آغاز ہو چکا تھا، مگر عربوں کی سیاسی و عسکری بالادستی کی وجہ سے عربیت کے خلاف عجمیت کی تحریک، کہ ''شعوبیہ'' کہلاتی ہے، برگ و بار نہ لا سکی، لیکن دم بھی نہ توڑ سکی اور ایک قوی رجحان کی شکل میں موجود رہی۔ بنوعباس کے بنواُمیہ پر چیرہ دست ہونے اور خراسانیوں کے عربوں پر غالب ہونے کے بعد صورت حال میں یکسر تبدیلی آئی اور ''شعوبیہ'' تحریک نے نہ صرف یہ کہ بال و پر نکالے، بلکہ اپنے مضبوط بازو پھیلائے اور معاشرے کے بہت سے مظاہر کو اپنے پروں میں چھپا لیا۔ عرب و عجم کی یہ کشمکش عباسیوں کے دورِ زرین میں محسوس حد تک پروان چڑھتی دکھائی دیتی ہے۔ اسے علمی حیثیت بھی حاصل ہو گئی اور مثالب عرب و محاسن عجم پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ چل پڑا۔ الجاحظ و ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنہ کی کتابیں ان ہی لوگوں کی مخالفت میں لکھی گئیں۔

عہد عباسی ذہنی وفکری سرگرمیوں کے لئے دوسرے ادوار سے نمایاں ہے۔اس عہد میں اسلامی علوم کی تدوین و ضابطہ بندی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ احادیثِ نبویہ کی روایت، تحریر وتسوید کا سلسلہ عہد بنی اُمیہ میں شروع ہو چکا تھا۔اس دور میں اُن کی تدوین کا کام سب سے پہلے علماء کی توجہ کا مرکز بنا۔اس کے ساتھ ہی احادیث کی درجہ بندی اور مضامین کے اعتبار سے ان کی فنی تقسیم بھی کی گئی۔ چنانچہ وہ احادیث، جو قرآن مجید کے اسبابِ نزول، حلِ مشکلات وافرادواقوام کے تذکروں سے تعلق رکھتی تھیں، انہیں ''تفسیر'' کے عنوان کے تحت الگ کیا گیا اور جن حضرات نے اسے اپنا موضوع بنایا، انہیں ''مفسرین'' و ''قراء'' کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ وہ احادیث، جن کا تعلق احکام ومسائل سے تھا، یا عبادات ومعاملات سے وہ متعلق تھیں، انہیں ابواب فقہ کے تحت مدون کیا گیا اور ان کے مجتہدین کو ''فقہاء'' کہا گیا۔ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حالات، غزواتِ نبویہ اور فتوحاتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والی احادیث کو فن مغازی وسیر کے علماء نے ایک مستقل فن کی حیثیت سے مدون ومرتب کیا۔ وہ احادیث جو عقائد، ذات وصفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق نہیں، انہیں متکلمین نے علم کلام کے تحت علیحدہ مرتب کیا۔

یوں علومِ اسلامی کی تدوین کا آغاز، تدوینِ حدیث سے ہوا اور ان کے تفریع و تقسیم سے علومِ سیر ومغازی، علومِ تفسیر قرآنی، علومِ احکام فقہی وعلم کلام وغیرہ کی بنیادیں قائم ہوئیں۔ قرآن مجید کے الفاظ، جُمل واسالیب پر توجہ دی گئی اور غریب ومشکل الفاظ کی تشریح وتوضیح کی غرض سے اشعار وامثالِ عرب سے استشہاد کیا گیا اور اگر ایک طرف علوم قرآن کی تدوین ہوئی، تو دوسری جانب اشعارِ عرب جاہلیت، اشعار شعرا مخضرمین، شعرا اسلامی واُموی کے مشہور قصائد ودواوین کی جمع وتدوین پر توجہ دی گئی۔ عربی زبان کے صرف ونحو کو بصری وکوفی مکاتب فکر کے ادبا نے ایک طرح کی ادبی معرکہ آرائی میں تبدیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا اور ہمارے فاضل ابن قتیبہ نے ایک مستقل بغدادی مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی۔ اسی کے ساتھ خلیل ابن احمد فراہیدی نے علم عروض وقوافی کو مدون کیا۔ اس کے علاوہ احادیث کے رواۃ، صحابہ وتابعین، ائمہ فن وعلماء کے حالات زندگی کتب طبقات میں جمع کیے گئے۔

مذہبی وادبی علوم کی تدوین کے ساتھ دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر عبداللہ المنصور باللہ (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) کے عہد میں طب، ریاضی اور سائنسی علوم کے عربی زبان میں ترجمے کا سلسلہ شروع ہوا، یہ سلسلہ عباسی خلیفہ عبداللہ المامون (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) کے برسر اقتدار آنے کے بعد اور دراز ہوا اور یونانی علوم فلسفہ، ریاضی و ہیئت کے اساطین علماء کی کتابوں کے عربی میں ترجمے ہوئے۔ سریانی و صابئی، ایرانی و ہندی فضلاء کے علمی کارناموں کو بھی عربی زبان میں منتقل کیا گیا اور اس کے بعد مستقل تصانیف و سائنسی تجربات کا آغاز ہوا۔ المامون اپنی علمی فضیلت کی بناء پر مسلمان سربراہان حکومت میں امتیازی حیثیت کا مالک ہے، وہ جب مرو (خراسان) سے بغداد آیا اور اس کی خلافت کا دور ثانی ۲۰۲ھ تا ۲۱۸ھ شروع ہوا، تو بغداد کی علمی، فکری و دماغی سرگرمیاں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئیں۔ یوں یہ دور بغداد کی علمی مساعی کا عہد زریں ہے۔

امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۱۳ھ تا ۲۷۶ھ) اس علم پرور اور عالم خلیفہ کے دور میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں انہوں نے تعلیم پائی اور اس شہر کی علمی فضاء میں ان کی فکری و ذہنی تربیت ہوئی۔ نوجوان ابن قتیبہ کے اخاذ ذہن نے عہد مامونی کی علمی مجالس اور ''بیت الحکمۃ'' کے مباحثوں سے اخذ فیض کیا۔ اس عہد کے جن بغدادی فضلاء سے انہوں نے کسب علم کیا، ان کے علاوہ ایسے علماء بھی بغداد میں موجود تھے جو آسمان فضیلت کے آفتاب و ماہتاب تھے مگر ابن قتیبہ صغرسنی کے باعث اُن سے براہ راست فیض یاب نہ ہو سکے، مگر ایک مستعد طالب علم کے لئے، جیسے ابن قتیبہ تھے، ان سے استفادہ بعید از قیاس نہ تھا۔ مشہور محدث وعالم سیر ومغازی محمد بن سعد کاتب الواقدی (م ۲۳۰ھ) عہد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباسی کے ممتاز شاعر اور سخن فہم ابوتمام الطائی (م ۲۳۲ھ)، لغوی کبیر ابن الاعرابی (م ۲۳۱ ھ) اور متکلم وادیب ابو ہذیل علاف (م ۲۳۲ھ) بغداد میں مسند آرائے علم وفضل تھے اور گمان قوی ہے کہ ان حضرات کی علمی مجالس سے ابن قتیبہ نے ضرور استفادہ کیا ہوگا۔

اسی طرح بغداد کے جن نامور اہل علم کو ابن قتیبہ کی معاصرت حاصل ہے، ان میں شعراء میں علی بن جہم (م ۲۴۹ھ) حسین بن ضحاک (م ۲۵۰ھ) لغت وزبان عربی کا ماہر ابن السکیت (م ۲۴۴ھ)، ادیب وعالم سیر محمد بن حبیب (م ۲۴۵ھ) ماہر انساب زبیر بن بکار (م ۲۵۶ھ) ادباء میں ابوالعباس المبرد (م ۲۸۵ھ)، مورخین میں یعقوبی (م ۲۸۴ھ) اور ابوحنیفہ الدینوری (م ۲۸۲ھ) جیسے فضلاء کے نام ہیں۔ یوں بغداد کی علمی فضا بغدادی اساتذہ، بزرگ فضلا، لائق معاصرین اور المامون والواثق جیسے علم پرور وعالم خلفا کی موجودگی کے باعث تیسری صدی ہجری کا بغداد نہ صرف اپنے عہد میں منقطع النظیر تھا، بلکہ بعد کے ادوار میں بھی بے مثال تھا، ابن قتیبہ کو اس منبع علم وفضل سے استفادے کا موقع ملا اور یہ ایسا شرف ہے جو بہت ہی کم لوگوں کو ملتا ہے۔

نام ونسب

ابن قتیبہ کے نام اور کنیت میں تذکرہ نویسوں کے ہاں اختلافات ہیں۔ بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابومحمد تھی۔ جبکہ دوسری روایات کی رو سے ان کا نام محمد اور کنیت ابوعبداللہ قرار پاتی ہے۔ ان کے والد کا نام مسلم اور دادا کا نام قتیبہ تھا۔ مسلم قرآن وحدیث کے عالم تھے اور اپنے عہد کے حفاظ حدیث میں شمار ہوتے تھے۔ ابن قتیبہ کے والد مسلم کا وطن مرو تھا، جو خراسان کا مرکزی شہر اور پایۂ تخت تھا۔ مسلم نے مرو سے نقل مکانی کر کے کوفے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہیں رجب ۲۱۳ھ میں ابن قتیبہ پیدا ہوئے۔ ایک دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم نے کوفے کی سکونت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترک کردی تھی اور مستقل طور سے بغداد میں توطن اختیار کرلیا تھا اور ان کے نامور فخرِ اسلاف صاحب زادے عبداللہ یا محمد اسی شہر میں کہ مرکز خلافت ومہبطِ علماء تھا، پیدا ہوئے۔ بہر کیف خواہ وہ کوفہ ہی میں کیوں نہ پیدا ہوئے ہوں اُن کی تعلیم وتربیت اور نشوونما بغداد ہی میں ہوئی۔ اور اسی گہوارۂ علم وفضل سے انہیں شرفِ انتساب حاصل ہے۔ خاک بغداد اُن کی کچھ ایسی دامن گیر ہوئی کہ ایک مختصر عرصے کے سوا، جب وہ دینور کے قاضی ہوکر یہاں سے چلے گئے تھے، انہوں نے اپنی ساری عمر اسی شہر بغداد میں گزاری اور یہیں پیوندِ خاک ہوئے، سو وہ اول وآخر بغداد کے تربیت یافتہ، پروردہ اور یہاں کی علمی روایات کے امین ومحافظ رہے۔

ابن قتیبہ کو اُن کے آبائی وطن مرو کی نسبت سے مروزی (باشندۂ مرو) بھی کہا جاتا ہے۔ مگر عجب اتفاق ہے کہ ان کے نام کو سب سے زیادہ شہرت دِینَور کی نسبت سے ہوئی، یا یوں کہیے کہ ان کے انتساب سے دِینَور کو شرف حاصل ہوا، حالانکہ اس شہر سے ان کا تعلق محض عارضی تھا اور چند برسوں سے زیادہ نہیں اور وہ بھی ایک سرکاری عہدے کے تعلق سے۔ معلوم نہیں کہ وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر قریب قریب تمام تذکرہ نگاروں نے انہیں دینوری لکھا ہے۔ اس سے اکثر ناواقفوں کو یہ مغالطہ ہوا ہے کہ وہ دینور کے رہنے والے تھے، جب کہ ایسا نہیں ہے۔ بہر کیف بہ ادنیٰ ملابست ان کی شہر دینور سے بھی یک گونہ نسبت رہی ہے۔

تعلیم وشیوخ

ابن قتیبہ نے اپنے عہد کے نامور شیوخ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ ان کے استادوں میں مندرجہ ذیل ناموں کو ان کے علم وفضل کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل ہے۔

۱۔ مسلم بن قتیبہ، صاحبِ تذکرہ کے والد۔ ان سے ابن قتیبہ نے بطورِ خاص علم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی تحصیل کی۔

۲۔ابوعبداللہ محمد بن سلّام جمحی متوفی ۲۳۱ھ، جو شعرائے عرب کے پہلے تذکرے ''طبقات الشعراء'' کے مؤلف اور قدیم اہل اخبار و راویان شعر میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ابن قتیبہ نے ان سے اخبار و واقعاتِ شعرائے جاہلیہ و اسلام اور فنونِ ادبیہ کی تحصیل کی۔

۳۔دعبل الخزاعی، متولد ۱۴۸ھ و متوفی ۲۴۶ھ، کہ اپنے عہد کا نامور شاعر، شیعۂ کیسانیہ کا ترجمان اور خبیث اللسان تھا شعر و شاعری میں یہ دعبل، ابن قتیبہ کا استاد ہے۔

۴۔ابواسحاق ابراہیم بن سفیان زیادی متوفی ۲۴۹ھ۔ یہ ابواسحٰق مشہور زبان داں و ماہر لسانیات سیبویہ، اصمعی و ابوعبیدہ کے شاگرد تھے۔ ابن قتیبہ کی صرف و نحو، لسانیات و ایامِ عرب سے واقفیت کا بیشتر مدار انہیں زیادی کے علم پر ہے۔

۵۔ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ، متولد ۱۵۰ھ و متوفی ۲۵۵ھ۔ بصرہ کے افاضل روزگار سے تھے۔علم کلام میں نظام معتزلی کے شاگرد رشید اور ایک مستقل مکتبۂ فکر کے بانی ہیں۔ جاحظ کلام، ادب، تاریخ، لسانیات، حیوانیات غرض اپنے عہد کے متعارف علوم و فنون کی جملہ شاخوں میں تبحرِ کامل رکھتے تھے۔عربی انشا پردازی و عربی زبان کے اساطین اربعہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جاحظ جیسی نابغہ عصر شخصیت، عہد اسلامی میں دو چار سے زیادہ نہ ہوں گی۔عربی نثر نگاری میں ان کا اسلوبِ نگارش ایک عرصے تک نمونہ رہا۔اور آج بھی رواں و فصیح نثر کا اعلیٰ شاہکار شمار ہوتا ہے۔ابن قتیبہ کی کلاہِ افتخار میں ایسے عبقری عصر و یکتائے زمانہ شخص سے تلمذ کی کلغی بھی ہے، ابن قتیبہ نے عربیت، انتقاد اور کلامی مباحث کی تعلیم انہیں جاحظ سے پائی تھی۔

۶۔احمد بن سعید، تلمیذ ابوعبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ۔ابن سعید سے، ابن قتیبہ نے نظام مالیات اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔خصوصاً ان کے استاد ابوعبید کی کتاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاموال، جو اسلام کی مالیاتی تاریخ میں منقطع النظیر کتاب ہے اور بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۷۔ یحییٰ بن اکثم تمیمی مروزی متوفی ۱۵ ذوالحجہ ۲۴۲ھ یا یکم محرم ۲۴۳ھ۔ فقہ و فصلِ خصومات میں شہرۂ آفاق تھے۔ امام شافعیؒ اور امام عبداللہؒ بن مبارک کے شاگرد تھے۔ امام ابوعیسیٰؒ ترمذی نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ مامون کے عہد سے لے کر متوکل کے عہد تک (۲۰۴ھ تا ۲۴۲ھ) مختلف وقفوں سے منصب قضا پر فائز رہے۔ ان کی حیثیت قلم رو عباسیان میں قاضی القضاۃ کی تھی، کہ بغداد کے قاضی کو اس عہد میں یہ اختصاص حاصل تھا۔ ابن اکثمؒ نہایت ذہین، حاضر جواب اور حق گو تھے۔ ابن قتیبہ نے ان سے بغداد کے علاوہ سفرِ حج کے دوران مکہ میں حدیث کی سند حاصل کی۔

۸۔ ابوحاتم سہل بن محمد بجستانی، بصرہ کے باشندہ اور علوم قرآن، لغت و شعر کے امام تھے۔ ابوعبیدہ، ابوزید قرشی اور اصمعی کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ ابن قتیبہ کے علاوہ مشہور لغوی ابن دُرید، ان کے شاگرد ہیں۔ عروض و استخراج معمی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ شاعر بھی تھے۔ حسب روایت سیوطی ۲۵۰ھ میں وفات پائی۔ مگر ابن ندیم کا بیان ہے کہ ان کا سالِ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ ابن قتیبہ نے علوم قرآن و لغت کی ان سے تحصیل کی۔

۹۔ ابو یعقوب اسحاق بن ابی الحسن ابراہیم مروزی معروف بہ ابن راہویہ۔ اپنے وقت کے حدیث و فقہ کے امام تھے۔ ائمہ اسلام میں محسوب ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ کی علمی صحبت سے مستفید ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ حدیث میں ان کی ذات مرجع محدثین اور ان کی سند موثق ترین شمار ہوتی ہے۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی و نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ خود ابن راہویہ کے اساتذہ میں سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح اور یحییٰ بن آدم جیسے محدثین و فقہاء شامل ہیں۔ خراسان کے شہر مرو میں ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں ۱۵ شعبان ۲۳۸ھ کو انتقال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ ابن قتیبہ کا ابن راہویہ سے انتساب ایسا شرف ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔

سطورِ بالا میں ابن قتیبہ کے اساتذہ کے جو نام دیئے گئے ہیں، ان سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کے بلند پایہ محدثین، فقہاء، ادبا لغویین، مفسرین، مورخین اور متکلمین سے فیض حاصل کیا۔ انہیں حضرات کی تعلیم کا اثر تھا کہ ابن قتیبہ نے مختلف علوم وفنون پر ماہرانہ قلم اٹھایا اور بہت سے موضوعات پر نہایت شرح وبسط کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔

تلامذہ

ابن قتیبہ کی علمی جلالتِ شان کا یہ اقتضا ہے کہ ان کے تلامذہ کی تعداد خاصی بڑی ہو۔ شاگردوں کی اس طویل فہرست میں جن لوگوں کو شہرت حاصل ہوئی، اُن میں سے چند نام یہ ہیں:

۱۔ ابوجعفر احمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ۔ صاحبِ ترجمہ کے نامور فرزند ہیں، اپنے باپ اور علما بغداد سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ اپنے والد کی کتابوں کے راوی تھے اور طلبہ کو ان کا درس دیتے تھے۔ اخیر عمر میں مصر قدیم (الفسطاط) کے قاضی ہو گئے تھے اور وہیں ۳۲۲ھ میں دورانِ ملازمت داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اپنے والد کے برعکس فقہ مالکی کے پیرو اور امام مالکؒ کے مقلد تھے۔

۲۔ ابوبکر محمد بن خلف بن مرزبان۔ بغداد کے محلے ''الحول'' کی نسبت سے الحولی کہلاتے ہیں۔ حدیث وادب کے عالم تھے۔ متعدد تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ روایت حدیث میں صادق وثقہ تھے۔ مشہور ادیب ولغوی ابن الانباری ان کے شاگرد ہیں۔ ۳۰۹ھ میں وفات پائی۔

۳۔ ابوالقاسم عبداللہ بن احمد تمیمی متوفی ۳۳۴ھ۔ روایت حدیث میں انہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند اعتبار حاصل ہے۔ مشہور محدث دارقطنی نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ بقول ابن الجوزی نہایت ثقہ تھے۔ ذوالحجہ ۳۳۴ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔

۴۔ ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ بن مرزبان متولد ۲۵۸ھ و متوفی ۳۴۷ھ۔ اگرچہ ان کا وطن فارس تھا، مگر ساری عمر بغداد میں گزار دی۔ علوم ادبیہ میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ وہ نحوی کے لقب سے ملقب تھے۔ مشہور محدث دارقطنی کے استاد تھے۔

۵۔ ابو القاسم ابراہیم بن محمد الصائغ متوفی ۳۱۳ھ۔ ابن قتیبہ سے اُن کی تمام تصانیف روایت کی ہیں۔ ثقہ اور معتبر سمجھے جاتے تھے۔

عقیدہ

ابن قتیبہ کے عقائد سے متعلق ثقہ علماء و ائمہ کا اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ وہ اہل السنّت والجماعت سے تھے۔ امام ابن تیمیہ، حافظ سلفی اور مسلم بن قاسم وغیرہ نے ابن قتیبہ کو اہل السنّت والجماعت کا امام کہا ہے۔ خطیب بغدادی، علامہ ابن حزم ظاہری، حافظ ذہبی اور ابن الجوزی نے انہیں ثقہ، صدوق اور معتبر کہا ہے۔

علمائے اسلام کی خارجی شہادتوں کے علاوہ ابن قتیبہ کی تصانیف کی داخلی شہادتوں سے بھی ان کے مسلک اہل السنّت والجماعت کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ معتزلہ جو ''خلقِ قرآن'' کے قائل تھے، اُن کے رد میں ابن قتیبہ نے اپنا مشہور رسالہ **الرد علی القائل بخلق القرآن** تصنیف کیا۔ اسی طرح فرقہ مشبہ اور جہمیہ کے رد میں ایک کتاب بہ نام **الرد علی الجهمية والمشبهة** تحریر کی۔ ابن قتیبہ کے زمانے میں ''شعوبیہ'' تحریک بھی جڑ پکڑ چکی تھی اور خلیفہ المامون عباسی (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) کے عہد میں ایرانی عنصر کے غلبے کے باعث اہل عجم کی بالادستی کی وجہ سے اس تحریک کو نہایت قوت حاصل ہوئی اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وطنی تحریک کے نتیجے میں عرب اور اسلام کی حیثیت کم ہو گئی تھی۔

ابن قتیبہ، ہر چند کہ خود خراسانی الاصل تھے، اس شعوبیہ تحریک کے سخت مخالف تھے اور انہوں نے اپنی مشہور کتاب فضل العرب علی العجم اسی گروہ کی تردید میں تالیف کی۔ ابن قتیبہ کے اہل السنت والجماعت کے مسلک سے وابستہ ہونے کی ایک نہایت قوی شہادت یہ ہے کہ وہ خلیفہ المتوکل علی اللہ عباسی (۲۳۲۔۲۴۷ھ) کے عہد میں دینور کے قاضی مقرر کیے گئے تھے۔ المتوکل معتزلہ اور شیعہ کا مخالف اور متعصب حامیٔ سنت تھا۔ اس کے عہد میں کسی غیر سنی کا قاضی مقرر کیا جانا مستبعد اور ناممکن تھا۔

مشاغل

ابن قتیبہ کا محبوب مشغلہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف تھا اور ان کی عمر کا بیشتر حصہ اس میں بسر ہوا۔ عہد عباسی کے مشہور وزیر ابوالحسن عبید اللہ بن خاقان (متوفی ۲۶۳ھ) کے وہ وابستگانِ دولت میں تھے اور اپنی بعض تصانیف اسی وزیر کے نام سے معنون کی ہیں، مثلاً کتاب ادب الکاتب۔ اسی وزیر کے توسل کے نتیجے میں وہ دینور کے قاضی مقرر کیے گئے تھے۔ اپنے علمی مخالفین سے مناظرہ اور قلمی جنگ ان کا محبوب مشغلہ معلوم ہوتا ہے۔ عربی زبان ولغت ونحو میں اس وقت دو مدرسہائے عربیت نمایاں تھے۔ ایک مدرسہ بصرہ اور دوسرا مدرسہ کوفہ۔ ابن قتیبہ نے ان سے علمی مباحثے کیے اور ایک مستقل مدرسۂ بغداد کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح فکری وعقلی مسائل میں معتزلہ، مشبہہ اور جہمیہ سے انہوں نے کامیاب معرکے کیے۔ گویا علمی تصانیف، تدریس اور اپنے حریفوں سے معرکہ آرائیاں ان کے دلچسپ ومحبوب مشاغل تھے۔

وفات

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے ۶۳ سال کی عمر میں ایک مختصر علالت کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغداد میں یکم رجب ۲۷۶ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ایک بیٹا ابو جعفر احمد یادگار چھوڑا۔

تصانیف

ابن قتیبہ نے ۳۷ چھوٹی بڑی کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں سے بعض طبع ہو چکی ہیں اور بعض ہنوز طبع نہیں ہوئی ہیں۔ ان کتابوں میں سے مشہور اور مطبوع کتابیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ غریب القرآن

۲۔ مشکل القرآن

۳۔ تاویل مختلف الحدیث

۴۔ المسائل والاجوبۃ فی الحدیث والفقہ

۵۔ الرد علی الجہمیۃ والمشبہ

۶۔ ادب الکاتب

۷۔ المیسر والقداح

۸۔ الشعر والشعراء

۹۔ عیون الاخبار

۱۰۔ کتاب المعارف

ابن قتیبہ کی جانب ایک کتاب بنام ''الامامۃ والسیاسۃ'' بھی منسوب ہے۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور ایک مخصوص گروہ نے اپنے مخصوص عقائد کے اثبات میں اسے استعمال کیا ہے۔ یہ کتاب جعلی ہے اور ابن قتیبہ کی تصنیف نہیں ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ ابن قتیبہ کی تصانیف کا ذکر کرنے والوں نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ کتاب میں یہ مذکور ہے کہ ابن قتیبہ دمشق میں تھے، جبکہ وہ دینور کے علاوہ بغداد سے باہر کہیں نہیں گئے۔

۳۔ اس کتاب میں قاضی ابویعلیٰ (۴۸۱ھ) سے ابن قتیبہ کی روایت ہے جبکہ وہ ابویعلیٰ کی وفات کے ۶۵ سال بعد پیدا ہوئے۔ ابویعلیٰ سے ان کی روایت ناممکن اور محال ہے۔

۴۔ صاحبِ کتاب نے اس میں ایک ایسی عورت سے روایت کی ہے جو فتحِ اُندلس کی عینی شاہد تھی۔ حالانکہ ابن قتیبہ کی ولادت سے ایک سوبیس سال پہلے ۹۳ھ میں اُندلس فتح ہوا۔

۵۔ کتاب الامامت والسیاست کے مؤلف نے بیان کیا ہے کہ مشہور فاتح موسیٰ بن نصیر نے شہر مراکش (۹۲ھ) میں فتح کیا تھا۔ حالانکہ مرابطون کے سلطان یوسف بن تاشفین نے ۴۵۵ھ میں یہ شہر آباد کیا، یعنی ابن قتیبہ کی ۲۷۶ھ میں وفات کے کوئی دوسو سال بعد۔

۶۔ کتاب الامامت والسیاست میں بیان کردہ عقائد وافکار ابن قتیبہ کی دیگر تمام تصانیف سے نہ صرف یہ کہ یکسر مختلف ہیں، بلکہ متضاد بھی ہیں۔

۷۔ اس کتاب کی زبان ابن قتیبہ کے عہد کی زبان سے قطعاً مختلف ہے۔

ابن قتیبہ کی مندرجہ بالا تصانیف میں سے ہم کتاب المعارف کا بطورِ خاص ذکر کریں گے۔

کتاب المعارف کی خصوصیات

امام ابن قتیبہ کی تصانیف میں ان کی کتاب ''المعارف'' کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، قریب قریب تمام قدیم تذکرہ نگاروں نے اس کتاب کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے۔ بعض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ نویسوں نے اس کے نام میں تاریخ کا اضافہ کیا ہے اور اسے کتاب المعارف فی التاریخ سے موسوم کیا ہے۔ غالباً ابن قتیبہ سے پہلے کسی مصنف نے کوئی کتاب ''المعارف'' کے نام سے نہیں لکھی ہے، مگر ان کے بعد اُن کی اتباع میں اس نام سے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح موضوع کے لحاظ سے بھی کتاب ''المعارف'' منفرد حیثیت کی مالک ہے۔

ان سے پہلے ان کے استاد قاضی وکیع بن محمد بن خلف نے بھی ''الشریف'' نامی کتاب اسی سے ملتے جلتے موضوع پر لکھی تھی، جس سے اُنہوں نے اپنی ضخیم کتاب ''عیون الاخبار'' میں استفادہ کیا ہے، اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ المعارف غالباً الشریف سے پہلے لکھی گئی ہے، ورنہ ابن قتیبہ اس سے ''المعارف'' میں ضرور اقتباس کرتے اور اس کے حوالے دیتے۔ ابن قتیبہ کے ایک سینئر معاصر محمد بن حبیب بغدادی (متوفی ۲۴۵ھ) نے اس موضوع پر ''المحبر'' نامی کتاب تحریر کی ہے۔ یہ کتاب ''المعارف'' سے بہت مماثلت رکھتی ہے، مگر ترتیب وتنسیق میں اس سے کم حیثیت ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ ابن قتیبہ نے اس کتاب ''المحبر'' سے اخذ و تلخیص کی ہے اور کتاب ''المعارف'' ایک حد تک ''المحبر'' کی مرہونِ منت ہے۔ لیکن ابن قتیبہ نے اس کے حوالے نہیں دیئے ہیں۔ قیاس چاہتا ہے کہ اخذ وتلخیص وتنسیق کا الزام ابن قتیبہ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ وہ اور ابن حبیب معاصر ہیں اور المحبر کی تصنیف کے وقت ان کی عمر ۳۲ سال کے قریب تھی، وہ متعدد کتابوں کے مصنف اور علمی دنیا میں ابن حبیب سے زیادہ متعارف تھے۔ یہ زمانہ عباسی خلیفہ المتوکل علی اللہ کی خلافت سے تعلق رکھتا ہے اور ابن قتیبہ دینور کے قاضی اور حکومت کے توسل کے سبب روشناس عام تھے۔ ابن حبیب اور ابن قتیبہ نے غالباً ایک ہی ماخذ سے استفادہ کیا ہے اور دونوں ہی نے ایک ہی منبعِ علم وفضل سے فیض پایا ہے۔

اس قیاس کی توثیق مزید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس عہد کے مشہور عالم و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہر جغرافیہ ابوعلی احمد بن عمر معروف بہ ابن رستہ نے اصفہان میں اپنی ضخیم کتاب ''الاعلاق النفیسہ'' تحریر کی ہے۔ اس کتاب کی ایک فصل انہیں مباحث سے تعلق رکھتی ہے، جنہیں ابن حبیب و ابن قتیبہ نے اپنا موضوع بنایا ہے۔ ابن رستہ نے اپنی کتاب میں ان دونوں کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ کتاب ''المحبر'' حیدرآباد (دکن، ہند) سے شائع ہو چکی ہے۔ لاہور کے ایک ناشر نے بھی اسے چھاپ دیا ہے۔ دونوں کتابوں کے مطالعے سے ''المعارف'' کا تفوق ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں المحبر بے کیف نظر آتی ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ ابن قتیبہ، ابن حبیب سے بہت بڑے انشا پرداز ہیں اور انہیں عہد عباسی کے نثر نگاروں کے اساطین میں شمار کیا جاتا ہے۔ مزید برآں ابن قتیبہ کو متقدمین میں جو ثقاہت و استناد حاصل ہے، ابن حبیب کو وہ مقام نہیں دیا گیا ہے۔

کتاب المعارف اپنی شہرت کی وجہ سے علمی دنیا میں ابتدا ہی سے روشناس و متعارف رہی ہے، جبکہ کتاب المحبر اس شہرت و قبولیت عامہ سے عاری رہی ہے۔ بہرکیف متقدمین کی تصانیف میں ''المعارف'' اور ''المحبر'' کو اہمیت حاصل ہے اور بقول ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است'' دونوں ہی اہم ماخذ و مرجع کی حیثیت سے علماء میں مقبول رہی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی۔

کتاب ''المعارف'' کے مطالب تاریخ اسلام کے وسیع پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ سطور ذیل میں ان کا ایک تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ کتاب جن مباحث پر مشتمل ہے، انہیں دس ابواب کے عنوانات کے تحت کر دیا گیا ہے۔

کتاب کا آغاز ابتدائے آفرینش کے عنوان سے ہوا ہے، اس کو ''باب اول'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس باب کے دو حصے ہیں ایک ابتدائے آفرینش اور دوسرا تذکرۂ انبیاء۔ ابن قتیبہ نے متقدمین کی اتباع میں تورات کے بیانات پر اعتماد کیا ہے اور اس کے عربی ترجمہ سے اخذ و تلخیص کی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مشہور تابعی جناب وہب بن منبہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱۰ھ) کی روایات بھی درج کی ہیں۔ وہب بن منبہ کی روایات کا سرچشمہ بھی اسرائیلیات ہی ہیں۔

دوسرا حصہ تذکرۂ انبیاء سے تعلق رکھتا ہے۔ ابن قتیبہ نے بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل کے مشہور انبیاء کا اجمالی ذکر کیا ہے، یہاں بھی عام مفسرین قرآن کی پیروی کی گئی ہے اور تورات کے مندرجات پر اعتماد کیا گیا ہے۔ یہاں انہوں نے ''ذبیح'' سے متعلق جناب اسحاق علیہ السلام کو یہود کی اتباع میں ذبیح قرار دیا ہے، جبکہ جمہور علمائے اسلام کے نزدیک حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں۔ سرسید مرحوم کی کتاب ''خطبات احمدیہ'' میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، مزید مطالعے کی غرض سے قاری کو اس سے رجوع کرنا چاہئے۔ اسی ضمن میں ابن قتیبہ نے ان موحدین کا ذکر بھی کیا ہے جو دورِ فترت میں تھے۔

کتاب المعارف کے دوسرے باب میں عربوں کے انساب کا بیان ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں اسماعیلی یعنی عدنانی عربوں کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مگر ضروری تفصیلات سے صرف نظر نہیں کیا گیا ہے۔ عدنانی قبائل کے ذکر میں بنو ربیعہ کا مختصر بیان ہے۔ مضری قبائل کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا گیا ہے، ان کی مشہور شاخ قیس عیلان سے تعلق رکھنے والے قبائل کے بعد قبائل کنانہ اور ان میں بھی قریش کا ذکر قدرے مفصل کیا گیا ہے۔ اس باب کے دوسرے حصے میں یمنی قبائل کا اختصار سے بیان ہے اور اوس و خزرج (انصار مدینہ) کو عام علمائے انساب کی تقلید میں یمنی قبیلۂ کہلان کی شاخ بتایا ہے، حالانکہ محدثین خصوصاً امام بخاری کے نزدیک مدینہ کے انصار اسماعیلی عرب تھے اور حضرت اسماعیل کے بڑے بیٹے نابت یا نبایوط کی نسل سے تھے۔ عہد جدید میں مستشرقین کی بھی یہی رائے ہے۔ مزید معلومات کے لئے قاری کو مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کی کتاب ارض القرآن سے رجوع کرنا چاہئے۔ اس باب کے مندرجات کلبی اور زبیر بن بکار کے بیانات کی تلخیص معلوم ہوتے ہیں، مگر ابن قتیبہ نے ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کا تیسرا باب جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد اور امہات و جدات اور ان کے قبائلی تعلق کا بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، اولاد اور موالی وغیرہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نہایت اختصار سے آپ ﷺ کی حیاتِ دنیوی کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ یہ باب محمد بن اسحاق (۱۵۱ھ)، محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ) اور ابن سعد (۲۳۰ھ) کی کتابوں کی سند پر تحریر کیا گیا ہے۔ اختصار کے باوجود سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع بیان موجود ہے۔

باب چہارم کے بھی دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں عشرۂ مبشرہ کا بیان ہے اور دوسرے حصے میں بقیہ مشہور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ۔ ایسے ۱۵۶ اصحاب کا اس باب میں اجمالی ذکر ہے۔ عشرۂ مبشرہ کے ضمن میں ان دس اصحاب کی اولاد کا بھی بیان ہے اور یوں اس کی حیثیت منفرد ہے۔ کتاب کا یہ حصہ واقدی اور ابن سعد کی اساس پر اور نسب قریش کے مولف زبیر بن بکار کے بیانات سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

کتاب کا پانچواں باب خلفاء کے حالات اور نسب نامے پر مشتمل ہے۔ اسی باب میں ۱۴/ اموی خلفا اور ۱۵/ عباسی خلفاء کا ذکر ہے۔ ابن قتیبہ کے معاصر عباسی خلیفہ المعتمد علی اللہ (۲۵۶ تا ۲۷۹ھ) تک یہ تذکرہ محتوی ہے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب میں اخیر وقت تک اضافے کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ ابن قتیبہ نے خلیفہ المعتمد کے عہد میں ۲۷۶ھ میں انتقال کیا، اس لیے اس کے دور کے واقعات ناقص ہیں۔

المعارف کے باب ششم میں ۳۹/ اشراف (معززین) حامیانِ حکومت اور مخالفینِ حکومت کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح باب ہفتم میں ۱۴۰/ تابعین و تبع تابعین کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب ہشتم میں ۱۹۷/ فضلاء و ارباب کمال کا ذکر ہے، یعنی ۹/ اصحاب الرائے کا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۰ ارمحدثین کا، ۲۵ قاریانِ قرآن کا، اور ۲۰ ماہرینِ انساب واصحاب اخبار کا، ۲۳ شعراء، علماء لغات واصحاب نحو (عربی قواعد) کا، ۲۰ معلمین کا مختصر تذکرہ ہے۔ یہ تینوں ابواب ابن قتیبہ کے اولیات میں شمار کیے جاتے ہیں اور بعد کے تذکرہ نگاروں، اسماء الرجال کے مرتب کرنے والوں اور کتب طبقات کی تالیف کرنے والوں کے لئے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

المعارف کا باب نہم، نادر اور دلچسپ معلومات (معارف) پر مشتمل ہے۔ ان معلومات کو تیس ۳۰ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس باب کے مندرجات کا ابن حبیب کی المحبر اور ابن رستہ کی الاعلاق النفیسہ سے توارد ہوا ہے اور غالباً ان تینوں حضرات نے ایک ہی ماخذ سے ان نوادر کو اکٹھا کیا ہے۔ ان نادر معلومات میں سے اوائل، مساجد، انہار، جزیرۃ العرب، فتوحاتِ اسلامی، شرفا کے پیشے، ایام عرب، مذاہب عرب قبل از اسلام، مذہبِ اسلام کے فرقوں وغیرہ کا بیان ہے۔ یہ باب بھی بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

کتاب کا آخری یعنی دسواں باب اُن بادشاہوں کے ذکر میں ہے جو اسلام سے پہلے گزرے ہیں۔ ان میں یمن کے عرب اور حبشی حکمرانوں، شام (بصریٰ) اور عراق (حیرہ) کے عرب حکام اور شاہانِ عجم (ایران) کا اختصار کے ساتھ بیان شامل ہے، مورخ طبری و مسعودی نے بھی اس موضوع پر قلم فرسائی کی ہے، مگر ابن قتیبہ کو ان حضرات پر تقدم حاصل ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ معلومات قدیم فارسی کتاب ''خدائی نامہ'' یا اس کے عربی ترجمہ ''سیر ملوک العجم'' سے ماخوذ ہیں۔

ابن قتیبہ کے ایک معاصر ابوحنیفہ الدینوری (۲۸۲ھ) نے اپنی کتاب الاخبار الطوال میں بھی یہ معلومات جمع کی ہیں، مگر ابن قتیبہ کے ہاں شاہانِ عجم کے حالات کے علاوہ ملوک عرب کا بھی بیان ہے جو اس پر مستزاد ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ کہ امام ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف میں جو معلومات جمع کر دی ہیں، اُن کی بنا پر یہ دعویٰ بجا طور سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ''دائرۃ المعارف'' ہے، جو حسن ترتیب کا نادر نمونہ اور بہترین مضامین کا عمدہ انتخاب ہے۔ اس کی تبویب نہایت دل آویز ہے، اس میں انساب عرب کا بیان اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے مگر ضروری تفصیل سے صرف نظر نہیں کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی دل چسپ معلومات کو نہایت سلیقے سے بیان کیا گیا ہے یہ کتاب یقیناً اپنے عہد کے علمی تقاضوں کی تکمیل کرتی ہے۔ اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے تاریخ اسلام کا کوئی طالب علم اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

12076

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳

امام ابوالمنصور عبدالقاہر بغدادیؒ

کی کتاب

''الفَرق بین الفِرَق'' کا تعارف

۱۔ تمہید

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۲ھ میں فتنۂ ارتداد کے فرو ہوتے ہی اسلامی افواج نے پڑوسی عراق کی جانب پیش قدمی کی اور اس وقت کی ایک مضبوط اور منظم شہنشاہی سے نبرد آزمائی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اگلے سال غازیانِ اسلام نے عرب کے دوسرے پڑوسی ملک شام پر یلغار کی۔ یوں ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں سے لڑائی کا آغاز ہوا۔

سرزمین عرب سے اللہ کے ان غازیوں کا جہاد کی غرض سے ہلالِ خصیب میں داخل ہونا، اسلامی تاریخ کی اصطلاح میں ''ظہورِ اسلام'' کہلاتا ہے۔ ان آویزشوں کا حلقہ پھیلتا گیا اور سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شام، الجزیرہ، رملہ اور عراق، میڈیا (جبالِ ایران) وغیرہ مسخر ہوئے۔ اس کے بعد سیدنا امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلامی افواج مغربی محاذ پر مصر سے گزر کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرابلس الغرب، لیبیا و تونس تک اور شرقی محاذ پر خراسان، سیستان، کابل و زابل تک فاتحانہ پہنچیں اور یہ وسیع و عریض خطے اسلام کی عمل داری میں محسوب ہوئے۔

اُس عہد کی ایک قوی و منظم سلطنت کہ اکاسرۂ عجم کے زیر نگیں تھی، شکست و ریخت کا شکار ہو کر اپنی عمر طبعی کو پہنچی اور دنیا کے نقشہ سے یکسر محو ہو گئی۔ دوسری عظیم قوت کہ بازنطینی قیصریت سے عبارت تھی، اپنے زرخیز مشرقی صوبوں یعنی شام، آذربیجان و آرمینیہ اور شمالی افریقہ کے علاقوں یعنی مصر، تونس، طرابلس وغیرہ سے محروم ہو گئی۔ یہ عظیم فتوحات سکندر مقدونی کی فتوحات کی طرح وقتی نہ تھیں کہ ایک تند و تیز طوفان نے ان ملکوں کو تہہ و بالا کر دیا اور سارے خطے میں جھاڑ و پھر گئی۔ بلکہ یہ اسلامی فتوحات دیرپا اور تادیر باقی رہنے والی تھیں، انہوں نے مفتوحہ ممالک میں ایک نئی سیاسی تنظیم، ایک جدید تہذیب اور ایک ترقی پذیر فکری و روحانی انقلاب کی بنیاد رکھی۔

یہ عمل تسخیر آبادانی، مادی خوش حالی اور روحانی بالیدگی اور فکری و ذہنی نشوونما کا پیغام لے کر آیا، جس سے ان علاقوں کی تاریخ یکسر بدل گئی، گویا ایک نئی قوم ولولوں کے ساتھ وجود میں آئی اور ایک ایسا انقلاب برپا ہوا جو اپنی ہمہ گیری، عالم گیری و پائیداری کے لئے شہرۂ آفاق تھا۔

کشور کشائی کے دوش بدوش کشور آرائی کا عمل بھی شروع ہوا۔ مفتوحہ ممالک میں قدیم شہروں میں عربوں کی آبادکاری کا بندوبست کیا گیا۔ چنانچہ فلسطین، اردن، دمشق و حمص میں عربوں کی ایک بڑی تعداد کو آباد کیا گیا۔ ان شہروں کو جُند (فوجی چھاؤنی) کا نام دیا گیا۔ ان میں آبادیوں کے علاوہ نئے شہر بھی آباد کئے گئے۔ عراق میں بصرہ اور کوفہ کے نئے عسکری شہر (جند) اور مصر میں فُسطاط و جیزہ کے شہر بسائے گئے۔

ان شہروں میں عرب مقاتلہ کو قبائلی تقسیم کے مطابق آباد کیا گیا، جلد ہی تمدنی و معاشی تقاضوں کے پیش نظر قرب و جوار کی مقامی آبادیوں کے اہل حرفہ اور تاجروں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان شہروں خصوصاً بصرہ اور کوفہ کی جانب نقل مکانی شروع کر دی، یوں عربوں کے ساتھ مقامی لوگوں کا ایک بڑا جتھہ یہاں آباد ہو گیا۔ اس کے علاوہ مقاتلہ کے ساتھ ایران جنگ کی ایک بڑی کھیپ ان نئے شہروں میں آ کر بس گئی۔

ایک اندازے کے مطابق بصرہ اور کوفہ کے نو آباد شہروں کی آبادی کی اکثریت غیر عرب باشندوں پر مشتمل تھی۔ ان میں بیشتر ایران اور ایرانی کسرویت کے زیر تسلط ممالک کے لوگ تھے، مزید برآں عراق کی قدیم آبادی جو شہروں میں آ کر آباد ہوئی، وہ بھی ایرانی حکومت کی سابق رعایا ہی تھی۔ یہ نئے لوگ جو عربوں کے ساتھ آ کر یہاں بسے، اُن کی ایک تہذیب تھی، ایک زبان تھی، ایک مذہبی وابستگی تھی اور ایک قدیم تر روایت بھی تھی۔ ان میں نصاریٰ بھی تھے یہود بھی تھے اور مجوسی و صابی بھی۔ یوں عرب اور اسلام کا عجم و مذاہب عجم سے براہِ راست سابقہ پڑا۔

اس امتزاج اور اختلاط سے ایک نئی فکری و تہذیبی آمیزش و آویزش کا آغاز ہوا۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا امتزاج و توالد کا بھی آغاز ہوا۔ عربوں نے نو مفتوحہ ممالک کی خواتین سے کہ سُریہ اور اسیر جنگ تھیں، رشتۂ ازدواج قائم کیا اور آزاد زنانِ عجم سے بھی انہوں نے شادیاں کیں۔ یوں گھریلو زندگیوں میں بھی عرب و عجم کی ترکیب سے ایک نئی صورت وجود میں آئی۔ اور جب بقول سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ "لونڈیوں نے اپنے آقاؤں کو جنا" یعنی ان عجمی خواتین سے عربوں کے بیٹے، بیٹیاں پیدا ہوئیں تو ایک ایسی نسل وجود میں آئی جس میں عربی اور عجمی خون کی آمیزش تھی اور جو اپنے آباؤ اجداد سے یکسر مختلف تھی۔ یہی نہیں ان نوجوان عربوں سے بھی یہ نسل مختلف تھی جن کی مائیں "الدھنا" سے تعلق رکھتی تھیں اور عرب تھیں۔

اس طور سے فتوحاتِ اسلامی کی پہلی صدی گزرنے سے پہلے ہی امتزاج و اختلاط کے عمل کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ ایک نئے رنگ میں رنگ گیا اور عربوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سادگی کے ساتھ ساتھ عجمیوں کی پرکاری سے ایک ایسا آمیزہ تیار ہوا جو نہ عرب خالص تھا، نہ عجم نخالص تھا بلکہ ان دونوں کی خصوصیات کا مجموعہ تھا۔

فتوحات اور عمل تولید کے نتیجے میں اسلامی معاشرے میں جو تبدیلیاں آئیں، ان سے صرف عراق اور نو مفتوحہ ممالک میں آباد عرب ہی متاثر نہ ہوئے، بلکہ حجاز پر بھی اس کے واضح اثرات پڑے۔ مدینۃ الرسول (ﷺ) کو بھی تقسیم غنائم کی غرض سے ایک ''جند'' قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس مقدس شہر میں بھی غیر عرب اقوام غلاموں اور موالی کی شکل میں بس گئی تھیں اور عہدِ خلفاء راشدین کے اختتام تک یہاں بھی بڑی تعداد میں غیر عرب آباد ہو گئے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے آخر ہوتے ہوتے یہاں بھی عجم کے تہذیبی اثرات مجلسی زندگی میں نمایاں ہو گئے تھے۔ تعمیرات میں پُرکاری آئی، ایرانی و رومی معماروں اور کاریگروں نے گچ اور چونے سے پختہ عمارات تعمیر کیں، ان میں مینا کاری اور نقش و نگار کا اضافہ کیا گیا، مسجد نبویؐ کی تعمیرِ جدید جو ولید اول کے عہد میں ہوئی اور اُموی دور ہی میں مسجدِ حرام کی توسیع و تزئین میں جو اہتمام کیا گیا، وہ عربوں کی سادگی کے بجائے روم و ایران کی تعمیرات کا طرۂ امتیاز تھا۔ القدس کی مسجد صخرہ، کوفہ کی جامع مسجد اور دمشق کی مسجد اموی کی تعمیری ہیئت میں عربوں کی سادگی کے ساتھ ساتھ روم و ایران کے تعمیری خصائص بھی موجود تھے۔

یہی نہیں حجاز میں رہائشی مکانات بھی پتھر اور گچ سے بنائے جانے لگے تھے مدینۃ النبیؐ میں ایسی عمارتوں کی کمی نہ تھی، حتیٰ کہ مدینہ سے باہر وادی عقیق میں بھی قصر نما حویلیاں تعمیر ہونے لگی تھیں غلاموں کی کثرت، وظائف کی رسد اور بڑی بڑی زرعی جاگیروں کے سبب حجاز کی زندگی، ایک نئے انداز اور نئے ڈھنگ سے دوچار ہو گئی تھی۔ دولت کی فراوانی، بیکاری اور سہل انگاری کے باعث وہ فنون جو ذہنی و مادی تعیشات کو مہمیز کرتے ہیں، پروان چڑھنے لگے تھے۔ موسیقی، فیشن اور سفلی جذبات کو ابھارنے والی شاعری کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلن ہو گیا تھا۔ موسیقی کی بڑی بڑی محفلیں برپا کی جاتی تھیں، فسق آمیز شاعری سے ادب کو مبتذل بنایا جا رہا تھا اور نت نئے فیشن خواتین و حضرات میں عام ہوتے جا رہے تھے۔ یوں پہلی صدی ہجری کے اختتام تک اسلامی سلطنت کی معاشرتی، معاشی، فکری و ذہنی سطح ایک نئے انداز سے تغیر و تبدل سے دوچار اور نئی ہیئت سے ہم کنار ہو چکی تھی۔

ان نئے تطورات و تغیرات سے زندگی کے بھی مظاہر متاثر ہو رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اسلامی عقائد، عبادات و اخلاقیات بھی نئے حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ عراق، شام والجزیرہ میں جن دیانات قدیمہ سے فاتحین کا واسطہ پڑا، ان میں یہودیت، نصرانیت، صابئیت اور مجوسیت نمایاں تھیں۔ ان میں دو مذاہب یعنی یہودیت و نصرانیت فلسفہ یونان سے اتصال کے سبب عقلی موشگافیوں اور فکری ریاضتوں سے رنگے ہو چکے تھے۔ جب مسلمانوں کا نو مفتوحہ ممالک میں ان مذاہب کے احبار و قسیسین سے رابطہ ہوا تو انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ان لوگوں کے مقابلے میں ان کے پاس اپنے مذہب کی حمایت و صیانت کے لئے عقلی دلائل نہ ہونے کے برابر ہیں اور یہ کہ تلوار نے ان کی سیاسی قوت کو یقیناً مسخر کر لیا ہے، مگر ان لوگوں کی عقلی و ذہنی کاوشوں کے آگے تلوار کی طاقت سے بند نہیں باندھا جا سکتا اور اس محاذ پر ان سے نبرد آزما ہونے کی غرض سے ان ہی اسلحے سے مسلح ہونا ضروری ہے، جن سے وہ لوگ مسلح ہو چکے ہیں، یوں یہ صورت حال یکسر مختلف تھی اور اسلام کا کامیاب دفاع جن امور کا تقاضا کرتا تھا وہ انہیں ہم دست نہیں تھے۔

یہود و نصاریٰ کی فلسفیانہ بحثوں اور عقلی موشگافیوں سے اگر ایک طرف اسلام پر زد پڑتی تھی تو دوسری طرف مزدک، مانی اور مجوسی اقوام کی بدعقیدگی اور فاسد افکار، ان نومسلموں کے ذریعے اسلامی معاشرے میں عام ہونے لگے تھے، جو اپنی قدیم دیانات سے نکل کر اسلام کے دائرے میں داخل ہو رہے تھے۔ مزید برآں ان اقوام نے اپنی سیاسی شکست کا انتقام لینے کی غرض سے اسلام پر بدعقیدگی، پراگندہ خیالی اور بدعات ...

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سیل بے پناہ سے حملہ کیا۔ ان وجوہ سے اسلام ایک نئی افتاد سے دوچار ہوا، فاسد افکار کی آمیزش اور عقائد پر عقلی گدلے بازی نے اسلامی معاشرے کو متاثر کرنا شروع کیا اور اسلام کی سادگی و عملی تعلیمات کو ژولیدہ خیالی سے نقصان پہنچنے لگا۔ اس خطرناک صورت حالات سے نبرد آزما ہونا اور اسلامی کشتی کو کامیابی سے ساحل نجات تک پہنچانا، عرب مقاتلہ کے بس میں نہ تھا۔ اس میدان کے وہ مرد نہ تھے، ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

پہلی صدی ہجری میں مسلمان اہل علم کا ایک گروہ وجود میں آیا۔ ان میں ایسے لوگ تھے جو اسلامی علوم میں عمیق معلومات کے حامل ہونے کے ساتھ ہی فلسفۂ یونان سے بھی واقف تھے۔ ان لوگوں نے اس لادینی فلسفۂ یونان کا مطالعہ کیا اور اس کے اصولِ موضوعہ پر ایک نئے فن کی بنیاد رکھی جسے ''علمِ کلام'' کا نام دیا گیا۔ انہوں نے اس عقل کی تلوار سے اسلام کا دفاع کیا اور یہودیت و نصرانیت کو فلسفۂ یونان کے تعقل سے جو نقصان پہنچا تھا، اسلام کو اُس سے بچانے کی بھی کوشش کی۔ اس گروہ کو ہم ''متکلمین'' کے نام سے جانتے ہیں۔

عہد اموی کے اختتام تک ''متکلمین'' کا گروہ وجود میں آچکا تھا۔ بنو عباس کے برسر اقتدار آتے ہی اہل عجم کی اسلام دشمن سرگرمیوں میں تیزی آگئی اور انہوں نے داخلی و خارجی محاذوں پر اسلام پر یورش کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس تیزی سے گروہ متکلمین میں بھی نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا اور انہوں نے اسلام کے دفاع میں اپنے قلم اور اپنی زبان سے یکساں کام لیا۔ عقائد اسلام کے اثبات میں کتابیں لکھیں اور مخالفین سے مناظرے کیے۔

گروہِ متکلمین، جس نے اسلام کی مدافعت میں دشمنانِ اسلام سے قلمی اور لسانی جہاد کیا، اسلام میں عقل کے کردار پر پُر زور مقالے تحریر کیے اور دین کو عربوں کے توہمات اور عجمیوں کے خرافات سے پاک کیا، ان معتزلی علماء پر مشتمل تھا، جن کے سید الطائفہ واصل بن عطاء، الغزالی اور عمرو بن عبید تھے، عہد عباسی کے آغاز سے انہوں نے اسلام کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمایت میں جاں فشانیاں کیں، فلسفہ یونان کی یورش سے، یہود و نصاریٰ کی سازش سے اور مزدکی، مانوی و برہمنی اباحیت سے، اسلامی عقائد و عبادات کو منزہ و منقح کیا۔ ان میں ابو ہذیل علاف (۲۳۵ھ) نظام (۲۲۱ھ) جاحظ (۲۵۵ھ) زیادہ مشہور ہیں۔ ان کا تعلق بصرہ کے مدرسہ اعتزال سے تھا جس کے استاذ الکل جناب حسن بصری (۱۱۰ھ) تھے۔

ان لوگوں نے آزادیٔ رائے، حریتِ فکر اور جرأتِ اظہار کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں اور زنادقہ و دہریہ سے مناظرے کئے اور ان کے ابطال میں کتابیں لکھیں، بلکہ ان علماء پر بھی سخت تنقید کی جو روایات کے شیدائی اور رائے و درایت کے انکاری تھے۔ انہوں نے صدرِ اسلام کے سیاسی احزاب سے متعلق واضح موقف اختیار کیا اور اعاظم پرستی سے کنارہ کش ہو کر، ہر بڑے کے بارے میں کھل کر اظہارِ خیال کیا۔ یوں ایک ایسی علمی فضا قائم ہوئی، جس میں مذہب، کلام اور عقائد ہی زیرِ بحث نہ آئے، بلکہ عربی زبان و ادب بھی اس سے متاثر ہوئے۔ تعقل پسندی کی یہ تحریک ریاستی جبر سے آزاد تھی اور اس کے عمائد نے حکومت کی حاشیہ نشینی سے اجتناب کیا۔ عمرو بن عبید (۱۴۴ھ) نے عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) کی پیش کش کو شانِ بے نیازی سے ٹھکرا دیا اور حکومتی سرپرستی کو اس حریتِ فکر کے حق میں سمِ قاتل سمجھا، جس کے لئے معتزلہ دوسرے گروہوں سے ممتاز تھے۔

مگر یہ صورتِ حالات تادیر باقی نہ رہی۔ المامون کی بغداد آمد کے بعد (۲۰۴ھ تا ۲۱۸ھ) بغداد کے معتزلی علماء نے اپنے بصرہ کے پیش روؤں کے برعکس حکومت سے قربت اختیار کی۔ المامون کی تعقل پسندی نے بشر بن معتمر (۲۱۰ھ) احمد بن ابی دواد (۲۴۰ھ) اور ثمامہ ابن اشرس کی پذیرائی کے لئے حکومت کے دروازے چوپٹ کھول دیئے اور معتزلی علماء و معقولی خلفاء کی کوششوں سے معتزلی عقائد بہ جبر مسلط کئے جانے لگے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں وہ حریت فکر اور آزادیٔ رائے جس کے یہ علماء مدعی تھے، دم توڑ گئی اور مامون اور اس کے جانشینوں المعتصم (۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ) اور الواثق (۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ) کے زمانے میں اہل اعتزال کے افکار کو حکومت کا رئیسی مذہب بنا دیا۔ محدثین اور معتزلہ مخالف علماء پر جبر و استبداد کے ذریعہ دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنے عقائد سے تائب ہو کر معتزلہ کے افکار کو اپنا لیں۔ اس جبر کو ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر علماء و خلفاء نے لوگوں پر مسلط کیا اور آزادیٔ رائے و جرأت اظہار جس کے علم بردار اہل اعتزال تھے، انہیں کے ہاتھوں اپنی موت مر گئی۔ علم و عقل کی یہ ہیرا پھیری ان دو خلفاء کے عہد میں ہوئی جو اپنے علم و فضل کے لئے مشہور ہیں، یعنی المامون اور الواثق۔ لیکن جبر، جبر کو جنم دیتا ہے، چنانچہ جب المتوکل (۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ) مسند آرائے خلافت ہوا تو حالات معتزلہ کے حق میں حد درجہ ناسازگار ہو گئے۔

اپنی تمام تر جفاکیشی کے باوجود المتوکل علی اللہ کو محدثین نے اور معتزلہ کے مخالفوں نے ''محی السنت'' کا لقب دیا اور یہاں تک غلو کیا کہ ان کے نزدیک خلفا تو تین ہی گزرے ہیں، ایک سیدنا ابو بکر صدیقؓ کہ فتنۂ ارتداد و مدعیان نبوت کے قاطع تھے، دوسرے جناب عمر بن عبد العزیز کہ اموی استحصال کے ماحی تھے اور تیسرے المتوکل کہ سنت کو زندہ کرنے والے اور فتنۂ اعتزال کے استیصال کے بانی مبانی تھے۔ المتوکل نے صفات باری پر مباحثے و مناظرے کو بند کر دیا۔ محدثین اور معتزلہ کے مخالفین کو نوازا اور معتزلی علماء میں سے احمد بن ابی دواد اور ثمامہ بن اشرس وغیرہ کو اسی طرح ہدف ستم بنایا، جس طرح کہ معتزلی علماء اپنے مخالفین کو ہدف ستم بناتے تھے۔ معتزلہ کی یہ تباہی خود انہیں کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے ہوئی، سو وہی اپنے زوال اور تعقل و تدبر کے رجحانات کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔

المتوکل کے عہد کے ساتھ معتزلہ کا زوال اور محدثین کا عروج شروع ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد کے دور میں خلافت عباسیہ کا ضعف ملکی سیاسی تفرق وتشتت کا سبب بنا اور یہ انتشار ذہنی تنزل وفکری پس ماندگی کا موجب ہوا۔ معتزلی علماء کی کتابیں ضائع کی جاتی رہیں اور انہیں اپنی آزادیٔ اظہار وجرأت گفتار کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ مگر معتزلہ کو اس سرکاری قدغن وابتلا سے اتنا نقصان نہ پہنچا جتنا نقصان انہیں اپنے ہی گروہ میں سے ایسے فضلا کے ہاتھوں پہنچا جو انہیں کے اسلحے سے لیس مگر ان کے عقائد وافکار کے مخالف اور محدثین کے حامی تھے۔

چوتھی صدی ہجری کے مشہور معتزلی عالم ابوعلی الجبائی (۳۰۳ھ) کے مدرسۂ اعتزال سے امام ابوالحسن اشعری (۳۲۳ھ) جیسے نابغۂ عصر پیدا ہوئے۔ انہوں نے محدثین کو عقل کی اہمیت کا احساس دلایا اور معتزلہ پر نقل کی ثقاہت مبرہن کی۔ عقل ونقل کا یہ امتزاج تاریخ تعقل پسندی میں جن علماء کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا، انہیں امام ابوالحسن اشعری کے انتساب سے ''اشاعرہ'' کہا جاتا ہے۔ امام اشعری نے عقائد پر مقالات الاسلامیین نامی کتاب تحریر کی اور معتزلی ودیگر مخالف فرقوں کی ذہنی قلابازیوں کو طشت از بام کیا۔ ان باتوں کا جواب دینا معتزلہ کے لئے نہایت دشوار تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اشاعرہ کے گروہ میں بڑے بڑے فضلا پیدا ہوتے رہے جو معتزلہ اور دیگر مخالفین کے افکار وعقائد کا ابطال کرتے تھے۔

ایسے ہی فضلا میں ہمارے فاضل مصنف امام ابوالمنصور عبدالقاہر بن طاہر بن محمد البغدادی بھی ہیں جنہوں نے مخالف فرقوں کے ابطال پر متعدد کتابیں تحریر کیں۔ وہ ایک واسطے سے امام ابوالحسن اشعری کے شاگرد تھے اور قدیم وجدید علوم کے بہت بڑے عالم بھی تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کے حالاتِ زندگی

تذکرہ نگاروں نے کتاب ''الفرق بین الفرق'' کے مصنف کے ذکر میں بڑے بخل سے کام لیا ہے۔ طبقات الشافعیہ، وفیات الاعیان فوات الوفیات اور دیگر مصنفین نے ان کے حالات زندگی سرسری بیان کیے ہیں یا پھر ان کا ذکر سرے سے کیا ہی نہیں ہے۔ مجھے تلاش بسیار کے بعد جو معلومات ہم دست ہوسکیں اور ان کے علاوہ مصنف کی اپنی تصانیف سے جو معلومات اخذ کی جاسکیں، ان سب کو جمع کر کے میں نے ایک بیانیہ ترتیب دیا ہے اس سے کسی حد تک اس نابغۂ عصر اور علامۂ فاضل سے قارئین کرام کا تعارف کرانے کی کوشش کی ہے، گویا چیونٹیوں کے منہ سے دانے نکال کر ایک انبار بنایا ہے، یا دریا کو ایک حباب میں بند کر دیا ہے۔

ہمارے مصنف کا نام عبدالقاہر اور کنیت ابومنصور ہے۔ والد کا نام طاہر اور دادا کا نام محمد ہے۔ انہیں الاستاد کے لقب سے متعارف کرایا گیا ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ انہیں درس و تدریس سے زیادہ تعلق رہا ہے۔ ان کے نام کے ساتھ تمیمی کی نسبت بیان کی گئی ہے یعنی ان کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ بنو تمیم عرب کے مضری قبائل میں نہایت اہم اور کثیر التعداد قبیلہ تھا۔ تذکرہ نگاروں نے اس نسبت کے متعلق یہ تصریح نہیں کی ہے کہ وہ بنو تمیم کے ''صریح'' فرد تھے اور اس قبیلے سے ان کا نسبی تعلق تھا یا وہ اس کے ''غیر صریح'' فرد تھے اور یہ تعلق ''ولاء'' و ''حلف'' کا تھا۔

تذکروں سے پتا چلتا ہے کہ وہ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں تحصیل علم کی۔ تعلیم کے مزید حصول کی غرض سے ان کے والد انہیں خراسان کے مشہور علمی مرکز نیشاپور لے گئے۔ استاد ابومنصور نے تکمیل علم کے بعد وہیں طرح اقامت ڈالی اور درس و تدریس میں منہمک ہو گئے۔ اخیر اخیر انہوں نے نیشاپور میں واقع اسفرائین کے قلعہ بند شہر کی سکونت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کر لی اور وہاں پیر توڑ کر ایسا بیٹھے کہ مر کر ہی اُٹھے۔ مگر بغدادی کی نسبت ان کے نام کا جزو بن گئی اور سفرائینی نہ کہلا سکے۔ کسی تذکرے سے یہ پتا نہیں چلتا کہ استاد عبدالقاہر کا سال ولادت کیا تھا۔ کتاب ''الفرق بین الفرق'' (ص ۲۲۴) میں انہوں نے یہ لکھا ہے:

> ۳۷۰ھ میں دولت سامانیہ کے صاحب الجیش (سپہ سالار) ناصر الدولہ ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن سیجور کے دربار میں انہوں نے فرقہ کرامیہ کے ''شیخ'' و مقتدیٰ، ابراہیم بن مہاجر سے اسمائے باری تعالیٰ کے ''اعراض'' ہونے کے مسئلے پر بحث کی اور اسے مناظرے میں بند کر دیا۔

اس بیان سے اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ اس وقت وہ پختہ عمر اور کامل علم کے مالک ہوں گے۔ اندازاً انہیں تیس سال کے لگ بھگ ہونا چاہئے۔ ان کی وفات کے بارے میں تمام تذکروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۴۲۹ھ میں واقع ہوئی، سو اگر وہ ۳۷۰ھ میں تیس سال کے ہوں گے تو ان کی تاریخ ولادت ۳۴۰ھ ہوگی اور ۴۲۹ھ میں انتقال کے وقت ان کی عمر کوئی ۹۰ برس کے قریب ہوگی۔

استاد عبدالقاہر کے تذکرے میں اس بات کا ذکر تمام تذکرہ نویسوں نے کیا ہے کہ وہ نہایت صاحب ثروت اور متمول تھے۔ اس تونگری کا سبب نہیں بیان کیا گیا ہے، قیاس چاہتا ہے کہ عراق میں ان کی خاندانی زرعی جاگیر ہوگی اور اس کی آمدنی سے وہ بے ہمہ اور باہمہ زندگی گزارتے ہوں گے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا خاندان بغداد میں معزز اور زردار ہوگا۔

تحصیل علم کے سلسلے میں تمام تذکرہ نگاروں نے یہ لکھا ہے کہ وہ استاد ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن مہران اسفرائینی کے شاگرد رشید تھے۔ یہ شیخ ابواسحاق فقہ میں امام شافعیؒ کے مقلد اور کلام میں امام ابوالحسن اشعری (۳۳۳ھ) کے تلمیذ خاص تھے اور ان کا شمار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اشاعرہ'' کے طبقہ اولیٰ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ۴۱۸ھ میں انتقال کیا۔ ان کے دوسرے تلامذہ میں شیخ احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ) شیخ ابوالطیب طبری (۴۵۰ھ) اور حاکم نیشاپوری (۴۱۸ھ) نمایاں ہیں۔ یہ لوگ جو اصول وفروع کے امام ہیں ہمارے مصنف کے ہم درس وہم استاد ہیں۔

امام عبدالقاہر کے دوسرے استاد ابوسہل بشر بن احمد اسفرائینی (۳۷۰ھ) تھے جن سے انہوں نے علم حدیث کا درس لیا۔ امام ابومحمد عبداللہ بن محمد نیشاپوری (۳۶۰ھ) سے بھی انہوں نے حدیث کی روایت کی سند لی۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ سترہ علوم کے ماہر تھے اور ان علوم میں تدریس وتصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ مصنف نے اپنی کتاب اصول الدین (ص ۳۰۶) اور الفرق (ص ۳۹۴) میں بیان کیا ہے کہ جن اشعری متکلمین سے انہوں نے ملاقات کی، ان میں ابوعبداللہ بن مجاہد، قاضی القضاۃ ومحمد بن طیب، محمد بن حسین بن فورک، ابراہیم بن محمد ہرانی اور حسین بن محمد بزازی جیسے ائمۂ فن و فضلائے عصر شامل ہیں۔ ان کے علاوہ قاضی بغداد حسین بن علی المعروف بہ ابن ماکولا شافعی (۴۴۷ھ) قاضی ابوالحسن علی ماوردی (۴۵۰ھ)، ابوبکر باقلانی (۴۰۳ھ) اور قاضی ابویعلیٰ الفراء حنبلی (۴۵۸ھ) ان کے ہم عصر وہم مسلک علماء ہیں۔ بغداد میں قیام کے زمانے میں ان حضرات سے استاد ابومنصور عبدالقاہر کے دوستانہ تعلقات تھے۔

ہمارے مصنف تمام عمر تصنیف وتدریس میں مشغول رہے اور طلبہ کی کھلے ہاتھوں سے مالی دست گیری کرتے رہے، وہ علم فروع یعنی فقہ وفرائض میں اور علم اصول یعنی علم کلام میں مہارت تامہ رکھتے تھے، انہیں ''الاصولی'' بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی کتاب ''الفرق بین الفرق'' سے معلوم ہوتا ہے کہ تدریس وتصنیف کے علاوہ اپنے مخالفوں سے وہ مناظرے بھی کرتے تھے۔ مثلاً معتزلہ کے فرقے متدرکہ سے (ص ۲۱۰)، کرامیہ کے شیخ ابن مہاجر (ص ۴۲۴) سے اور فرقہ حلمانیہ سے (۳۵۹) انہوں نے مناظرے کئے۔ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعر بھی کہتے تھے اور کیسانہ، خوارج وغیرہ کے ابطال میں انہوں نے اشعار کہے ہیں۔ الفرق بین الفرق (۴۳:۹۳) میں ان کے اشعار ہیں۔

ان کی تصنیف میں الفرق بین الفرق کے علاوہ اصول الدین زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور علم کلام کی نہایت اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔ ایک کتاب ''الملل و النحل'' کا انہوں نے کتاب الفرق (ص ۲۳۰) میں ذکر کیا ہے۔ بہر کیف ایک بھرپور علمی زندگی گزار کر انہوں نے ۴۲۹ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اسفرائین میں پیوند خاک ہوئے۔ البقاء للہ۔

کتاب الفرق بین الفرق کا تعارف

کتاب ''الفرق بین الفرق'' ترتیب وتنسیق میں بے مثال ہے۔ اس کا اسلوب منطقی وکلامی ہے۔ یہ کتاب ایک مختصر مقدمے اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔ باب اول میں امت محمدیہ میں فرقہ بندیوں سے متعلق حدیث ماثور کے اسانید وطرق کا بیان ہے۔

۲۔ باب دوم میں ان تمام فرقوں کی اسم شماری کی گئی ہے، جو دائرۂ اسلام میں داخل یا اس کے دائرے سے خارج ہیں۔ اس باب میں دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں اسلام میں داخل فرقوں کے معنیٰ جامع کا بیان ہے اور دوسری فصل میں اختلاف امت محمدیہ کی کیفیت اور مختلف فرقوں کے ظہور پذیر ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ان فرقوں کے نام گنوائے گئے ہیں۔

۳۔ باب سوم میں ان فرقوں کا بیان ہے جو دائرۂ اسلام میں داخل ہیں۔ مصنف نے اس موقع پر ان میں سے ہر فرقے کے عقائد پر اعتراضات کئے ہیں اور ان کی سخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرفت کی ہے۔ یہ باب آٹھ فصول پر محیط ہے۔ پہلی فصل شیعی فرقوں، دوسری فصل خارجی فرقوں اور تیسری فصل معتزلی قدری فرقوں، ان کے فروع اور اہم عقائد کے بیان پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح چوتھی فصل میں مرجئہ، پانچویں فصل میں فرقہ ہائے نجاریہ، چھٹی فصل میں فرقہ جہمیہ، ساتویں فصل میں فرقہ ہائے کرامیہ اور آٹھویں فصل میں فرقہ ہائے مشبہہ کا بیان اور ان کے عقائد کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ باب چہارم اُن فرقوں کے بیان کے لئے مختص ہے، جو اگر چہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن مصنف کے نزدیک وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ یہاں فاضل مصنف نے ان فرقوں کے تذکرہ کے ساتھ، ان کے اسلام سے خارج ہونے پر بھی کلامی انداز میں استدلال کیا ہے۔ اس باب میں کل سترہ فصلیں ہیں۔ یہ فصلیں مفصلہ ذیل فرقوں کے بیان میں ہیں:

۱۔ فرقۂ سبیۂ	۲۔ فرقۂ بیانیہ
۳۔ فرقہ المغیریہ	۴۔ فرقہ حربیہ
۵۔ فرقہ منصوریہ	۶۔ فرقہ جناحیہ
۷۔ فرقہ خطابیہ	۸۔ فرقہ ہائے غرابیہ، مفوضہ اور ذمیہ
۹۔ فرقہ ہائے الشریعیہ والنمیریہ	۱۰۔ فرقہ ہائے الحلولیہ
۱۱۔ اصحاب الاباحات	۱۲۔ اصحاب التناسخ
۱۳۔ فرقہ الخابطیہ	۱۴۔ فرقہ الحماریہ
۱۵۔ فرقہ الیزیدیہ	۱۶۔ فرقہ المیمونیہ
۱۷۔ فرقہ الباطنیہ	

۵۔ باب پنجم میں فرقہ الناجیہ کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اس باب میں سات فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں اہل السنّت والجماعت میں شامل مختلف طبقات کا ذکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ دوسری فصل میں اہل السنّت کے نجات یافتہ ہونے کا اثبات کیا گیا ہے۔ تیسری فصل میں اہل السنّت کے متفق علیہ اصول کا بیان ہے، یہ اصول تعداد میں پندرہ ہیں۔ چوتھی فصل میں اسلاف صالحین کے متعلق اہل السنّت والجماعت کے اقوال اور عقائد کی تفصیل دی گئی ہے۔ پانچویں فصل میں یہ بیان ہے کہ اہل السنّت والجماعت ایک دوسرے کو نہ تو کافر کہتے، نہ ان کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے اور نہ انہیں گمراہ قرار دے کر ان کی تضلیل کرتے ہیں۔ اس باب کی چھٹی فصل میں اہل السنّت والجماعت کے فضائل ومحاسن کا بیان ہے۔ اور ساتویں فصل میں مصنف کے عہد تک کے اہل السنّت کے فضائل اور مآثر (یادگاروں) کا ذکر ہے۔ اس کے ساتھ ہی کتاب اختتام پذیر ہوتی ہے۔

مصنف کا اسلوب بیان متکلمانہ ہے۔ انہوں نے مختلف فرقوں کے عقائد وافکار بیان کرنے کے دوران میں ان کا رد کیا ہے۔ وہ فرقے جو تاریخی وسیاسی اسباب کی وجہ سے وجود میں آئے، مثلاً الشیعہ اور الخوارج، ان کے ذکر میں انہوں نے تاریخی واقعات کا اختصار کے ساتھ حوالہ بھی دیا ہے۔ فرقۂ باطنیہ کے بیان میں انہوں نے مصر کے عبیدی (فاطمی) خلفا، قرامطہ اور ابوسعید جنابی کے عقائد تحریر کرتے وقت ان کے سیاسی احوال و شئون کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے۔ اس فرقے کا حال انہوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے اور ان کی تبلیغ کے طریقوں اور اہل دعوت کے مختلف مدارج کو بھی واضح کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عبیداللہ بن حسین قیروانی (پہلا مصری وافریقی خلیفہ) عبیداللہ المہدی (۲۹۷ تا ۳۲۲ھ) کے ایک مکتوب کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے، جو اس نے عرب وشام کے قرمطی سردار سلیمان بن حسن بن سعید جنابی کے نام لکھا تھا۔ اس خط کی روشنی میں قرامطہ وباطنیہ کو مصنف نے دہریہ اور زندیق کہا ہے اور انہیں مجوسی مذہب کا پیرو اور مجوس کی نشأۃ ثانیہ کا داعی قرار دیا ہے، فرقۂ باطنیہ کے پوست کندہ حالات تحریر کرنے میں انہیں بعض ایسے افراد سے بھی مدد ملی ہے، جنہوں نے اس فرقے سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ باطنیہ مشرق یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن بن صباح کی دسیسہ کاریوں کا کتاب زیرِ نظر میں کوئی ذکر نہیں ہے، کیونکہ ہمارے مصنف کے زمانے کے کوئی پچاس، ساٹھ سال بعد ان کا الاموت میں ظہور ہوا تھا۔

مصنف نے اپنی کتاب میں معتزلی و قدری علماء پر سخت نکیر کی ہے۔ ابو ہذیل علاف، ابراہیم بن سیار نظام، معمر بن عباد سلمی، ہشام بن عمرو فوطی، الجاحظ، ابوعلی الجبائی و ابو ہاشم کہ رؤسائے معتزلہ ہیں، مصنف نے ان کے مقالات کو فضائح (فضیحت، رسوائی، ذلت) کے عنوان سے قلم بند کر کے ان پر تفصیلی اعتراضات کئے ہیں۔ اس کے علاوہ معتزلہ کی داخلی پریشاں نظری اور باہم تکفیر کا بھی ذکر بہت مسرت کے ساتھ کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی کتاب ''الفرق بین الفرق'' اپنے موضوع پر نہایت اہم و وقیع کلاسیکی دستاویز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴

کتاب الملل والنحل
اور اس کے فاضل مصنف
امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی

کتب الملل والنحل کا اجمالی جائزہ

خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی فتوحات کا آغاز ہوا اور عرب کہ جیش اسلامی کا ہراول دستہ تھے، سرزمین عرب سے فاتحانہ نکلے اور ہلال خصیب میں کہ شام، الجزیرہ، عراق و جبال سے عبارت تھا، نوآباد بستیوں اور پرانی بستیوں میں آباد ہونا شروع ہوئے۔ مفتوح اقوام کے اوضاع، افکار و عقائد سے انہیں فی الجملہ آگاہی ہوئی، وہاں کے مذاہب عیسائیت، یہودیت، صائبیت اور مجوسیت سے اُن کا سابقہ پڑا، کبھی اسلامی عقائد کے احقاق کے لئے اور کبھی مخالفین کے دفع معارضات کے لئے مسلمان فضلا کو ان مقامی مذاہب و مسالک کے مطالعے کی ضرورت پیش آئی اور انہوں نے انہیں پڑھنے اور ان سے آگاہ ہونے میں کشادہ نظری اور خندہ جبینی کا اظہار کیا اور کلمۂ حکمت کو مومن کا مال گم گشتہ سمجھ کر جہاں پایا اپنانے کی کوشش کی۔

ابتدائی عباسی خلفا کے دور میں جو ایرانی، یونانی اور صابئی مصنفین کے مصنفات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تراجم ہوئے، ان کی وجہ سے سیکھنے اور سمونے کے اس منہج نو کو اور تقویت بہم پہنچی۔ یہ معتزلی فضلا تھے جنہوں نے افکار اغیار کو سیکھا اور جذب کر کے حکمت و فلسفہ کے اسلحے سے اسلام کا دفاع کیا۔ اس علمی سرگرمی کو ساتویں عباسی خلیفہ عبد اللہ المامون (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) کے عہد میں مہمیز ہوئی اور خلیفہ کی قائم کردہ علمی مجالس سے نقد و نظر کی ایک نئی روایت وجود میں آئی۔ یہاں ہر مذہب اور ہر مسلک کے علماء کو نہایت آزادی سے اظہار رائے کا موقع دیا گیا۔ وہ مذاہب جو اپنی قومی حکومتوں کے دور میں بھی جرأتِ اظہار پر قادر نہ تھے۔ المامون کے علمی مباحث میں کھل کر اپنے عقائد کو بیان کرتے اور انہیں ثابت کرنے میں کوئی جھجک نہ محسوس کرتے تھے۔

مسلمان فضلا ریاستی جبر کے بجائے علمی انداز میں اُن کے پیش کردہ نظریات کی تحلیل و تعقیب کرتے اور انہیں فرسودہ و دوراز عقل و حکمت ثابت کرتے تھے۔ اسی طرح غیر مسلم فضلا بھی اسلام پر اعتراضات کرتے اور مجلس مامونی، ایک علمی معارضہ و فکری بے باکی خیال کا ایسا منظر پیش کرتی جو اس سے پہلے نہ تو دیکھا گیا اور نہ سنا ہی گیا تھا۔

خلیفہ المامون کے عہد میں اس علمی ماحول کے زیر اثر مذاہب و مسالک کے عقائد و افکار پر مشتمل کتابوں کی تالیف کا آغاز ہوا۔ یہ کتابیں بالعموم دو طرح کی تھیں۔ ایک قسم اُن کتابوں کی تھی جن میں مصنفین نے اپنے عقائد و افکار کو بیان کیا، اُن کا دفاع کیا اور ان کے برسرِ صواب ہونے پر دلائل قائم کیے۔ لیکن انہوں نے دوسرے مذاہب و مسالک سے کوئی تعرض نہ کیا، نہ تو ان کی تردید کی اور نہ ان کی توثیق ہی کی۔

دوسری قسم ان تصنیفات کی تھی جن کے مصنفین نے ایک سے زائد مسالک و مناحل کے عقائد و افکار کو اپنا موضوع بنایا۔ ایسی کتابیں جو ایک مسلک و منحل کے اذکار و افکار پر مشتمل تھیں، ان میں شیعی عالم حسن بن موسیٰ النوبختی (متوفی ۳۱۰ھ) کی کتاب ''فرق الشیعہ'' اور امام ابوالحسن الاشعری بصری (متوفی ۳۳۳ھ) کی کتاب ''مقالات الاسلامیین'' کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرف تقدم حاصل ہے۔

دوسری قسم کی کتابیں جن میں ایک سے زائد مذہب و مسلک کے مقالات و احوال کو موضوع بحث بنایا گیا، ان میں یہ کتب زیادہ نمایاں اور ممتاز ہیں۔

۱۔ امام ابو المنصور عبدالقاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) کی مشہور کتاب ''الفرق بین الفرق''

۲۔ امام ابو محمد علی بن حزم الظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) کی ضخیم کتاب **الفصل فی الملل والاھواء و النحل**

۳۔ علامہ ابو المعالی الجوینی (متوفی ۴۷۸ھ) کی ''بیان الادیان''

۴۔ علامہ ابو المظفر الاسفرائینی (متوفی ۴۷۱ھ) کی کتاب ''التبصیر فی الدین''

چوتھی صدی ہجری میں بنو عباس کی سیاسی قوت میں حد درجہ ضعف آ گیا اور عمل انحطاط نے کہ تیسری صدی ہجری کے نصف آخر سے عباسیوں کی خلافت میں در آیا تھا، تشویش ناک حد تک اسے انتشار میں مبتلا کر دیا۔ اس عرصے میں خلافت کے مشرقی و مغربی صوبوں حتی کہ ان کے مرکز میں بھی چھوٹی چھوٹی حکومتیں بننے لگیں۔ یہ حکومتیں جس سرعت سے وجود میں آتی تھیں اسی سرعت سے نقطہ موہوم کی طرح معدوم بھی ہو جاتی تھیں۔ اس سیاسی لامرکزیت و انتشار کے زمانہ میں جو خانوادہ ہائے حکمراناں وجود میں آئے، انہوں نے علمی مباحث اور مناظرے کی روایت کو آگے بڑھایا اور عقائد و افکار کے موضوع میں تنوع و وسعت پیدا کی۔

مثلاً مصر کے عبیدی (یا فاطمی) حکمرانوں کے دور میں ان کے علماء نے اسماعیلی عقائد پر کتابیں لکھیں اور قیام حکومت (۲۹۷ھ) سے پہلے اسماعیلی حکما و فضلا نے ''رسائل الاخوان الصفاء'' کے نام سے مذہب و فلسفے کے اتصال سے جو فکری تحریک شروع کی، اس کی وجہ سے عقائد و مقالات پر تنقید و تعقیب اور جرح و تعدیل سے متعلق مقالات عام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور مذہبی وعقلی روایات میں تنوع مزید پیدا ہوا۔ اس دورِ انحطاط سیاسی میں ''طبرستان'' میں قائم ہونے والی ''دولت زیدیہ'' کے زیر اثر فضلا نے ''فرقۂ زیدیہ'' کے مقالات وعقائد پر کتابیں تصنیف کیں۔ یوں سیاسی انحطاط وملّی تشتت کے اس دور میں ذہنی نشاط اور فکری بالیدگی نے اُمت مسلمہ کو جمود وتعطل کا شکار ہونے سے محفوظ رکھا اور ہر چند کہ سیاسی دائرے سکڑتے اور سمٹتے گئے، لیکن علمی کینوس کی پہنائی بڑھتی اور پھیلتی گئی۔

یہ ملوک الطوائف جو اسلامی مملکت کے نزدیک و دور علاقوں پر متصرف تھے، انہوں نے نئے علاقے فتح بھی کیے اور یوں اسلامی فتوحات کے قدم بڑھتے گئے۔ بعد کے ان مفتوحہ خطوں میں مسلمان فضلاء نے فکری وعلمی سطح پر ایک نئی ذہنی سرگرمی کا آغاز کیا۔ مثلاً غزنویوں نے مشرق میں مزید فتوحات کیں زابلستان اور ہندستان ان کی فوجی ترک تازیوں کی بدولت اسلام کی عمل داری میں شامل ہوئے، اب بدھ مت کے افکار وعقائد سے مسلمانوں کو مزید معلومات بہم پہنچیں اور ویدانت کے افکار وتصورات سے وہ بہتر طریقے پر آگاہ ہوئے۔ ابوریحان البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ) کی علمی کاوشوں کے باعث ہندوؤں کے علمی وفکری اثاثوں سے اسلام کی علمی دنیا واقف ہوئی اور مشرق کے اس مرکز کی ذہنی کاوشوں سے اُن کی بدولت دنیا باخبر ہوئی۔ اس طرح مذاہب ومسالک سے متعلق تصنیف کی جانے والی کتابوں میں تنوع پیدا ہوا اور اس کا دائرہ کافی وسیع ہوگیا۔

پانچویں صدی ہجری کے آخر ہوتے ہوتے ملل ونحل اور عقائد وافکار سے متعلق تصانیف کا بڑا ذخیرہ وجود میں آگیا۔ سیاسی انتشار کے نتیجے کے طور پر نئے نئے فرقے پیدا ہوئے اور مفتوحہ ممالک میں مفتوحہ اقوام نے اپنے عقائد وافکار کو اسلام کے لبادے میں پیش کرنا شروع کیا۔ اس طرح مختلف الخیال فرقوں کے اختلافات نے مناظرے کی شکل اختیار کرلی جس کی وجہ سے عقائد ومقالات پر تصانیف صرف علمی وفکری اظہار کا ذریعہ نہ رہیں، بلکہ فکری ومسلکی تفوق وبرتری اور تنگ نظری کی غماز وآئینہ دار بن گئیں۔ اگر ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ اپنے اپنے مقالات کی صحت پر دلیلیں قائم کرتے اور اپنے مخالفین کے عقائد کی تردید کرتے تھے، تو دوسری طرف شیعہ امامیہ، اسماعیلیہ و زیدیہ اپنے عقائد کی صحت پر براہین و دلائل دیتے تھے۔ لیکن ان مناظروں کی علمی و فکری حیثیت سے زیادہ مناظرانہ و جدلیانہ حیثیت اُبھر کر سامنے آئی اور حریت فکر و آزادیٔ اظہار پر عوامی و حکومتی استظہار کو تفوق حاصل ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی و معاشرتی انتشار کے ساتھ ساتھ فکری و علمی انتشار کہ تنگ نظری اور تحکم سے پیدا ہوا تھا، علم و فضل کی تلاشی و تنزل کا سبب بن گیا۔ تاریخ مناحل و مسالک میں جو کتابیں اس عہد میں چھٹی صدی ہجری تک لکھی گئیں، ان میں انصاف و وسعتِ نظر کا فقدان تھا، اور ان کی علمی جہت نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ گئی۔

مگر چھٹی صدی ہجری میں تصنیف کی جانے والی سبھی کتابیں، تنگ نظری و جنبہ داری کی مثال نہ تھیں، ان میں بعض مستثنیات بھی تھیں۔ ایک ایسا ہی استثنائی فکری و علمی کارنامہ امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم الشافعی الاشعری الشہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کی مشہور کتاب ''الملل والنحل'' ہے، جو اپنے موضوع پر آج بھی بے نظیر کتاب ہے۔ سطورِ آئندہ میں ہم اس کا ذکر کریں گے۔

حالاتِ زندگانی شہرستانی

ایران کے وسیع و عریض خطے میں ''شہرستان'' نام کے تین شہروں کا ذکر آتا ہے اور یہ تینوں زمانۂ قدیم سے شہرت کے حامل رہے ہیں۔ ان میں ایک شہرستانِ فارس، دوسرا شہرستانِ اصفہان اور تیسرا شہرستانِ خراسان کہلاتا ہے۔ یہ آخری شہر ''نساء'' نامی شہر سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس طویل و عریض ریگستان کے کنارے پر ہے، جسے ''ریگستان ترکستان'' کہا جاتا ہے۔ ریگستانی ہواؤں اور اٹھنے والے ریت کے بگولوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور طوفانوں کے سبب یہ شہر اور اس کے مضافات موسم کی بے رحمی کا ہمیشہ شکار رہے اور یہاں کے کشت زار اور باغات برباد ہوتے رہے ہیں، کسی قسم کی صنعت و حرفت یا معاشی سہولت سے یہ شہر ہر دور میں عاری رہا ہے۔ اس کی اہمیت عہد زیرِ نظر میں اس لیے رہی ہے کہ وہ نیشاپور اور خوارزم کی شاہ راہ پر واقع ہے اور ان دو انتہائی اہم مراکز کے وسط میں محطِ رحال و مرجع رجال رہا ہے۔

امام شہرستانی کی زندگی میں یہ شہر آباد و اہم تھا اور سلطان سنجر سلجوقی (متوفی ۵۵۲ھ) کے طویل ترین دور میں علمائے عظام و فضلائے کرام کے دم سے اسے شہرت حاصل تھی۔ مگر سلطان سنجر کے آخری دور میں ترک امرا کی نا اتفاقیوں اور ترکانِ غز کی در اندازیوں کی وجہ سے خراسان کے دوسرے شہروں کی طرح، یہ شہرستانِ خراسان بھی بربادی و تباہی سے دوچار رہا۔ چنانچہ ۵۴۸ھ کے نویں مہینہ میں ایک طویل محاصرے کے بعد، اس شہر پر غزوں کا قبضہ ہو گیا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ امام شہرستانی یقیناً خوش قسمت تھے کہ اس سقوط سے ایک ماہ قبل شعبان ۵۴۸ھ میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

اس شہرستانِ خراسان میں ہمارے مصنف امام شہرستانی پیدا ہوئے۔ سال ولادت سے متعلق مختلف روایتیں ہیں یعنی ۴۶۷ھ، ۴۶۹ھ اور ۴۷۹ھ۔ یہ آخری سال صحیح روایات کے مطابق ان کی ولادت کا سال ہے۔ وہ ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے، ان کا نام محمد، کنیت ابوالفتح تھی۔ والد کا نام ابوالقاسم عبدالکریم اور دادا کا نام ابو بکر احمد تھا۔ باپ اور دادا کے ناموں اور ان کی کنیتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا خاندان خوارزم و خراسان کے روادار لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔

امام شہرستانی نے بچپن اور نوجوانی اپنے وطن شہرستان خراسان میں گزاری اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی علمی تحصیل کا آغاز یہیں سے ہوا۔ متوسطات تک تحصیلِ علم کے بعد انہوں نے اپنے عہد کے دستور کے مطابق، وطن سے علمی مراکز کا سفر کیا۔ سلاجقہ کے عہد میں نیشاپور کو خراسان و ماوراء النہر میں اپنی علمی مرکزیت کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل تھی۔ مشہور سلجوقی وزیر خواجہ نظام الملک طوسی کا قائم کردہ ''مدرسہ نظامیہ'' اس شہر کی زینت تھا۔ سلسلۂ نظامیہ کے متعدد مدارس میں ''نظامیہ بغداد'' کے بعد نیشاپور کا ''مدرسۂ نظامیہ'' اہم تھا۔ فضلا ایران میں سے بیشتر کا اس مدرسے سے تعلیمی یا تعلمی تعلق رہا ہے۔ چنانچہ امام شہرستانی نے اپنے وطن میں تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد اسی شہر نیشاپور اور اسی مدرسۂ نیشاپور کا رخ کیا۔ یہاں قیام کے دوران میں اُنہوں نے عربی زبان و ادب، فقہ و اصول فقہ، تفسیر و حدیث اور فلسفہ و علم کلام کی تحصیل کی۔ یہاں کے علماء سے استفادے کے علاوہ، انہوں نے نیشاپور کے عظیم کتب خانے سے، جو نزدیک و دور مشہور تھا، بطورِ خاص استفادہ کیا۔

ان فضلا میں سے جن سے امام شہرستانی نے تحصیل علم کی، چند کا سطورِ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ ابوالمظفر احمد بن محمد بن مظفر خوافی (متوفی ۵۰۰ھ) طوس کے قاضی رہ چکے تھے، نظامیہ نیشاپور کے مدرس و واعظ تھے۔ مسلکاً شافعی تھے، فقیہ، محدث اور استادِ فن مناظرہ تھے۔ شہرستانی نے ان سے انہیں علوم کی تحصیل کی۔

۲۔ ابونصر عبدالرحیم بن ابی القاسم عبدالکریم قشیری اشعری (متوفی ۵۱۴ھ)۔ فقہ، اصول فقہ، علم کلام اور حساب کے ماہر تھے۔ ادب میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ مشہور واعظ و مناظر تھے۔ امام شہرستانی نے ان سے یہی فنون سیکھے۔

۳۔ ابوالقاسم سلیمان بن ناصر نیشاپوری (متوفی ۵۱۲ھ)۔ امام ابوالمعالی جوینی کے شاگردِ رشید تھے۔ علوم فقہ، اصول اور تفسیر سے خاص مناسبت تھی۔ ان سے ان کے شاگرد نے انہیں علوم کی تعلیم پائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ابوالحسن علی بن احمد مدینی (متوفی ۴۹۴ھ) مشہور محدث تھے۔شہرستانی نے ان سے فن حدیث کی اجازت حاصل کی۔حصول علم کے بعد امام شہرستانی، اپنے وطن کے بجائے خوارزم آئے، یہ شہر سلاطین خوارزم شاہیہ کا دارالسلطنت اور نہایت اہمیت کا مالک تھا۔اس عہد میں اظہارِ فضیلت اور حصولِ شہرت کا سب سے بڑا ذریعہ مجلسِ وعظ میں دادِ خطابت دینی اور مختلف مسالک کے علماء سے مناظرہ کرنا تھا۔

شہرستانی نے ان دونوں میں بڑی مہارت پیدا کی۔وہ اگرچہ مسلکاً اشعری تھے، لیکن مناظروں میں فلاسفہ وحکما کے مناہج وطرق کا دفاع کرتے اور ان کے احقاق پر دلائل قائم کرتے تھے۔حدیث وقرآن کی جانب ان کی توجہ نسبتاً کم تھی اور فلسفے کی موشگافیوں میں زیادہ دل چسپی تھی۔اسی لیے ان کے مخالفین ان پر ''مقالات فلاسفہ'' کی پیروی کا الزام لگاتے تھے۔

امام شہرستانی نے تیس سال کے سن میں اپنے علم وفضل کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کرلی تھی اور ایک واعظ ومناظر کی حیثیت سے ماوراء النہر وخراسان میں وہ مشہور نزدیک ودور ہوگئے تھے۔۵۱۰ھ میں اُنہوں نے اپنے علمی سفر کا آغاز کیا جو اُن کی شہرت کو عراق وحجاز تک لے گیا۔انہوں نے اسی زمانے میں حجاز مقدس کا سفر کیا، فریضۂ حج ادا کیا اور دنیائے اسلام کے نمایاں فضلا سے علمی شناسائی بہم پہنچائی۔

اس سفر کے آخر میں وہ بغداد آئے۔''نظامیہ بغداد'' میں ان کا قیام تین سال کے قریب رہا۔ایک مدرس اور عالم کی حیثیت سے ان کی بڑی پذیرائی ہوئی، لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک واعظ کی حیثیت سے انہیں بڑا قبول عام حاصل ہوا اور بغداد کے ارباب علم واصحابِ اقتدار کثرت سے ان کے مواعظ میں شریک ہوتے اور ان کے خوانِ علم سے بقدرِ ہمت فیض پاتے تھے۔بغداد میں ان کی غیر معمولی مقبولیت کے باعث حاسدوں سے انہیں تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ شہرستانی بغداد کے طویل قیام کے بعد عازم خراسان ہوئے۔ یہاں انہوں نے اپنے وطن شہرستان میں قیام کو ترجیح دی اور بقیہ عمر اپنے وطن میں گزار دی۔ اس زمانہ میں ایک فاضل عصر بنام مجد الدین ابوالقاسم علی، کہ امام موسیٰ الکاظم کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سلطان سنجر سلجوقی کی جانب سے ترمذ کے نقیب الاشراف علویان تھے، شہرستانی کے وطن میں تشریف فرما تھے۔ یہ فاضل فضیلت علمی وعلوئے نسب کے ساتھ دربار سنجری میں مقام بلند رکھتے تھے اور سلطان کو ان کی ذات پر اعتماد وفخر تھا۔ مجد الدین ابو القاسم علی عالم بھی تھے اور علماء نواز وعلم پرور بھی۔ متعدد فضلا ان کے دامنِ مروت وفضیلت سے وابستہ تھے۔ شہرستانی کو بھی ان بزرگ کا تقرب حاصل ہوگیا اور وہ ان کی سرپرستی سے یک گونہ مطمئن اور فکرِ معاش سے بے پروا ہوکر، تصنیف وتالیف میں منہمک ہوگئے۔ اس فراغ وسکون نے شہرستانی کو مناظرے اور مواعظ کی ہنگامہ خیز زندگی سے مستغنی کردیا اور وہ اطمینان خاطر کے ساتھ علمی مشاغل میں مشغول ہوگئے۔

شہرستانی نے ستر سال تک زندہ رہ کر شعبان ۵۴۸ھ (مطابق ۱۱۵۳ء) میں اپنے وطن شہرستان میں انتقال کیا اور یہیں پیوندِ خاک ہوئے۔ افسوس کا مقام ہے کہ عمر کے آخری ایام میں انہوں نے آرام نہ پایا اور غز ترکوں کے اجڈ جتھوں نے خراسان وماوراء النہر کو روند ڈالا اور آخر آخر شہرستان کا محاصرہ کرلیا جو ایک طویل مدت تک جاری رہا۔ اس کی تباہی وبربادی کا ہول ناک منظر بوڑھے شہرستانی کی بیماری میں اضافے کا باعث ہوا اور انہوں نے دل شکستہ جہان فانی کو الوداع کہا۔

ان کی وفات کے چند دنوں بعد ہی رمضان ۵۴۸ھ میں شہر پر غز قابض ہوگئے اور ہمارے فاضل مصنف کا شہر خاک کا ڈھیر ہوگیا۔ مگر شہرستانی کا مقبرہ حوادثِ زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہا اور شاہانِ پہلوی کے زمانے میں بعض فضلا کے توجہ دلانے پر اسے مرمت کرکے بربادی سے بچالیا گیا۔ البقاء للہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثارِ شہرستانی

امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے شہرستان واپسی کے بعد گوشہ نشینی کی زندگی گزاری اور عمر کے آخری سالوں تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ اس لیے قیاس چاہتا ہے کہ انہوں نے عقائد و کلام اور اصول و تاویل کے موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی ہوں گی۔ بالخصوص اس حال میں کہ انہیں فاضل اجل امام مجدالدین ابوالقاسم علی جیسے مربی علم و فضل کی سرپرستی حاصل تھی اور وہ فکرِ معاش سے بڑی حد تک مستغنی ہو گئے تھے۔

مختلف کتب و کتب خانوں کی فہارس و مندرجات کی روشنی میں، ان کی جن تصانیف کا پتا چلتا ہے، ہم انہیں دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک قسم ان کتابوں کی ہے، جن کا ذکر تو مختلف تذکروں میں ملتا ہے، مگر ان کا وجود مفقود ہے، ممکن ہے کہ ایسی کتابیں یا تو صفحۂ ہستی سے نابود ہو چکی ہوں یا وہ موجود ہوں لیکن ہم ان کی موجودگی سے واقف نہیں ہیں۔

امام شہرستانی کی کتابوں کی دوسری قسم اُن کتابوں کی ہے جو موجود ہیں، شائع ہو چکی ہیں یا اگر شائع نہیں ہوئی ہیں، تو ان کے خطی نسخے ایران، روس اور یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ہم شہرستانی کی دونوں قسموں کی تصانیف کا ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ بعض رسائل جو امام شہرستانی کی جانب منسوب ہیں اور ایران کے بعض کتب خانوں میں ان کے خطی نسخے بھی موجود ہیں۔ ان کے مندرجات کی داخلی شہادتیں، شہرستانی کی جانب ان کے انتساب کو مشکوک ٹھہراتی ہیں۔ ان میں ایسے افکار و اذکار کا بیان ہے جو شہرستانی کی دوسری کتابوں کے مندرجات سے بالکل متضاد و متغائر ہیں اور دونوں میں سے ایک کا الحاقی و جعلی ہونا یقینی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چنانچہ جو کتب مشہور اور متداول ہیں، ان کے مقابلے میں یہ نادر الوجود رسائل مجہول ٹھہرتے ہیں اور ان کے صحتِ انتساب پر شک وشبہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

مگر یہ حقیقت ہے کہ امام شہرستانی کے معاصرین میں ظہیر الدین بیہقی نے ان کی تفسیر قرآن موسوم بہ ''مفاتیح الاسرار ومصابیح الابرار'' پر ان کے روبرو سخت نکیر کی تھی اور ان کے منہج عقلی پر ان کی سخت گرفت کی تھی۔ مؤرخ وتذکرہ نگار سمعانی نے اسماعیلیہ قلاع (گروہ حسن بن صباح) کے ساتھ ان کے نرم گوشے اور میلان کا ذکر کیا ہے، اس لیے اُن کی تصانیف میں فلاسفہ وحکما کی جانب ان کے جھکاؤ کی تاویل وتوجیہ آسان نہیں ہے۔ امام تاج الدین سبکی اور ابن قیم نے انہیں اشعری وشافعی کہا ہے اور اس تسمیے پر انہیں اصرار ہے۔ خود ان کی کتاب الملل والنحل کے مطالعہ سے ان کے اشعری اور شافعی ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ ان حالات میں حسن ظن کا تقاضا ہے کہ انہیں سبکی وابن قیم کی ہم نوائی میں سنی شافعی کہا جائے۔ اور بیہقی وسمعانی کی نکیر کو ان کی ژولیدہ ذہنی وپراگندہ خیالی یا پھر الحاق وجعل پر محمول کیا جائے۔ وَلِکُلِّ رَأْسٍ صُدَاعٌ۔

امام شہرستانی کی مفقود الخبر اور غیر موجود کتابیں

۱۔ تلخیص الاقسام لمذہب الانام فی علم الکلام۔

یہ کتاب بعض تذکروں میں ''تلخیص الاقسام لمذہب الاعلام'' کے نام سے بھی موسوم کی گئی ہے۔

۲۔ کتاب العیون والانہار۔

اس کتاب کا ذکر بھی تذکرہ نگاروں نے کیا ہے، لیکن اس کا وجود کہیں نہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا موضوع کیا تھا۔

۳۔ کتاب المناہج والآیات۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہرستانی نے اس کتاب میں شیخ الرئیس حکیم ابوعلی سینا کے عقائد و افکار پر سخت نکیر کی ہے۔

۴۔ کتاب الارشاد الی عقائد العباد۔

نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کا موضوع عقائد و کلام ہے۔

۵۔ کتاب دقائق الاوہام۔

۶۔ کتاب البدء والمعاد۔

۷۔ شرح سورۃ یوسف۔

۸۔ کتاب الاقطار فی الاصول۔

۹۔ کتاب غایۃ المرام فی علم الکلام۔

۱۰۔ قصۃ موسیٰ وخضر۔

۱۱۔ کتاب اسرار العبادۃ۔

نمبر شمار ۵ سے نمبر شمار ۱۱ تک جو نام مذکور ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ ان سبھی کا موضوع علم اصول، عقائد و الٰہیات تھا، ممکن ہے کہ ان میں سے بعض صرف اجزا ہوں۔

امام شہرستانی کی موجود کتابیں

۱۔ نہایۃ الاقدام فی علم الکلام۔

یہ کتاب آکسفورڈ سے شائع ہو چکی ہے۔ کتاب بیس قاعدوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر قاعدے میں علم کلام کے کسی اہم مسئلے کو بیان کیا ہے۔ اس سے متعلق متکلمین اور ان کے اختلافات کو بیان کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اشعری مسلک کی رائے کا ذکر کیا ہے اور اس کی ترجیح کے دلائل قائم کیے ہیں۔ بعض اوقات شہرستانی نے اشاعرہ کی آرا سے بھی اختلاف کر کے اپنی منفرد رائے کا اظہار اور ان کے مرجح ہونے کا اثبات کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں وہ نرے مقلد اشعری نہیں، بلکہ مجتہد بھی ہیں۔

۲۔ کتاب المصارعۃ یا مصارعۃ الفلاسفہ

شہرستانی نے کتاب الملل والنحل کی تالیف کے بعد امام مجد الدین ابو القاسم علی نقیب ترمذ کی فرمائش پر یہ کتاب لکھی۔ اس میں الٰہیات کے سات مسائل کے متعلق شیخ الرئیس بوعلی سینا کے افکار کی تردید کی گئی ہے۔ یہ مسائل ہفت گانہ یہ ہیں۔

۱۔ حصر اقسام الوجود

۲۔ اثبات واجب الوجود

۳۔ توحید واجب الوجود

۴۔ علم واجب الوجود

۵۔ حدوث عالم

۶۔ حصر مبادی اور

۷۔ مسائل ششگانہ سے متعلق اشکالات سے بحث۔

اس کتاب میں ابن سینا اور حکما و فلاسفہ کی تردید اور اشاعرہ کے مسلک کا بڑے اہتمام سے اثبات کیا گیا ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی نے ''مصارع المصارع'' میں شہرستانی کے مقالات کا رد کیا ہے اور شیخ الرئیس کا بدلائل دفاع کیا ہے۔ اس بحث کے دوران میں خواجہ طوسی نے شہرستانی کی کتاب کے مکمل متن کو اپنی اس کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب ''اغاثۃ اللہفان'' جلد دوم میں خواجہ طوسی کے افکار کی تردید کی ہے اور شہرستانی کے موقف کی تائید و تحسین کی ہے۔ کتاب ''اغاثۃ اللہفان'' مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

نیز ''کتاب المصارعۃ'' کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ کتاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصارع المصارع کے خطی نسخے بھی دست یاب ہیں۔

۳۔ مفاتیح الاسرار و مصابیح الابرار

یہ کتاب تفسیر قرآن ہے۔ مگر مکمل نہ ہو سکی اور شہرستانی کی عمر نے وفا نہ کی کہ وہ اس کی تکمیل کر سکتے۔ اس کتاب کی پہلی جلد ۵۳۸ھ میں لکھنی شروع کی گئی اور ۵۴۰ھ میں شہرستانی اس کی تسوید سے فارغ ہوئے۔ دوسری جلد کی تکمیل کی تاریخ کا پتا نہیں چلتا، کیونکہ نسخہ خطی کے آخری صفحے کا وہ کونہ شکستہ ہے جس میں اس کی تکمیل کے سال کا اندراج تھا۔

اس کتاب کا مخطوطہ ۶۶۷ھ کا تحریر کردہ، جو نہایت بوسیدہ و کہنہ ہے، تہران کے کتاب خانہ مجلس ملی میں موجود ہے۔ اس تفسیر قرآن کا ظہیر الدین بیہقی (متوفی ۵۶۵ھ) نے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

> میں نے شہرستانی سے کہا کہ قرآن کی تفسیر تاویل و تشریح صحابہ و تابعین کی اساس پر کرنی چاہیئے۔ اس میں حکماء و فلاسفہ کے اقوال سے تاویل کرنا اور تاویل عقلی پر اس کی بنیاد رکھنی جائز نہیں ہے۔

اس تفسیر میں شہرستانی کا جھکاؤ اسماعیلیہ کے مقالات و طرق کی جانب ہے۔ اسی بناء پر امام سمعانی اور تاریخ خوارزم میں شہرستانی کو اسماعیلی اور ملاحدہ کا ہم خیال کہا گیا ہے۔ مگر تاج الدین سبکی نے ان کے اسماعیلی ہونے کی تردید کی ہے اور انہیں شافعی اشعری بتایا ہے۔ بہرکیف دلوں کے بھید اللہ ہی جانتا ہے۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب۔

۴۔ علم واجب الوجود پر امام شہرستانی کا ایک طویل مکتوب

یہ معاصر فلسفی مشرف الزماں ایلاقی کے نام لکھا گیا۔ ایلاقی کے جواب کے ساتھ نہایت قدیم مخطوطے کی شکل میں کتاب خانہ مجلس شورائی ملی تہران میں موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ مجلس تاج الدین محمد بن عبدالکریم شہرستانی

اس نام سے ایک مختصر رسالہ بھی کتب خانہ شورائی ملی تہران میں محفوظ ہے۔ اس رسالہ کی زبان فارسی ہے اور مشتملات سے مصنف کے شیعۂ اسماعیلیہ یا غلاۃ شیعہ ہونے کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ اس رسالے کے شہرستانی کے عقائد سے متغائر و متضاد ہونے کے باعث، مشکوک و مجہول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الملل والنحل کا تعارف

امام ابوالفتح محمد الشہرستانی کی جن تصانیف کا ذکر کیا گیا، ان میں اُن کی شہرۂ آفاق کتاب ''الملل والنحل'' کو نہایت نمایاں مقام حاصل ہے۔ علمی دنیا میں، یہ حقیقت ہے کہ اُن کی شہرت اسی کتاب کی مرہون منت ہے، اور اسی بے مثال تصنیف کی بدولت انہیں شہرۂ عام اور بقائے دوام نصیب ہوا۔ اس لاجواب کتاب کی تحسین وتعریف میں علماء وفضلاء نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا اور ہر دور میں اس کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔

انہوں نے اپنی یہ کتاب نقیب ترمذ امام مجد الدین ابوالقاسم علی موسوی کی فرمائش پر ۵۴۱ھ مطابق ۱۱۴۷ء میں تصنیف کی۔ ہر چند کہ اس فرمائش کا ذکر ''کتاب الملل والنحل'' میں نہیں ہے، مگر ان کی ایک اور کتاب ''مصارعۃ الفلاسفۃ'' میں اس کا ذکر موجود ہے۔

ہم سطور ذیل میں اس کتاب کے مشتملات کا نہایت اختصار سے تعارف پیش کرتے ہیں، جس سے قاری کے لیے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا:

کتاب کے آغاز میں مصنف نے پانچ ''مقدمات'' قائم کئے ہیں جو مذاہب و مسالک کے قیام، افتراق وانشعاب کے اسباب کی نشان دہی کرتے اور کتاب کے نہج، ترتیب وتنسیق کی تفہیم وتوجیہ کرتے ہیں۔ یہ مقدمات خمسہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ پہلا مقدمہ: اقسام اہل عالم۔

۲۔ دوسرا مقدمہ: ایسے قانون کا تعین جن پر اسلامی فرقوں کی تحدید ممکن ہو۔

۳۔ تیسرا مقدمہ: مخلوقات میں سب سے پہلے کونسا شبہ پیدا ہوا اور اس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف واعتراض کی روایت چل پڑی۔

۴۔ چوتھا مقدمہ: ملت اسلامی میں اولین شبہات واختلافات کا بیان اور ان سے فرقوں کے انشعاب کا ذکر۔

۵۔ پانچواں مقدمہ: کتاب الملل والنحل کی ترتیب کو حساب کے قاعدے پر قائم کرنے کا ذکر اور اس عمل کی توجیہ۔

اس کے بعد ''مذاہب اہل عالم'' کے عنوان کے تحت، ارباب دیانات، ملل و نحل اور اہل الاہواء کا بیان ہے۔ اس میں اہل اسلام، اہل کتاب اور اہل شبہ کتاب کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے۔ اس طور سے ''مقدمات خمسہ'' اور ''مذاہب اہل عالم'' کا یہ تذکرہ کتاب کے مشتملات کا اجمالی بیان ہے اور بعد کے مباحث اس کی تفصیل ہیں۔ مصنف نے منطقی ترتیب وحسابی تنسیق کا نہایت ہی عمدہ امتزاج کیا ہے۔

مندرجہ بالا تمہیدات کے بعد ان کے محتویات کا تفصیلی بیان ہے۔ اور باب اول میں مسلمان فرقوں کا، باب دوم میں اہل کتاب کے فرقوں کا، اور باب سوم میں شبہ کتاب کے فرقوں کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

باب اول کا تعلق مسلمان فرقوں سے ہے۔ آغاز باب میں ایمان، اسلام اور احسان کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ بعد ازاں ان اختلافات کا ذکر ہے جو عقائد توحید، عدل، وعد و وعید اور سمع وعقل میں مسلمان فرقوں کے مابین ہیں۔ ان اصول کے بیان کے بعد ان مسلمان فرقوں کا ذکر ہے جو ان اصول میں باہم دگر مختلف الخیال ہیں۔ ایسے فرقے معتزلہ، جبریہ، صفاتیہ، خوارج، مرجئہ اور شیعہ ہیں۔ ان چھ فرقوں میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ فصل مختص کی گئی ہے۔ بعد ازاں ساتویں فصل میں اہل الفروع کا بیان ہے، یعنی ان اسلامی فرقوں کا ذکر جو اصول بالا میں متفق الخیال ہیں مگر فروع مسائل واحکام میں مختلف الطریق ہیں۔ یوں امام شہرستانی نے مسلمانوں کی فرقہ بندی اہل الاصول اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل الفروع کے ناموں سے کی ہے۔ ان اہل الاصول کے چھ فرقوں کے حالات، چھ مختلف فصول میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان فصول کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ فصل اول میں فرقۂ معتزلہ کا بیان ہے۔ شروع میں معتزلہ کے متفق علیہ عقائد کا ذکر ہے۔ اس کے بعد معتزلی متکلمین ہیں جو باہم دگر اختلاف رائے ہے اور جو اپنے رئیس کے نام سے علیحدہ فرقے بن گئے ہیں، ان کے افکار کا ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف نے ایسے بارہ فرقوں کی نشان دہی کی ہے، مثلاً الواصلیہ، الہذیلیہ، النظامیہ، الثمامیہ، الہشامیہ، الجاحظیہ وغیرہ۔

۲۔ فصل دوم میں فرقۂ جبریہ کا ذکر ہے۔ یہاں بھی پہلے الجبریہ کا تعارف، اُن کے متفق علیہ عقائد و مقالات کی نشان دہی کے بعد اُن کے اختلافات اور فرقہ بندیوں کا حال درج کیا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک ایسے تین فرقے ہیں۔ اُن کے نام ہیں، فرقہ الجہمیہ، النجاریہ اور الضراریہ۔

۳۔ فصل سوم میں فرقہ الصفاتیہ کے عقائد کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس فرقے کے نشو ونما اور تاریخی ارتقا کے بعد ان کے تین فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی الاشاعرہ، الکرامیہ اور المشبہ۔

۴۔ فصل چہارم فرقہ ہائے خوارج کے ذکر سے متعلق ہے۔ شہرستانی نے خوارج کے تاریخی حالات کے اندراج کے بعد ان کے آپس کے اختلافات اور ان کے تحزب کا ذکر کیا ہے۔ ایسے خارجی فرقے آٹھ ہیں۔ مصنف نے ان کے بیان میں، ان سے وابستہ ان کے ذیلی فرقوں کے نام اور عقائد بھی درج کیے ہیں۔ یوں اصلاً ان کے بڑے فرقوں، المحکمۃ الاولیٰ، النجدات العاذریہ، العجاردہ وغیرہ کے ساتھ ان کے چودہ ذیلی فرقوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس فصل کے آخر میں خارجیوں کے سرکردہ اہل ادعاء کے نام بھی درج کر دیئے ہیں۔ یہ فصل عقائد و افکار کے بیان کے ساتھ، تاریخی احوال کا بھی احاطہ کیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہے۔

۵۔ فصل پنجم: اس فصل میں فرقہ المرجئہ کا بیان ہے۔ ابتداء میں ''ارجاء'' کے مفہوم کا تعین کیا گیا ہے۔ بعدازاں ان کے متفق علیہ عقائد کا ذکر ہے۔ پھر ان کے مختلف فیہ عقائد درج کئے گئے ہیں اور اس اختلاف رائے کی بنا پر ان میں جو فرقے وجود میں آئے اُن کی تعداد چھ ہے۔ یعنی عبیدیہ، غسانیہ، ثوبانیہ، یونسیہ، تومینیہ اور صالحیہ، فصل کے آخر میں رجال مرجئہ کی اسم شماری کی گئی ہے۔

۶۔ فصل ششم میں شیعہ کا ذکر ہے۔ شیعوں کے پانچ اہم فرقوں یعنی کیسانیہ، زیدیہ، امامیہ، غلاۃ اور اسماعیلیہ کے بیان کے بعد ان فرقوں کے ذیلی گروہوں کا ذکر ہے۔ اخیر میں اس فرقے کے نمایاں افراد کی اسم شماری کی گئی ہے، شہرستانی نے فرقہ اسماعیلیہ قدیم کے ساتھ اسماعیلیہ جدیدیا گروہ حسن بن صباح اور فرقہ باطنیہ کے افکار بھی بیان کئے ہیں۔ وہ پہلے ملل ونحل کے مصنف ہیں، جنہیں اسماعیلیہ کی دعوت جدیدہ کے افکار کا علم ہوا اور انہوں نے فارسی سے بے کم وکاست اس کا عربی میں ترجمہ کردیا۔ ان سے کوئی سو سال بعد صاحب دیوان علاء الدین عطاء ملک جوینی (متوفی ۶۸۱ھ) کو اسماعیلیوں کی بربادی کے بعد اسماعیلی دعوت جدیدہ سے آگاہی ہوئی اور انہوں نے تاریخ جہاں گشائی کی جلد سوم میں اس کا تفصیلی ذکر کیا۔ شہرستانی کے بیان کی جوینی کے بیان سے کلی توثیق ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ انہیں دعوت جدیدہ سے متعلق یہ اہم دستاویز کہاں سے ہم دست ہوئی۔ ان کے معاصر اور بعد میں آنے والے فضلا نے اس اطلاع پر ان کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے انہیں اسماعیلی اور ارباب قلعہ (باطنیہ) سے منسلک ہونے کی تہمت سے متہم کیا، حالانکہ اس دستاویز کے عربی ترجمے کے آغاز میں انہوں نے یہ کہہ کر کہ

لا معاب علی الناقل و الموفق من اتبع الحق

نقل کرنے والے پر کوئی عیب والزام نہیں ہے اور صاحب توفیق وہی ہے جو حق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سچ بات کی پیروی کرتا ہے۔

اپنی پوزیشن واضح کر دی تھی۔ اور دعوت جدیدہ کو خلاف حق کہہ کر اس سے برأت کر لی تھی۔

اسماعیلیہ باطنیہ کے عقائد سے متعلق ان کے مخصوص ارکان اربعہ کا ذکر، کتاب الملل والنحل کے امتیازات میں شمار ہوتا ہے۔

۷۔ فصل ہفتم میں اہل الفروع یعنی اہل السنّت والجماعت کا بیان ہے۔ اس فصل میں اجتہاد و تقلید، مقلد و مجتہد، ان کے حدود اور مجتہدین کے احکام کا ذکر ہے۔ اہل الفروع کے دو مشہور گروہوں یعنی اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے کے نام بھی گنوائے گئے ہیں۔ یہاں اہل الفروع کے مسائل احکام میں باہمی اختلافات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے، مگر ان اختلافات فروعی کو ہدایت وضلالت اور حق و باطل سے کوئی علاقہ نہیں اور ''ہر مجتہد مصیب و برسر حق ہے''۔

اس کے ساتھ باب اول اختتام پذیر ہوتا ہے۔

کتاب کے باب دوم میں اہل الکتاب کے عقائد اور تحزب و فرقہ بندیوں کا ذکر ہے۔ اہل الکتاب، جن کے پاس محقق و مستند کتابیں ہیں، ان کے دو گروہ ہیں۔ ایک یہود، دوم نصاریٰ۔ ان میں اصل یہود ہیں، جن کے پاس تورات ہے جس میں شرائع، احکام، قوانین و اصول ہیں، جب کہ نصاریٰ ان کے بعد آتے ہیں، کیونکہ اناجیل میں رموز و امثال اور مواعظ و نصائح ہیں۔ ان کے ہاں جو شرائع و احکام ہیں، وہ تورات میں مذکور ہیں۔ اس طور سے یہود کو نصاریٰ پر شرف تقدم حاصل ہے۔ اس باب میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول میں یہود کا ذکر ہے۔ شہرستانی نے یہود کے پانچ فرقوں کا ذکر کیا ہے، ان کے نام ہیں۔ العنانیہ، الیسعو بیہ، القاربہ، الیوذعانیہ اور السامرہ۔ اس فصل میں یہود کے عقائد اور الامیون اور ان کے مابین فرق و اختلاف کا نہایت اختصار کے ساتھ بیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

باب دوم کی دوسری فصل میں نصاریٰ کے عقائد کا ذکر ہے۔ مصنف نے ان کے تین فرقوں یعنی الملکانیہ، النسطوریہ اور الیعقوبیہ کے عقائد و مقالات کے مختصر بیان پر اس فصل کو ختم کر دیا ہے۔

کتاب الملل والنحل کے تیسرے باب میں ان مذاہب کا ذکر ہے، جن کے پاس الہامی کتب موجود نہیں۔ مصنف کے خیال میں ان مذاہب کے انبیاء پر جو الہامی کتابیں نازل کی گئی تھیں، انہیں اٹھا لیا گیا اور اب دنیا میں ان کا وجود نہیں ہے۔ یوں ان کی حیثیت اہل کتاب سے کم تر ہے، ان سے ذمیوں جیسا سلوک کیا جائے گا، مگر ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں اور نہ ان کے ذبیحے کا کھانا حلال و جائز ہے، جبکہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبائح کو کھانا مباح و جائز ہے۔ شبہ اہل کتاب میں دو مذاہب یعنی مجوس اور مانویہ کے نام لیے گئے ہیں۔ چنانچہ فصل اول میں مجوس کا اور فصل دوم میں الثنویہ (المانویہ) کا ذکر ہے۔

ا۔ فصل اول میں ''مجوس'' کا ذکر ہے۔ مصنف کے خیال میں مجوس ''ملت [illegible]'' ہیں۔ یہاں انہوں نے صابیہ اور حنفاء کے مابین مناظرے کی بھی تفصیل دی ہے اور صابئین کے عقائد کا ابطال کیا ہے۔ مجوس کو وہ ثنویہ یعنی دو خداؤں کا ماننے والا کہتے ہیں، جن میں سے ایک نور اور دوسرا ظلمت ہے۔ مجوسی فرقوں میں سے کیومرثیہ، زروانیہ اور زردشتیہ کا ذکر کرنے کے بعد زردشت کے مبادیات سے متعلق مقالے [illegible] ہے۔ اخیر میں زردشتی عقائد کا بیان ہے۔ اس ضمن میں زردشت کے حالات بھی کچھ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف کا جس خطے سے تعلق تھا، وہاں مذاہب [illegible] خصوصاً زردشت کے مذاہب سے متعلق وسیع معلومات موجود تھیں، چنانچہ [illegible] کے انہوں نے علمی دنیا کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ باب سوم کی دوسری فصل میں فرقہ الثنویہ کا ذکر ہے۔ یہ فرقہ بھی دو خداؤں کو مانتا ہے مگر مجوس سے ان کا یہ اختلاف ہے کہ وہ دونوں خداؤں، نور وظلمت کو ازلی اور قدیم طاقتیں مانتے ہیں، جبکہ مجوس نور کو قدیم اور ازلی مانتے ہیں اور ظلمت کو حدوث پذیر اور غیر قدیم سمجھتے ہیں۔ فرقہ الثنویہ کا عقیدہ ہے کہ نور وظلمت، قدیم ہونے میں مساوی ہیں اور ان میں جوہر، طبیعت، فعل، حیز (مقام)، مکان اور اجناس، ارواح و ابدان میں اختلاف ہے۔ امام شہرستانی نے ثنویہ کے جن فرقوں کا ذکر کیا ہے، وہ ہیں المانویہ، المزدکیہ، الدیصانیہ، المرقیونیہ، الکیتونیہ، الصیامیہ اور التناسخیہ۔

اس فصل کے آخر میں مصنف نے مشہور آتش کدوں کی اسم شماری کی ہے۔ اور اسی کے ساتھ کتاب اختتام پذیر ہوتی ہے۔ باب سوم کی دونوں فصلوں میں جو معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں، وہ نہایت بیش بہا ہیں۔

امام شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کے اس اجمالی تعارف کے بعد اپنی اس گفتگو کو کتاب سے متعلق بعض آرا کے بیان پر، ختم کرتے ہیں۔

تاج الدین عبدالوہاب سبکی نے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ ''الملل والنحل'' مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے اور ابن حزم ظاہری کی ضخیم کتاب ''الفصل فی الملل والاھواء والنحل'' سے بدرجہا بہتر و عمدہ ہے۔

مگر امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کے خیال میں شہرستانی کی کتاب ''الملل والنحل'' چنداں وقیع نہیں ہے۔ ان کے خیال میں اسلامی فرقوں کے حالات و مقالات انہوں نے ابو منصور البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) کی کتاب ''الفرق بین الفرق'' سے نقل کر دیئے ہیں، اور چونکہ بغدادی ایک متعصب شخص تھے اس لیے ان سے نقل کیے گئے عقائد و مقالات خالی از شبہ نہیں ہیں۔ اسی طرح شہرستانی نے فلاسفہ کے افکار و اذکار کو ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام منطقی بغدادی (متوفی ۳۷۵ھ) کی کتاب ''صوان الحکمۃ''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نقل کر دیا ہے اور عربوں سے متعلق معلومات ابو عمرو الجاحظ البصری (متوفی ۲۵۵ھ) کی کتاب ''ادیان العرب'' سے منقول ہیں۔ بنابریں امام رازی کے خیال میں شہرستانی کی کتاب، ماسوا ان معلومات کے جو حسن بن صباح کے فصول چہارگانہ سے متعلق ہیں، کسی اہمیت کی مالک نہیں ہے۔

امام رازی کا یہ بیان درست نہیں ہے کیونکہ ''الفرق بین الفرق'' اور ''الملل والنحل'' کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شہرستانی نے متعدد کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور ان کا ذکر ان کی کتاب میں موجود ہے، یوں وہ ''الفرق بین الفرق'' کے ناقل نہیں ہیں۔ رہا یہ امر کہ ''صوان الحکمۃ'' سے فلاسفہ کے اقوال نقل کر دیئے گئے ہیں، اس کا فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے، کیونکہ ''صوان الحکمہ'' ناپید ہے۔ بہرکیف شہرستانی کا یہ احسان کیا کم ہے کہ ان کے ذریعے یہ گم شدہ کتاب جزوی طور پر ہی سہی اہل علم کے مطالعے کی غرض سے موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شہرستانی نے اپنی کتاب میں اس عہد تک لکھی گئی کتب مناحل ونحل سے استفادہ کیا اور باطنیہ کے علاوہ مستفاد و صابیہ سے متعلق ان کی معلومات نادر ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خود امام رازی نے تاریخ عقائد سے متعلق ایک مختصر کتاب بنام ''عقائد مسلمین ومشرکین'' تصنیف کی ہے، اُس کتاب پر بھی تبصرہ اس مجلد میں شامل ہے۔

امام رازی کے بیشتر بیانات کی توضیح وتشریح امام شہرستانی کی کتاب ''الملل والنحل'' کے مشتملات سے کی گئی ہے اور امام رازی کی کتاب کی شہرستانی کی کتاب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

امام ابو منصور بغدادی پر بھی میرا مقالہ اس کتاب میں شامل ہے۔ بغدادی کی کتاب مناظرانہ انداز میں لکھی گئی ہے اور اپنے مخالفین خصوصاً معتزلہ، مشبہ اور باطنیہ (اسماعیلیہ اولیٰ) پر انہوں نے کڑے الفاظ میں تنقید کی ہے اور اپنے مخالفین کے خلاف تند و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیز جملے استعمال کئے ہیں۔ اس کے برعکس ''الملل والنحل'' میں شہرستانی کا اسلوب علمی، زبان شائستہ اور بیان متوازن ہے۔ انہوں نے بالعموم سنجیدہ علمی لب ولہجہ اختیار کیا ہے اور بیان واقعہ سے زیادہ کسی جانب داری وتعصب کا اظہار نہیں کیا ہے۔ پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ بغدادی اور شہرستانی کی ان تصانیف میں ایک سو سال کا تقدم وتاخر ہے، وہ علمی ترقی کا دور تھا، یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ شہرستانی جدید معلومات سے منہ موڑ کر ایک سو سالہ معلومات کے بیان کرنے پر قانع ہو سکتے تھے۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ شہرستانی نے دنیائے اسلام کا طویل سفر کیا تھا، بغداد، عراق وحجاز کے کتب خانے ان کی دسترس میں تھے، نظامیہ، بغداد کے علاوہ نظامیۂ نیشاپور کا بے نظیر کتب خانہ ان کے تصرف میں تھا، امام مجد الدین ابو القاسم علی کاظمی کے ذخیرۂ کتب کے علاوہ سلطان سنجر سلجوق (متوفی ۵۵۲ھ) کے کتاب خانے بھی ان کے مطالعہ میں تھے۔ ایک وسیع النظر اور کثیر المطالعہ عالم جیسے کہ امام شہرستانی تھے، ان کی علمی جلالت شان سے یہ بات بعید تھی کہ وہ صد سالہ قدیم معلومات پر اکتفا کرتے اور باسی طعام، اہل علم کی ضیافت کے لئے پیش کر دیتے۔

بہر کیف علما وفضلا کا ہر دور میں ان کی کتاب ''الملل والنحل'' کو تحسین وتوثیق کی نظروں سے دیکھنا اور اس کی بیش بہائی کا کھلے دل سے اعتراف کرنا بے سبب نہ تھا اور آج بھی یہ کتاب اسلامی عقائد وافکار کی تفہیم اور تعلیم کے لیے ایک بنیادی ماخذ اور اہم کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵

امام فخر الدین رازیؒ
کی کتاب
عقائد فراقِ المسلمین والمشرکین کا ایک جائزہ

تمہید

امام فخر الدین رازی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ دنیائے علم وفضل نے بلا اختلاف نسل ورنگ اور عقیدہ و مذہب، اُن کی جلالتِ شان کا اعتراف کیا ہے۔ مسلماں علماء میں اُن جیسی پہلو دار شخصیت کم ہی پیدا ہوئی ہے۔ وہ عقل ونقل دونوں ہی میدانوں کے شہسوار اور روایت ودرایت کے بیک وقت علَم بردار ہیں۔

اسلامی دنیا میں دولت سلاجقۂ بزرگ کے انحلال کے بعد جو سیاسی انتشار پھیلا، اس سے اس کے مشرقی ومغربی حصے یکساں متاثر ہوئے۔ مغرب میں صلیبی جنگ آزماؤں نے شام ومصر کے تہذیبی مراکز کو مٹا کر انسانی تہذیب وتمدّن کی بڑھتی ہوئی موجوں کو روکنے کی کوشش کی اور مشرق میں خراسان وایران کے چمن زار علم وحکمت کو وحشی غز ترکوں نے تاخت وتاراج کرنے کی سعی کی۔ ان بلاخیز طوفانوں اور ہلاکت بیز سیلابوں نے جہاں اسلام کی سیاسی قوت کو تہس نہس کر ڈالا، وہیں اس کی علم وفضل کی کھیتی کو بھی اُجاڑ کر رکھ دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم سلجوق، طغرل کے خانوادۂ پُر ہیبت و جلال کے خاکستر سے سمندر کو پیامِ زندگی ملا۔ اور وہی رے، جہاں اسلامی دنیا کا یہ بطلِ جلیل محوِ خواب ہے اور جس کی تربت کی پامالی زبانِ حال سے اسلام کی فلاکت اور کس مپرسی کی نوحہ خوانی کر رہی ہے۔ عالم اسلام کی علمی و تہذیبی زندگی کے لئے سامانِ وجود مہیا کر رہا تھا۔ اور اسی خاک سے وہ فرزندِ اسلام اُٹھا، جس کے کارناموں نے اسلام کے جسدِ مردہ میں جان ڈال دی۔ ملتِ اسلامیہ کے یہ بطلِ جلیل امام فخر الدین رازیؒ تھے۔

امام رازیؒ بیک وقت مفسر، فقیہہ، اصولی، متکلم، فلسفی اور منطقی تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ علم طب کے بھی ماہر اور ایسے ماہر تھے کہ شیخ الرئیس ابوعلی سینا کی شہرۂ آفاق کتاب ''کلیاتِ قانون'' کی شرح تحریر کی۔ اسی طرح وہ مؤرخ بھی تھے، حتیٰ کہ وہ علم طلسمات و ہندسہ میں بھی بند نہ تھے اور ان موضوعات پر بھی اُن سے پانچ کتابیں یادگار ہیں۔ اس لحاظ سے اُن پر کچھ لکھنا نہایت مشکل اور اُن کی کتابوں پر تبصرہ کرنا نہایت دُشوار امر ہے۔

امام رازیؒ کے حالاتِ زندگی

نام ونسب

نام محمد، ابوعبداللہ یا ابوالفضل کنیت اور فخر الدین لقب ہے۔ ہرات کے قیام کے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ تاریخ الحکماء میں جو سلسلۂ نسب مذکور ہے، اُس کی رُو سے امام صاحب کا نسبی تعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، مگر مفتاح السعادۃ میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ والد کا نام عمر، کنیت ابوالقاسم اور لقب ضیاء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدین تھا۔ وہ اپنے زمانے کے مشہور واعظ، متکلم، محدث، ادیب اور صوفی تھے۔ علم کلام میں ''غایۃ المرام'' نامی کتاب دو جلدوں میں ان سے یادگار ہے۔ ان کا بیشتر وقت درس و تدریس اور وعظ میں صرف ہوتا تھا۔ اسی لئے وہ الخطیب اور امام صاحب ابن الخطیب کے نام سے مشہور ہیں۔

ولادت و تعلیم

امام صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ میں رے میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے علم کلام اور فقہ کی تحصیل کی۔ باپ کی وفات کے بعد کمال سمنانی سے علم فقہ کی مزید تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں رے میں مجد جیلی سے علم حکمت سیکھا اور انہیں کے ساتھ مراغہ بھی گئے۔

علمی سفر

تکمیل تعلیم کے بعد امام صاحب نے متعدد سفر کئے جن میں بعض اوقات انہیں سخت مالی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کے علاوہ ان سفروں میں معتزلہ اور دوسرے فرقوں کے علماء سے مناظرے بھی ہوئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مخالفوں نے انھیں بڑا پریشان کیا، خصوصاً خوارزم اور ماوراء النہر میں انہیں مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور مجبوراً رے واپس آنا پڑا۔

دولت مندی و شہرت

اسفار علمیہ سے واپسی کے بعد رے میں امام صاحب کو مالی فارغ البالی نصیب ہوئی اور افلاس کا زمانہ جاتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی ان کی علمی شہرت بھی نزدیک و دور پھیل گئی تھی، جس سے اعزاز و اکرام میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا، مگر اُن کی قدر دانی خوارزم اور غور کے سلاطین نے سب سے زیادہ کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلاطینِ غور کی سرپرستی

غوری خاندان کے سلاطین میں غیاث الدین غوری اور شہاب الدین غوری نے جو اپنے خانوادے کے گلِ سرسبد تھے، امام صاحب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہرات میں خاص امام صاحب کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اور امام صاحب نے سلطان غیاث الدین کے نام اپنی کئی کتابیں معنون کیں۔

سلطان غیاث الدین کے زمانے میں دارالسلطنت فیروزکوہ میں امام صاحب اور فرقہ کرامیہ کے امام قاضی مجد الدین عبدالمجید بن عمر المعروف بابن قدوہ کے مابین مناظرہ ہوا۔ مناظرے میں اعیانِ سلطنت حتیٰ کہ خود سلطان حاضر تھا۔ دورانِ گفتگو امام صاحب کا لہجہ تند و تیز اور ابن قدوہ کا انداز نہایت نرم تھا۔ اس سے بعض ارکانِ دولت جن میں سلطان کا چچازاد بھائی اور اس کا داماد ملک ضیاء الدین بھی شامل تھے، امام صاحب سے سخت ناراض ہو گئے، اور سلطان سے اس کی شکایت کی مگر سلطان نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے روز ابن قدوہ نے جامع مسجد میں خطبہ دیا اور امام صاحب کے تند و تیز لب و لہجے کی شکایت کی۔ مجمع بپھر گیا اور ہر طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ شہر میں ہنگامہ ہوتے ہوتے بچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امام صاحب کو فیروزکوہ سے نکلنا اور ہرات واپس آنا پڑا۔

سلطان شہاب الدین غوری نے بھی امام صاحب کی بڑی قدر کی۔ وہ سفر و حضر میں انہیں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ جب ۶۰۲ھ میں سلطان برعظیم سے لوٹتے وقت کھوکھروں کے ہاتھوں پنجاب میں شہید ہوا تو امام صاحب اس کے ساتھ تھے ان کے حاسدوں نے انہیں سلطان کے قتل کی سازش میں متہم کیا مگر وزیر مؤید الملک نے انہیں بچا لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارزم شاہیوں سے تعلق

امام صاحب کی سرپرستی سلاطینِ خوارزم شاہیہ نے بھی کی۔ سلطان علاؤ الدین تکش نے انہیں اپنے بیٹے محمد کا استاد مقرر کیا اور جب خود محمد تخت نشین ہوا تو امام صاحب کو وہ عروج حاصل ہوا جو باید و شاید ہی کسی کو حاصل ہوا ہوگا۔

وفات

امام صاحب نے یکم شوال المکرم ۶۰۶ھ بروز دوشنبہ ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی اور ہرات کے قریب دامنِ کوہ میں مدفون ہوئے۔ قفطی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا انتقال ۱۰ ذی الحجہ ۶۰۶ھ کو ہوا اور وہ اپنے مخالفین کے خوف سے اپنے گھر میں دفن کئے گئے۔ طبقات الشافعیہ اور اخبار الحکماء کے مندرجہ سے پتا چلتا ہے کہ فرقہ کرامیہ کے لوگوں نے زہر دلوادیا جس کے اثر سے امام صاحب نے وفات پائی۔

اولاد

امام صاحب کی اولاد میں سے تین بیٹے، ضیاء الدین ابوبکر، شمس الدین اور محمد ان کے بعد زندہ رہے۔ بقول شہرزوری ابوبکر باپ کے جانشین ہوئے مگر جس بیٹے کی نسل بہت دنوں تک چلی وہ محمد تھے۔ ایک بیٹی بھی تھی جس کی شادی خوارزم شاہ کے وزیر علاء الملک علوی سے ہوئی جو نہایت عالم فاضل تھے۔

مشاغل

اگرچہ امام صاحب جاہ و منصب کے مالک اور دولت مند انسان تھے اور بقول شذرات الذہب ان کے ترکے میں دیگر سامان کے علاوہ دس ہزار دینار بھی تھے، مگر وہ علمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشاغل میں مصروف رہتے تھے۔ ان کا بیشتر وقت مطالعہ، درس و تدریس وعظ و پند اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا تھا۔

تصانیف

امام صاحب علم کے پیکر تھے اور ساری زندگی تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ انہوں نے تفسیر، کلام، حکمت، فلسفہ اور منطق، علوم و آداب عربیہ، فقہ و اصول فقہ، طب، تاریخ حتیٰ کہ علم ہندسہ اور طلسمات میں بھی کتابیں تصنیف کیں، اُن کی تمام تصانیف کی تعداد جن کی نشاندہی مختلف تذکرہ نویسوں اور خود اُنہوں نے جابجا کی ہے، سو کے قریب ہے، ان میں سے بیشتر کتابیں ابن خلکان وسبکی کے بیان کے مطابق امام صاحب کی زندگی میں ہی مشہور اور متداول ہو چکی تھیں۔ ان کی فن وار تقسیم یوں ہے۔

۱۔ تفسیر

کل ۵ کتابیں ہیں۔ مشہور تفسیر مفاتیح الغیب ہے جو ۱۲ مجلدات پر مشتمل ہے۔

۲۔ علم کلام

۴۰ کتابیں لکھیں جن میں مشہور المطالب العالیہ، الملل و النحل اور الریاض المونقہ فی الملل والنحل ہیں۔

۳۔ حکمت و فلسفہ و منطق

۲۶ کتابیں ہیں جن میں مشہور شرح عیون الحکمۃ، المنطق الکبیر و المحصول فی المنطق ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔علوم وآداب عربیہ

۷ کتابیں تحریر کیں جن میں مشہور زمخشری کی المفصل فی النحو کی شرح، نہایۃ الایجاز فی علم البیان اور نہج البلاغہ کی ناتمام شرح ہیں۔

۵۔فقہ واصول فقہ

۵ کتابوں میں مشہور المحصول فی علم الاصول اور امام غزالی کی کتاب الوجیز فی الفقہ کی شرح ہیں۔

۶۔علم الطب

۷ کتابیں لکھی ہیں، جن میں مشہور کتاب تشریح من الفم الی الحلق اور شیخ بوعلی سینا کی کلیات القانون کی شرح ہیں، یہ شرح مکمل نہ ہوسکی۔

۷۔طلسمات وعلم ہندسہ

۵ کتابیں لکھیں جن میں مشہور کتاب الہندسہ ہے۔

۸۔تاریخ

۲ کتابیں بنام کتاب فضائل الصحابہؓ اور کتاب مناقب الشافعی ہیں۔

ان تمام کتابوں کی مجموعی تعداد ستانوے ہے، ان میں سے بیشتر عربی زبان میں ہیں اور بعض فارسی میں ہیں۔علم الکلام کی کتاب الخمیس فی اصول الدین اور اللطائف الغیاثیہ، فلسفے کی کتاب تعجیز الفلاسفہ اور الرسالۃ الکمالیۃ فی الحقائق الالٰہیہ فارسی میں ہیں۔

امام صاحب کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔بیشتر عربی میں اور کمتر فارسی میں۔ان کے سوانح نگاروں نے ان کے اشعار نقل کئے ہیں مگر نہ تو ان میں کوئی خوبی ہے اور نہ وہ ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درجۂ کمال کے لائق۔

ان میں فارسی و عربی قصائد اور غزلیں بھی ہیں اور رباعیات بھی۔ امام صاحب کے سیرت نگاروں نے اُن کی خاصی بڑی تعداد کو نقل کیا ہے۔ یہاں بغرضِ تبرک اُن کی چند حکیمانہ رباعیوں کو درج کیا جاتا ہے:

کنہِ خردم، در خور اثباتِ تو نیست
و آرائش جاں، بجز اثباتِ تو نیست
من ذاتِ ترا، بو اجبی کے دانم
دانندۂ ذاتِ تُو بجز ذاتِ تو نیست

ہر گز دلِ من، ز علم محروم نہ شد
کم ماند ز اسرار، کہ مفہوم نہ شد
ہفتا دو دو سال فکر کردم شب و روز
معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

ہر جا کہ ز مہرے؟اثرے افتاد است
سودا زدۂ بر گزرے افتاد است
در وصلِ تو کے رسیدی، کانجا
ہر جا کہ نمی پائی، سرے افتاد ست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب عقائد مسلمین ومشرکین کے بارے میں

رسالے کا سراغ

امام رازیؒ کے سوانح نگاروں میں طبقات الاطباء اور شذرات الذہب کے مؤلفین نے اس رسالے کا تذکرہ اپنی اپنی کتابوں میں ''الملل والنحل'' کے نام سے اور اخبار الحکماء کے مؤلف نے ''الریاض الموتقۃ فی الملل والنحل'' کے نام سے کیا ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب ''امام رازی'' میں ان دونوں رسالوں کا ذکر کر کے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ شاید یہ دونوں رسائل الگ تصانیف ہیں، مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ دونوں نام ایک ہی رسالے کے ہیں۔

مخطوطات کی تفصیل

کتاب کے دو مخطوطے اب تک مل سکے ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جو [illegible] خزانہ تیمور پاشا میں محفوظ ہے، جس کا نشان حوالہ ۱۰۰ عقائد ہے [illegible]

كتاب فرق المسلمين وغيرهم للفخر الرازي

یہ اس مخطوطے کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے [illegible] [illegible] چند ورق پر یہ نام درج ہے:

كتاب من الاعتقادات فرق المسلمين و المشركين

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لامام الاعظم العالم الامجد الاکرم فرید دھرہ و وحید عصرہ بل وحید نوع الانسان فی مطلق الزمان فخر الدین الرازی رض بمنّہ و کرمہ تم

دوسرا نام رسالے کے شروع میں یوں لکھا ہوا ہے:

کتاب الفرق فی شرح احوال مذاھب المسلمین و المشرکین

یہ مخطوطہ چھوٹے سائز کے ۳۳ صفحات پر محتوی ہے، خط جلی ہے اور بہ کثرت حواشی تحریر ہیں، بیشتر حاشیے کاتب کے قلم سے ہیں اور کچھ دوسرے خط میں بھی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ بہت سے ذی علم افراد کے ہاتھوں سے گذرا ہے۔ ان حواشی میں استدراک یعنی اگر مؤلف سے کوئی بات چھوٹ گئی ہے تو اس کا ذکر ہے، اور تصحیح یعنی مؤلف کے بعض بیانات کی صحت بھی کی گئی ہے۔ اسے شیخ حمزہ بن علی نے قصبۂ خیر میں بروز پنج شنبہ بتاریخ ۱۰ رجب ۱۰۶۳ھ تحریر کیا ہے۔

کتاب کا دوسرا مخطوطہ لائیڈن کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس کا نشان ۵۸۵ مخطوطات عربیہ ہے، اس مخطوطے کے بھی دو نام ہیں۔ پہلے صفحے کے اوپر اس کا نام یوں تحریر ہے:

فی الرّد علی الفرق للفخر الرازی

دوسرا نام رسالے کے آخر میں یوں درج ہے:

ھذا کتاب الاعتقادات فرق المسلمین و المشرکین لامام العالم فرید دھرہ و وحید عصرہ الامام فخر الدین رازی رضی اللّٰہ عنہ

یہ مخطوطہ چھوٹے سائز کے ۱۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ کاتب نہایت خوش خط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جابجا حواشی بھی ہیں اور غالباً اصل کاتب کے قلم سے ہی لکھے گئے ہیں۔ مگر مصری مخطوطے کے مقابلے میں یہ حواشی بہت کم ہیں۔ اس مخطوطے کے کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔

دونوں مخطوطوں کے مندرجات میں بنیادی فرق یہ ہے کہ قاہرہ کے مخطوطے سے پانچ فرقوں کے حالات ساقط ہیں جب کہ لائیڈن کے مخطوطے میں ان کا ذکر موجود ہے۔

ان فرقوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ معتزلہ کا آٹھواں فرقہ	المعمریہ
۲۔ معتزلہ کا بارہواں فرقہ	الکعبیہ
۳۔ زیدیہ کا تیسرا فرقہ	الصالحیہ
۴۔ روافض کا فرقہ	الغلاۃ
۵۔ نصاریٰ کا فرقہ	نسطوریہ

مطبوعہ رسالہ

امام رازی کے اس رسالے کے مخطوطۂ قاہرہ کا سب سے پہلے ذکر شیخ مصطفیٰ بک الرزاق نے مؤتمر تاریخ الادیان منعقدہ لائیڈن درسال ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء میں پڑھے جانے والے اپنے مقالے میں کیا ہے۔ اور لائیڈن کے مخطوطے کا ذکر کارل بروکلمان نے اس فہرست مخطوطات کے حوالے سے کیا ہے جسے لنڈ برگ نے مرتب کیا ہے۔

شیخ مصطفیٰ کے شاگرد علی سامی النشار نے مخطوطۂ قاہرہ کو بنیاد بنا کر لائیڈن کے مخطوطے کی مدد سے اس رسالے کو ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں قاہرہ کے مکتبہ النہضۃ المصریہ سے شائع کیا ہے۔ رسالے کا یہی ایڈیشن اس مضمون کی تسوید کے وقت میرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے ہے۔

رسالے کی خصوصیات

رسالے کی بعض خصوصیات درج کی جاتی ہیں جن سے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ کتاب کی تقسیم بڑے منطقی انداز میں کی گئی ہے۔ پوری کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ بعض ابواب جو بڑے تھے ان میں علیحدہ علیحدہ فصلیں قائم کی گئی ہیں۔

مثلاً پہلے باب میں تین فصلیں ہیں، تیسرے باب میں صرف ایک فصل ہے اور دسویں باب میں چھ فصلیں ہیں، بقیہ ابواب میں کوئی فصل نہیں۔ ہر باب ایک بڑے فرقے کے حالات کے لئے وقف ہے جس میں ان چھوٹے چھوٹے فرقوں کا بھی ذکر ہے جو اصول میں باہم متفق مگر فروع میں مختلف ہیں۔

۲۔ امام رازیؒ کا اسلوب نگارش مؤرخانہ ہے، مناظرانہ نہیں، انہوں نے کسی فرقے کی برائی یا اس کے عقائد پر اعتراضات نہیں کئے ہیں اور نہ اپنے مخالفین پر طعن و تشنیع کی ہے۔

۳۔ کتاب میں ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کہ فرقوں کا ذکر تاریخی ترتیب سے آئے، تاریخی اعتبار سے ایک فرقے کے ضمنی فرقے جس ترتیب سے آتے ہیں ان کا ذکر بھی اسی ترتیب سے کیا گیا ہے۔ جو فرقہ پہلے وجود میں آیا اس کا ذکر پہلے اور جو بعد میں آیا اس کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے مذکورہ فرقے کا بانی بعد میں بیان کردہ فرقے کے بانی کا استاد ہوتا ہے۔ چنانچہ استاد کا ذکر شاگرد کے بعد آتا ہے۔

۴۔ ایک خصوصیت اس کتاب کی یہ بھی ہے کہ امام رازی نے دقائق اور تفصیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ذکر کر کے اطناب کی راہ اختیار نہیں کی ہے۔ بلکہ فرقوں کے ذکر میں اختصار سے کام لیا ہے۔

۵۔ حجم کم ہونے کے باوجود کتاب میں بہت سے اسلامی فرقوں اور غیر اسلامی فرقوں کے نام آ گئے ہیں اور فلاسفہ سے متعلق ایک علیحدہ فصل مخصوص کر دی گئی ہے۔

۶۔ ایک اور خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ امام صاحب نے حضرات صوفیہ کو ایک علیحدہ گروہ شمار کر کے ان فرقوں کی اصولی بنیادوں پر تقسیم کی ہے۔

ان کے خیال میں صوفیہ کا گروہ اصولی طور پر دوسرے فرقوں سے مختلف ہے۔ کیونکہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک معرفت الٰہی کا ذریعہ سمع ہے۔ معتزلہ کے ہاں معرفت الٰہی کا ذریعہ عقل ہے، مگر صوفیہ کے مسلک میں معرفت الٰہی کا ذریعہ تصفیۂ باطن اور علائق دنیوی سے علیحدگی ہے اور اس طرح انسان کشف کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

امام رازی کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں کی مدد سے مرتب کئے گئے۔

۱۔ابن العماد حنبلی، شذرات الذہب، جلد پنجم۔

۲۔تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ، جلد پنجم

۳۔ابن خلکان، وفیات الاعیان، جلد اول

۴۔ابن ابی اُصَیبعَہ، عیون الانباء فی طبقات الاطباء، جلد دوم

۵۔علی بن یوسف قفطی، اخبار الحکماء

۶۔طاش کبر زادہ، مفتاح السعادۃ، جلد اول

۷۔ابن الاثیر، الکامل، جلد دوازدہم

۸۔مولانا شبلی نعمانیؒ، الکلام وعلم الکلام

۹۔مولانا عبدالسلام ندوی، امام رازیؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶

اسماعیلیان آلہ اموت کی تاریخ کا بنیادی ماخذ

''تاریخ جہاں گشای۔ جلد سوم''

جوینی کے حالاتِ زندگی

جوین

جوین ایران کا ایک مشہور و اہم کور (پرگنہ) تھا، یہ بسطام سے نیشاپور جانے والی شاہراہ پر واقع تھا، جوین کا پرگنہ ۱۸۹ دیہات پر مشتمل تھا، یہ سارے کے سارے دیہات ایک دوسرے سے متصل دو پہاڑوں کے درمیان ایک مستطیل کی شکل میں آباد تھے اس کا مرکزی شہر آزاز دار تھا اور صاحب دیوان عطا ملک کا خاندان یہیں آباد تھا، جوین سرسبز و شاداب مرغ زاروں، کشت زاروں، باغوں اور سبزہ زاروں سے بھرا پڑا تھا اور سیر حاصل و خوشگوار آب و ہوا کے لیے مشہور تھا۔

خاندان

صاحب دیوان عطا ملک کا خاندان ایران کے قدیم ممتاز اور اہم خاندانوں میں شمار ہوتا ہے یہ خاندان، سلاجقہ، خوارزم شاہیہ اور منگولوں کے زمانہ ہائے اقتدار میں پشتہا پشت سے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہا ہے اگرچہ ان لوگوں کا منصب ''صاحبِ دیوان'' تھا، جسے عہد حاضر کی وزارت مالیات یا ایران و اسلامی ہند کے منصب مستوفی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الممالک کے مساوی سمجھنا چاہئے لیکن اس خانوادۂ گرامی کے بعض افراد اس سے بھی اعلیٰ مناصب پر متمکن رہے ہیں۔ مثلاً خود عطا ملک تمام عراق کا گورنر اور خاص بغداد کا مقتدر اعلیٰ رہا ہے اور اس کا بڑا بھائی خواجہ شمس الدین منگولی حکمران ابا خاقان بن ہولاکو کے دور حکومت میں تمام ممالک محروسہ کا وزیر اعظم تھا۔

نام ونسب

صاحب دیوان کا نام و لقب ہے ابو المظفر علاء الدین عطا ملک صدر معظم صاحب دیوان، اس کا سلسلہ نسب مشہور عباسی حاجب و وزیر فضل بن ربیع تک پہنچتا ہے، شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے:

صدر معظم صاحب دیوان علاء الدین عطا ملک جوینی بن صاحب دیوان بہاء الدین محمد بن شمس الدین محمد بن بہاء الدین محمد بن علی بن محمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن احمد بن اسحاق بن ایوب بن فضل بن ربیع بن یونس بن محمد بن عبداللہ بن کیسان ابوفردہ مولائے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان اموی قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

فضلائے خاندان

صاحب دیوان کے آباؤ اجداد میں ربیع بن یونس، منصور عباسی اور اس کے بیٹے مہدی کے عہد خلافت میں حاجب یعنی وزیر خاص کے عہدے پر فائز تھا۔ ہادی بن مہدی عباسی کے دور خلافت میں وہ وزارت کے منصب پر متمکن تھا اسی طرح اس کا بیٹا فضل بن ربیع بھی عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے زمانوں میں حاجب (دربان) رہا، وہ ہارون کے عہد میں آل برمک کے زوال کے بعد وزیر ہوا اور اس کے جانشین الامین کے زمانے میں بھی وزارت کے منصب پر فائز رہا، اسی طرح اس خاندان کے دیگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افراد بعد کے ادوار میں اعلیٰ سرکاری مناصب پر فائز رہے، مثلاً اس کا جدِ اعلیٰ بہاء الدین محمد بن علی جوینی سلطان تکش بن ایل ارسلان بن اتسز خوارزم شاہ کے دربار سے ۵۸۸ء میں وابستہ ہوا، سلطان سے مقام ری میں ملا، اس کی مدح میں رباعی پیش کی اور خلعت فاخرہ کا سزاوار ٹھہرا۔

اسی بہاء الدین محمد بن علی کا ماموں منتخب الدین بدیع الکاتب الجوینی، سلاجقہ کے عہد کا مشہور انشاء پرداز اور کاتب تھا وہ سلطان سنجر سلجوقی کے دبیران مقرب (خاص سیکریٹریوں) میں شمار ہوتا تھا۔ اور دیوان الانشاء کا رئیس تھا، اس نے فن انشاء و ترسل میں ''رقیۃ القلم'' ''مجموعہ رسائل'' اور ''عتبہ کتبہ'' نامی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ یہ منتخب الدین جوینی سلطان سنجر سلجوقی کا ندیم و مصاحب خاص بھی تھا۔

صاحب دیوان کا جد (دادا) شمس الدین محمد، سلطان محمد خوارزم شاہ کا ملازم خاص اور اس کے دیوان کا مستوفی (وزیر مال) تھا، وہ آخری خوارزم شاہی سلطان جلال الدین کے زمانے میں بھی مستوفی الممالک کے منصب پر متمکن تھا۔

صاحب دیوان کا پدر (باپ) بہاء الدین محمد صاحب دیوان چنگیز خانی حملوں اور ہولاکو کے حملوں کے درمیان زمانے میں جو ۳۰ سالوں پر پھیلا ہے اور جس میں منگول سردار اور شحنہ (کوتوال) خراسان و عراق کے علاقوں پر حکمران تھے، منگول حکومت میں مالیات کا افسر اعلیٰ اور صاحب دیوان تھا، ۶۳۰ھ میں منگول سردار جلتمور نے اسے خراسان و ماژندران کا صاحب دیوان مقرر کیا، وہ ۶۳۳ء میں منگول حکمران اوکتائی کے دربار میں قراقورم گیا وہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اور اسے انعام و اکرام سے نوازا گیا، ۶۴۳ھ میں اسے آذربائی جان، گرجستان و روم کا نائب گورنر مقرر کیا گیا، ۶۴۴ھ میں وہ ایک بار پھر ابا قا خان کے دربار میں حاضری کی غرض سے منگولیا گیا، ۶۵۱ھ میں وہ یزد و عراق کا نائب بنایا گیا، اس نے ۶۵۱ھ میں اصفہان کے مقام پر انتقال کیا۔ وہ اپنے عہد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نامور فاضل و اعلیٰ انشاء پرداز تھا۔

عطاء ملک کا بھائی خواجہ شمس الدین محمد جوینی اپنے عہد کا فاضل و ماہر مالیات و ترسل و انشاء تھا وہ ہولاکو کے عہد میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہا اور ابا قا خان کے زمانے میں مملکت کا وزیر اعظم رہا، اس کے اور صاحب دیوان عطا ملک کے متعدد بیٹے بھی اعلیٰ سرکاری مناصب پر متمکن رہے۔ غرض یہ خاندان ایں خانہ ہمہ آفتاب است کے مصداق آسمان علم و فضل کا آفتاب و ماہتاب رہا ہے۔

عطاء ملک کے ابتدائی حالات

عطاء ملک ۶۲۳ھ میں پیدا ہوا، اس کی ابتدائی تعلیم کی تفصیل نہیں ملتی، لیکن اس کی علمی، ادبی اور انشاء پردازی کی اعلیٰ صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اور نیز خاندانی علمی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اس نے مروجہ علوم کی تحصیل بڑی محنت سے کی تھی اور عربی و فارسی انشاء و ترسل میں مہارت تامہ بہم پہنچائی تھی اور نثر کے علاوہ شعر و شاعری سے بھی اسے بہرۂ وافر ملا تھا۔ جہاں گشائی میں جس برجستگی سے وہ عربی و فارسی اشعار، قرآنی آیات و احادیث کا استعمال کرتا ہے اس سے مذہبی علوم اور ادب پر اس کی مضبوط گرفت کا پتا چلتا ہے، اسی طرح ملاحدہ کے عقائد کے ابطال میں اس کا طرز استدلال خالص متکلمانہ ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ عقائد، حکمت و کلام پر فاضلانہ نظر رکھتا ہے۔ یوں اپنے عہد کے علماء کتاب، انشاء پرداز و شعراء میں اسے نمایاں مقام حاصل ہے۔

ملازمت کا حال

صاحب دیوان نے ۶۴۱ھ میں جب کہ اس کا سن سترہ سال کے لگ بھگ تھا منگولی حکام کے ہاں ملازمت اختیار کی اور دیوان انشاء میں محرر و منشی کی خدمات سے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے نئی زندگی کا آغاز کیا (بکار تحریر دیوان اشتغال نمود) اور امیر ارغون کے دربار سے وابستہ ہو گیا، امیر ارغون ۶۴۱ھ سے ۶۵۳ھ تک منگولی بادشاہ کی جانب سے دریائے جیحون کے مغربی ممالک کا حاکم رہا، امیر ارغون اپنے دور نیابت میں پانچ یا چھ بار منگولیا گیا ان سفروں میں سے اکثر میں عطا ملک اس کے ہمراہ تھا اور اس نے ان سفروں میں اپنی عمر کے دس سال گزارے ان سے منگولوں کی معاشرت، سیاست اور تہذیب کو سمجھنے میں اسے بڑی مدد ملی، ان کی زبان سے بھی اس کو آگاہی حاصل ہوئی اور ان تجربوں سے اس نے اپنی کتاب میں بھرپور فائدہ اٹھایا، اس کے ساتھ ہی منگولی دربار بھی اس کی اعلیٰ صلاحیتوں سے واقف ہو گیا اور بعد میں ہولاکو کے دور میں اس کا عملی تجربہ ہوا۔

ہولاکو کی ملازمت

امیر ارغون کے بعد جب شاہزادہ ہولاکو بلاد غربیہ کا حاکم اعلیٰ ہو کر آیا اور اسماعیلیوں کے قلعوں کی تسخیر کا سلسلہ شروع ہوا تو عطا ملک اس تمام عرصے میں شاہی افواج کے ساتھ رہا، اس مدت میں وقوع پذیر ہونے والے سارے واقعات کا وہ عینی شاہد ہے اس لئے اس کا بیان نہایت اہمیت کا حامل ہے وہ صرف شریک سفر نہیں تھا بلکہ ہولاکو کے پاس اسے نہایت قرب بھی حاصل تھا چنانچہ خوشان کے برباد شہر کی آبادی و بحالی جو ایک چوتھائی اس کی ملکیت تھا اس کی سفارش پر عمل میں آئی۔

اسی طرح قلعہ الموت کے فتح ہو جانے کے بعد جو ''فتح نامہ'' نزدیک و دور روانہ کیا گیا اس کا محرر و کاتب بھی عطا ملک ہی تھا، ہولاکو نے اسی کی سفارش پر اسماعیلیوں کے کتب خانے سے اعلیٰ کتابوں کے انتخاب کی، اس کو اجازت دی تھی۔ بہرکیف ہولاکو کے دور میں جو ۶۶۳ھ میں ختم ہوا اُسے اور اس کے دوسرے اہل خاندان کو بڑا اقتدار، اعتبار واعتماد حاصل رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغداد کی حکومت

بغداد کے سقوط کے بعد ہولاکو نے عطا کو ۶۵۷ھ میں عراق کا حاکم مقرر کیا، عراق کی گورنری پر اس کی تقرری مسلمانوں کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوئی، اس نے اپنے اکیس سالہ دور میں دوبارہ شہروں کی آبادی، زراعت کی ترقی، آب پاشی کے نظام، مدارس و مساجد و رباط کے قیام پر توجہ دی، انبار کے مقام سے دریائے فرات سے ایک نہر نکال کر کوفہ تک لایا، راستے کے تمام غیر آباد دیہات کو آباد کیا، سینکڑوں میل تک باغات، سبزہ زاروں اور کشت زاروں سے پورے ملک کو سرسبز و خوش حال بنا دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی از سر نو تعمیر و مرمت کرائی اور وہاں ایک رباط (سرائے) قائم کی۔ اس جیسے بہت سے کام اس کے دور ہی میں انجام پائے اور وہ عظیم بربادی جو منگول حملہ آوروں کے ہاتھوں اس خطے کے نصیب میں آئی تھی، اس میں خاصی کمی ہوگئی۔

ابا قا خان کے عہد میں

ہولاکو کے بعد ۶۶۳ھ میں اس کا بیٹا ابا قا خان برسر حکومت ہوا، اس نے عراق کی حکومت ایک منگول سردار سونجاق آغا کو دی اور اس کے نائب کی حیثیت سے عطا ملک کا تقرر ہوا، مگر سونجاق آغا برائے نام حاکم اعلیٰ تھا اور حکومت کے جملہ امور حسب سابق عطا ملک ہی سرانجام دیتا رہا۔

احمد تکودار کے عہد میں

ابا قا خان کی موت کے بعد اس کا بھائی تکودار برسر حکومت آیا، اس نے عطا ملک اور اس کے برادر بزرگ خواجہ شمس الدین محمد کی مساعی جمیلہ سے اسلام قبول کر لیا تھا اور احمد تکودار کے نام سے محرم ۶۸۱ھ میں دشمن اسلام چنگیز و ہولاکو کا جانشین ہوا، یہ امر کہ ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان شاہزادہ منگول تخت کا وارث قرار پایا ہے منگول سرداروں اور غیر مسلم خصوصاً عیسائی حکام کو سخت ناگوار گزرا، اس لئے انہوں نے ابا قا خان کے بیٹے ارغون کو اپنے چچا کے خلاف بھڑکایا، وہ منگولی سرداروں کی شہ پر احمد تکودار کے خلاف ایک لشکر جرار لے کر چڑھ دوڑا۔

عطا ملک کے متوسلین پر سختی

ارغون نے بغداد پر قبضہ کر کے صاحب دیوان کے متوسلین پر قیامت ڈھادی، حساب فہمی کے بہانے زندہ اہل کاروں کو ہی تنگ نہ کیا بلکہ مردوں پر غصہ اتارا، عطا ملک کے نائب اور پیش کار نجم الدین اصغر کو جو اُسی زمانے میں مرا تھا نشانہ عبرت بنایا، اس کی لاش قبر سے نکال کر بغداد کے راستے پر پھینک دی، مگر یہ بغاوت ناکام ہوئی اور ارغون اپنے چچا سے شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

عطا ملک کی وفات

اس زمانے میں صاحب دیوان خراسان کا گورنر تھا جب اسے بغداد میں اپنے آدمیوں کی بربادی کی خبر ملی تو وہ سخت رنجیدہ ہوا، دردسر میں کئی روز مبتلا رہ کر اس نے مغان کے مقام پر ۴ رذوالحجہ ۶۸۱ھ کو وفات پائی، اس کی میت تبریز لا کر خاندانی مقبرے میں دفن کی گئی۔ صاحب دیوان خوش قسمت تھا، کہ اس نے احمد تکودار کے عہد سلطنت میں قید حیات سے نجات پائی، مگر اس کے دیگر افراد خاندان ایسے خوش قسمت نہ تھے۔

خاندان کی بربادی

۶۸۳ھ میں منگول سرداروں نے سازش کر کے احمد تکودار کے بجائے ارغون بن ابا قا خان کو تخت منگول پر براجمان کر دیا اور احمد تکودار کو شہید کر دیا، اب ارغون کو انتقام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لینے کا موقع ہاتھ آیا اور اس نے جھوٹے الزامات لگا کر صاحب دیوان کے بھائی شمس الدین محمد جوینی کو ۴ شعبان ۶۸۳ھ کو قتل کر دیا، اس کے چار بیٹوں یحییٰ، فرج اللہ، مسعود اور اتابک کو بھی شہید کر دیا گیا، خواجہ کے پوتے کو جس کا نام علی تھا ۶۸۸ھ میں کاشان کے مقام پر شہید کر دیا گیا، اور صاحب دیوان کے بیٹے منصور کا بھی یہی انجام ہوا، اسے حلہ سے لا کر بغداد میں قتل کیا گیا، غرض اس شہرہ عصر اور نابغۂ روزگار خاندان کے افراد چن چن کر موت کی نیند سلا دیے گئے۔

ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے چنگیز و ہولاکو کے حملوں سے برباد و تباہ حال مسلمانوں کی اپنے مقدور بھر مدد اور ان کی معاشرتی اور تہذیبی بحالی و شیرازہ بندی کی سعی جمیل کی تھی، اور اس دشمن اسلام قوم کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی جرأت کی تھی، مگر بچ کی آخر کار فتح ہوئی اور صاحب دیوان کے داماد امام صدر الدین جوینی کے ہاتھ پر اس ارغون کے بیٹے غازان نے اسلام قبول کیا۔

تصانیف

صاحب دیوان عطا ملک کی تصانیف میں تاریخ جہاں گشائی کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں۔

۱۔ رسالہ تسلیۃ الاخوان

اس رسالے کا ایک نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے اس رسالہ میں صاحب دیوان نے ان پریشانیوں اور اذیتوں کا ذکر کیا ہے جو اسے ۶۸۰ھ میں مجد الملک کی جھوٹی شکایتوں کی وجہ سے اُٹھانی پڑی تھیں، ان مصائب سے عطا ملک کو ۴ رمضان المبارک ۶۸۰ھ میں سلطان ابا قا خان کے حکم سے نجات ملی، اس بنا پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ رسالہ رمضان ۶۸۰ھ کے بعد کا تحریر کردہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ رسالہ نامعلوم الاسم

ایک اور رسالہ جس کے درست نام کا پتا نہیں چل سکا صاحب دیوان نے رسالہ تسلیۃ الاخوان کے فوراً بعد تحریر کیا تھا، اس میں بھی پہلی کتاب میں مذکور مصائب وحوادث کا ذکر ہے اس رسالے کا بھی ایک بہت ہی خط نسخہ پیرس کے قومی کتاب خانہ میں موجود ہے۔ یہ مؤلف کی وفات سے کوئی چھ ماہ قبل لکھا گیا ہے اور غالباً اس کی سب سے آخری تحریر ہے۔

۳۔ چند مکاتیب ورسائل

مذکورہ دو رسالوں کے علاوہ چند مکاتیب، رسائل وفرامین بھی صاحب دیوان کی یادگار کے طور پر اس کے جد اعلیٰ منتخب الدین بدیع الکاتب الجوینی کے ''مجموعہ رسائل'' میں شامل ہیں۔ یہ سینٹ پیٹرس برگ کے کتب خانہ السنہ شرقیہ میں محفوظ ہیں۔

۴۔ شاعری

انشائی ترسل کے ساتھ ہی صاحب دیوان کے عربی وفارسی اشعار بھی اس کی تصانیف میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں، غالباً کسی نے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا کر کے لڑی میں پرونے کا خیال نہیں کیا۔ جہاں کشائی جلد سوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب صاحب دیوان ہولاکو کے لشکر میں تھا اور موسم خزاں ختم ہوا اور بہار نے تمام خطہ کو لالہ و سبزہ سے آراستہ کر دیا تو اس نے یہ رباعی پڑھی۔

چوں کرد بہار جشن حسن آمادہ
بلبل زخوشی گرفت راہ مادہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برخیز طلوع شادی اہل تموز
در سایۂ بید آفتاب سادہ

عربی زبان میں بھی اس نے اشعار کہے ہیں۔ مثلاً

ابادیةَ الاعرابِ عنی فانّنی
بحاضرةِ الا تراکِ نیطتُ علائقی

واھلکِ یا نجل العیونِ فانّنی
بُلیتُ بھذا لناظرِ المتضایقِ

جس زمانے میں وہ اپنے دشمنوں کی چغل خوری سے مصائب وحوادث کا شکار تھا اس نے اپنی پامردی، استقامت وخودداری کا یوں اظہار کیا ہے۔

لَئِنْ نظرُ الزمانُ اِلیَّ شذرا
فلاتکُ فیتماً افدیکَ صدرا

اگرچہ زمانے نے مجھے ٹیڑھی نظروں سے دیکھا ہے مگر میں تم پر قربان، اس سے تنگ دل نہ ہو۔

وکنْ باللّٰہِ ذا ثقةٍ فانّی
اریٰ للّٰہ فی ذا الامر سِرًّا

اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ میرے خیال میں اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی بھید ضرور ہے۔

زمانٌ اِنْ رمانِیَّ لا ابالی
فَقَد مارستُهُ عُسراً و یُسرا

اگر زمانے نے مجھ پر مصیبت توڑی ہے، تو کیا ہوا میں اس کی پروا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتا، کیونکہ میں نے تنگی و فراخی دونوں میں اس کا تجربہ کیا ہے۔

ترانی لابتاً جاشاً اذاما
جُیوشُ الحادثاتِ عَزمنَ امراً

جب حوادث کے لشکر گراں میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو تم مجھے ثابت قدم اور باعزم وہمت پاؤ گے۔

اذا دکّتْ جبالُ الصبرِ دکّاً
تریٰ منّی فواداً مستقرا

جب صبر کے بھاری پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو بھی تم مجھے مضبوط قلب اور مطمئن دل والا پاؤ گے۔

اذا شاهدتُ فی صبری فتوراً
جعلتُ عزیمتی للصبرِ أزرا

جب مجھے اپنے صبر میں کسی طرح کی محسوس ہونے لگتی ہے تو میں اپنے عزم مصمم کو صبر کا پشت پناہ وحامی وناصر بنالیتا ہوں۔

خلاصۂ کلام

مختصر یہ کہ صاحب دیوان عطا ملک اپنے اعلیٰ نسب، خاندانی تمول، عزت اور علم وفضل کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا، اس نے ایران وعراق کی گورنری کے زمانے میں اپنے ہم مذہبوں کی خدمت نہایت دل سوزی سے کی، اس نے اجڑی بستیوں کو بسایا، بنجر اور ویران باغوں، کھیتوں اور صحراؤں کو لہلہاتے کشت زاروں، سبزہ زاروں اور مرغزاروں میں بدل دیا، اس نے دل شکستہ قوم کو نیا عزم وولولہ عطا کیا، انصاف سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے دل جیت لیے اور اپنے اور اپنے خانوادے کے لئے ہمیشہ رہنے والی شہرت، عزت واحترام کی دولت کمالی، علم وعمل، دماغ اور ہاتھ کی بہترین صلاحیتوں سے صاحب دیوان اور اس کے خاندان والوں نے تاریخ میں باوقار مقام پایا

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تاریخ جہاں گشائی کی اہمیت

علاء الدین عطا ملک جوینی کی کتاب ''تاریخ جہاں گشائی'' کو منگولوں، خوارزم، شاہیوں اور اسماعیلیوں کی تاریخ کی حیثیت سے ہر دور میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اس کتاب کی اہمیت کے متعدد اسباب ہیں، ہم ذیل میں ان کی اختصار کے ساتھ نشان دہی کرتے ہیں۔

۱۔ اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ اس دور کی کوئی اور ایسی تاریخ موجود نہیں ہے، جس کا مؤلف واقعات کا عینی شاہد رہا ہو، اور منگولوں کے رسوم واوضاع اور ان کے سیاسی ومعاشرتی اطوار سے ذاتی واقفیت رکھتا ہو، جو دوسری کتب تاریخ موجود ہیں یا تو اُن کا مؤلف معاصر نہیں ہے یا اگر وہ معاصر بھی ہے تو واقعات کا براہِ راست اس نے مشاہدہ نہیں کیا اور منگولوں اور ان کے ہم عصر حکمرانوں سے اس کی واقفیت ثانوی حیثیت کی رہی ہے، وہ نہ تو فوجوں کے ساتھ میدان جنگ میں موجود رہا اور نہ شاہی درباروں کے اعلیٰ عہدوں سے منسلک رہا ہے اور دوسرے مآخذ یا مسموعات پر اُس نے اپنے بیانات کی بنیاد رکھی ہے۔

۲۔ جہاں گشائی کی اہمیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں وہ اور اس کے خاندان نے سب سے پہلے منگولوں کے ملک میں ان کے قبائلی نظام، معاشرتی اوضاع و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روٴسائے حکومت سے آگہی حاصل کی، جوینی کے والد بہاء الدین محمد نے اور خود اس نے قراقورم اور منگولیا کے بار بار سفر کیے، اس نے دس سال سے زیادہ عرصہ منگولوں کے علاقوں میں سفر میں گزارا، جہاں گشائی پہلی کتاب ہے جس سے معاصر مورخین اور دیگر فضلاء کو اس نئی اُبھرتی ہوئی منگولی عسکری طاقت کے متعلق موثق معلومات حاصل ہوئیں۔

۳۔ اس کتاب کی اہمیت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ملاحدہ (اسماعیلیہ قہستان) کی تاریخ جو اسماعیلیوں کی خفیہ دعوت اور ان کے عقائد کی سریت کی طرح راز سربستہ کی طرح لوگوں کی نگاہوں سے مستور تھی، پہلی بار اُن کے اپنے تحریری مواد کی اساس پر جہاں گشائی، جلد سوم کی صورت میں منظر عام پر آئی، اسماعیلیوں کے عقائد وہ راز سربستہ تھے جن سے غیر اسماعیلی علماء ناواقف محض تھے۔ یہاں یہ تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ امام عبدالکریم شہرستانی متوفی ۵۴۷ھ نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں اسماعیلیوں کے بعض بنیادی عقائد سے پردہ اُٹھایا تو محض اسی بنا پر کہ انہیں ان عقائد کا پتا کیسے چلا، علمائے اہل سنت بشمول امام ابن تیمیہ نے یہ گمان کیا کہ شہرستانی مسلکاً اسماعیلی تھے، جوینی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے ہولاکو کے حکم سے الموت کے نادر کتب خانے کی پڑتال کی اور ملاحدہ کے عقائد، داخلی نظام اور ان کے سیاسی ہتھکنڈوں کو بے نقاب کیا، ملاحدہ قہستان سے متعلق واقعات وحوادث کا وہ نہ صرف عینی شاہد ہے بلکہ سب سے پہلا مؤرخ وواقعہ نگار بھی ہے۔

۴۔ جہاں گشائی میں منگولوں اور ملاحدہ کی تواریخ کے علاوہ خوارزم شاہیوں کی تاریخ کا بھی تفصیل سے بیان موجود ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس خانوادہ کی تاریخ میں صاحب دیوان کی کتاب، پہلی کتاب نہیں ہے، ابن اثیر اور اس کے معاصرین کے علاوہ، خود اُن کے سرکاری مؤرخ ونشی نسوی نے ''سیرت جلال الدین'' مرتب کی ہے جو اس عہد کی مستند تاریخ کی حیثیت سے موجود ہے، لیکن ہمارا مصنف علاء الدین عطا ملک بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی خوارزم شاہی خاندان سے کئی پشتوں سے وابستہ رہا ہے اس کا جد اعلیٰ بہاء الدین علی اس شاہی خاندان سے ۵۸۸ھ میں وابستہ ہوا اور خاندان کے دوسرے بزرگ بھی اس خانوادہ کے وابستگان دولت میں تھے، اس لیے خوارزم شاہی خانوادہ کے متعلق جہاں گشائی کے بیانات اتنے ہی اہم اور قابلِ اعتماد ہیں جتنے کہ خود نسوی کے ہیں، جلال الدین منکبرنی کی ہمراہی کی سعادت جس طرح نسوی کو حاصل تھی اسی طرح صاحب دیوان کے باپ دادا بھی چنگیزی حملوں کے زمانے میں جلال الدین اور اس سے پہلے اس کے باپ علاء الدین محمد خوارزم شاہ کے ملازمین اور ہم رکابوں میں رہے تھے ان وجوہ کی بناء پر جہاں گشائی کی دوسری جلد جو خوارزم شاہیوں کے احوال و آثار پر مشتمل ہے بنیادی اہمیت کی مالک اور اہم مصادر و منابع میں شمار ہوتی ہے۔

یوں کتاب کی تینوں جلدیں اپنے موضوعات پر نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور بنیادی و اساسی مراجع و منابع کی حیثیت سے تاریخ کی اہم مستند و معتبر دستاویز شمار ہوتی ہیں۔

معاصرین کی رائے

جہاں گشائی کی اس امتیازی حیثیت کے پیش نظر بعد میں آنے والے مورخین نے اس کی توثیق کی ہے اور اپنی کتابوں میں اس سے کام لیا ہے، ہم ذیل میں ایسے بعض مؤرخین کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ مؤرخین بھی بنیادی حیثیت کے مالک ہیں۔

۱۔ عبد اللہ بن فضل اللہ شیرازی مشہور کتاب تاریخ ''تجزیۃ الامصار و تزجیۃ الاعصار'' معروف بتاریخ وصاف کا مؤلف ہے، اس نے عطا ملک کی بے حد تعریف کی ہے۔ اس کی کتاب وصاف جو ۶۹۹ھ میں اور ۷۲۸ھ کے درمیان لکھی گئی ہے دراصل جہاں گشائی کا ذیل (ضمیمہ) ہے اس نے ایک جلد میں پوری کتاب کا خلاصہ کیا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں وہ ختم ہوئی ہے اس کے آگے یعنی ۶۵۵ھ سے اپنی کتاب کا آغاز کر کے ۷۲۸ھ پر ختم کیا ہے۔ مؤلف وصاف نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں عطا ملک کی تعریف وتوصیف کے بعد لکھا ہے۔

وما انا الا قطرة من سحابه
ولو انني صنفت الف كتاب

میں اُس کے ابرِعلم وفضل کا صرف ایک قطرہ ہوں، ہر چند کہ میں
ایک ہزار کتابوں کا مصنف ہوں۔

۲۔ جامع التواریخ کا مؤلف رشید الدین فضل اللہ غازان خان اور اولجاتیو خان محمد خربندہ کا وزیر تھا اس کی کتاب ۷۱۰ھ میں مرتب ہوئی ہے اس نے جہاں کشائی کی تینوں جلدوں کے مضامین کو اپنی کتاب میں سمولیا ہے اس نے بعض مقامات پر جہاں کشائی کے مطالب کا اختصار اور بعض مقامات پر اس کے مندرجات کو نہایت تفصیل کے ساتھ جامع التواریخ میں شامل کرلیا ہے۔

۳۔ ابوالفرج غریغوریوس بن اہرون ملطی جو نصرانی طبیب اور مراغہ کا رہنے والا تھا اس نے ۶۸۵ھ میں انتقال کیا یہ ابن العبری کے نام سے مشہور ہے اس نے سریانی زبان میں ایک مفصل تاریخ لکھی ہے اس کے ہاں خوارزم شاہیوں، منگولوں اور اسماعیلیوں کے متعلق جو بیانات ہیں وہ بتمامہ جہاں کشائی سے منقول ہیں اس طرح اس نے اپنی ایک اور عربی تاریخ مختصر الدول میں جو اُس کی بڑی کتاب کا خود اُسی کے قلم سے خلاصہ ہے، جہاں کشائی کے بیانات بعینہٖ یا ملخصاً نقل کر دیے ہیں۔

۴۔ صفی الدین محمد بن علی بن محمد بن طباطبا معروف بابن طقطقی نے اپنی مشہور کتاب الفخری ۷۰۱ھ میں تالیف کی ہے اسے چونکہ عطا ملک صاحب دیوان سے ذاتی رنجش وعداوت تھی اُس نے جہاں کشائی کے مندرجات نام لئے بغیر اپنی کتاب میں نقل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے ہیں۔

۵۔ شہاب الدین احمد بن یحییٰ بن فضل اللہ کاتب دمشقی متوفی ۷۴۹ھ نے کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار بیس ضخیم جلدوں میں لکھی ہے یہ کتاب ۷۳۸ھ میں مکمل ہوئی اس کتاب کی تیسری جلد میں جہاں گشائی کی منگولوں سے متعلق بعض فصول کا عربی میں ترجمہ شامل ہے۔

چونکہ منگولوں، خوارزم شاہیوں اور اسماعیلیوں کی تاریخ میں جہاں گشائی نہایت ثقہ اور بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے بعد کے مورخین نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے اور اس کی فصل کی فصل اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں، ہم ذیل میں ایسی کتابوں کے نام درج کرتے ہیں، یاد رہے کہ یہ کتابیں اپنے موضوعات پر سند کا درجہ رکھتی ہیں اور بعد کے مؤرخین کے لئے ان کا تحریری مواد نہایت اعتبار و اعتماد کا حامل ہے۔

۶۔ تاریخ گزیدہ از حمداللہ مستوفی ۷۳۰ھ۔

۷۔ روضۃ الصفا از میر خواند محمد بن خاوند شاہ محمود (متوفی ۹۰۳ھ)

۸۔ حبیب السیر از غیاث الدین خاند میر، یہ کتاب ۹۲۷ھ میں تحریر کی گئی۔

۹۔ مجمع الانساب از محمد بن علی شبانکارہ، یہ کتاب ۷۳۳ھ میں مرتب ہوئی۔

۱۰۔ نظام التواریخ از قاضی ناصر الدین بیضاوی ۶۷۴ھ میں تصنیف ہوئی۔

۱۱۔ روضۃ اولی الالباب فی تواریخ الاکابر والانساب از ابوسلیمان داود بن محمد ہناکتی، یہ کتاب ۷۱۷ھ میں تصنیف ہوئی۔

مختصر یہ کہ منگول، خوارزم شاہان اور اسماعیلیان قہستان کے مؤرخ کے لئے جہاں گشائی کی مدد کے بغیر مستند تاریخ لکھنا قریب قریب ناممکن ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلوبِ نگارش

جہاں گشائی کا اسلوبِ نگارش وطرزِ تحریر چھٹی اور ساتویں ہجری کی نثر نگاری کا اعلیٰ نمونہ ہے، یہ فنی نثر مصنوعی ہے اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی سے بھری پڑی ہے، جا بجا عبارت آرائی کی غرض سے تشبیہات و استعارات سے کام لیا گیا ہے، جملے طویل اور کلمات معترضہ سے پر ہیں، جا بجا جملوں کے درمیان قرآنی آیات کے ٹکڑے نہایت سلیقے سے جڑے گئے ہیں، بکثرت عربی و فارسی اشعار سے قدرتِ کلام و ندرتِ بیان کے شواہد فراہم کیے گئے ہیں، کہیں کہیں زورِ کلام کی غرض سے عربی کے جملوں کو فارسی متن میں سمو کر اعلیٰ عربی انشاء پردازی کا اعجاز دکھایا گیا ہے، مرادفات سے بہت کام لیا گیا ہے اور ایک ہی بیان کے لئے متعدد مرادفات کا سہارا لیا گیا ہے اگر چہ یہ اندازِ بیان عام تاریخی واقعات میں یک گونہ بدمزگی پیدا کرتا ہے لیکن اس بے نمکی کو ادبی لطائف و ظرائف اور اشعار سے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جناس و تلازمہ جو فنی نثر کی خصوصیات ہیں عربی میں ہمدانی، خوارزمی، حریری اور قاضی فاضل کے ہاں بکثرت استعمال ہوئے ہیں، فارسی میں قاضی حمید الدین عباسی بلخی، وصاف الحضرت اور امیر خسرو کے ہاں تقلیداً اظہار کی قوت و ادائیگی پر قدرتِ کاملہ کی نمائش کی غرض سے آتے ہیں، جوینی نے اپنی علمی جلالتِ شان اور انشاو ترسل کی بازی گری کی نمود کے لئے ان سے ضرورت سے زیادہ کام لیا ہے، جہاں گشائی کی تیسری جلد میں ''نسخہ فتح نامہ الموت'' میں جوینی نے اس طرز بدیع نگاری و اسلوب صنعت گری کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔

ملاحدہ کے قلعوں کے استحکام و ارتفاع کے بیان میں علم نجوم کی اصطلاحات اور مختلف ثوابت و سیار نجوم کا جناس لفظی کی صنعت گری کے ساتھ نہایت ادق و غامض بیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ہاں موجود ہے۔ ہر چند کہ فنی نثر پر تکلف بوجھل اور بے نمک ہوتی ہے مگر جوینی کی زبان ان معائب سے یک گونہ پاک ہے۔ اس کی تاریخ کے موضوعات خصوصاً چنگیز و ہولاکو کے سفاکانہ طرزِ حکومت، بستیوں کی بربادی، خونِ انسانی کی ارزانی، ایک ابتلائے عام جس میں کسی ذی روح کو زندہ نہ چھوڑنے کے چنگیزی احکام شامل ہوں حد درجہ الم ناک، رنج دہ اور عذاب وعتاب سے پُر ہیں، وہ انسانی جذبات کی، اپنے ہم قوموں کی عزتِ نفس اور آدمیت کے وقار کی پامالی کی داستان بیان کرتا ہے اور اس کے لئے جو زبان استعمال کرتا ہے اس میں صنعت گری کے باوجود اثر ہوتا ہے جوینی کے ہاں احترامِ آدمیت اور انسان دوستی کی وجہ سے ایک اثر ہے اس کے ترسل میں سوز اور اس کے بیان میں دل میں اُتر جانے کی صلاحیت بدرجۂ اُتم موجود ہے، اس کے شواہد کتاب کی پہلی جلد میں چنگیز کے ہاتھوں بخارا، خیوا اور نیشاپور کی بربادی کے بیانات میں دیکھے جاسکتے ہیں، وہ عام بدامنی جو ملاحدہ کی دسیسہ کاریوں اور اُن کے فدائیوں کی خنجر زنی کے سبب سرزمین ایران وخراسان کا مقدر بن گئی تھی جس کے سبب امرا ہی نہیں علما، فضلا بھی اپنے گھروں میں بھی جان سے امن نہ تھے، کتاب کی تیسری جلد میں اس کا تذکرہ پُر اثر انداز میں کیا گیا ہے اور جو بمصداق ''ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد'' قاری کو آج بھی متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جوینی الفاظ ومعانی کا ماہر صنعت گر اور انشاء وترسل کا چابک دست نقش گر ہے اور اس کی کتاب اس کی شاہد عدل ہے۔

وضع وترتیب

جہاں گشائی تین جلدوں پر مشتمل ہے ان تینوں جلدوں کے مشتملات وموضوعات مندرجہ ذیل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد اول

یہ جلد منگولوں کے ابتدائی حالات سے گیوک پسر اوکتائی بن چنگیز خان تک کے احوال پر مشتمل ہے ابتدا میں ایک طویل مقدمہ ہے اس کے بعد فصل اول میں قدیم منگولوں کے عادات و رسوم کا مذکور ہے، دوسری فصل میں یاسائے چنگیزی یعنی قانونِ اساسی منگولاں کا بیان ہے اس کے بعد چنگیز خان کے حالات کا بیان ہے اور ملک اویغور میں چنگیزی فتوحات کے ضمن میں اویغور اقوام کے آدابِ معاشرت اور رسوم پر ایک فصل ہے۔ اس کے بعد ماوراء النہر و ایران میں منگولی فتوحات کا نہایت تفصیل سے ذکر ہے، منگولوں کی سفاکی، مسلمانوں کی بربادی اور مسلمان امراء کی نااہلی کا نہایت دل دوز انداز میں یہ بیان ۶۱۵ھ سے شروع ہو کر ۶۲۴ھ میں چنگیز کی ہلاکت پر ختم ہوتا ہے۔

بعد ازاں چنگیز کے بیٹے اور جانشین اوکتائی کی حکومت کا بیان ہے جو ۶۲۶ھ سے شروع ہو کر ۶۳۹ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے، جوینی نے اوکتائی کے جود و کرم اور عدل و انصاف کی بہت سی داستانیں بھی لکھی ہیں، اوکتائی کی موت کے بعد اُس کی بیوی کے دورِ نیابت اور اس کے بعد اس کے بیٹے گیوک کے عہد کا بیان ہے، یہ تذکرہ ۶۴۴ھ پر ختم ہو جاتا ہے، بعد ازاں چنگیز خاں کے دوسرے بیٹوں توشی (دوشی/ جوجی) اور چغتائی کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اسی پر جہاں گشائی کی جلد اول ختم ہو جاتی ہے اس طور سے کتاب کی یہ جلد منگولوں کی قدیم تاریخ سے لے کر ۶۴۴ھ تک کے اہم واقعات و حوادث کی مستند و موثق دستاویز ہے۔

جلد دوم

جہاں گشائی کی دوسری جلد خوارزم شاہی سلاطین کے حالات پر مشتمل ہے مگر ان کے ساتھ دوسرے مباحث پر بھی گفتگو کی گئی ہے، اس جلد میں سلاطین و بادشاہانِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارزم شاہیہ کا مفصل ذکر ہے خصوصاً دورِ آخر کے حکمرانوں کے تذکرے میں نسبتاً تفصیل زیادہ ہے۔ اس خاندان کے ذکر کے ضمن میں ایک نہایت مفید فصل کافر ترکوں کے حالات میں ہے، یہ کافر ترک تاریخ میں قراختائیہ اور گورخانیہ کہلاتے ہیں، انہوں نے ۹۵ سال کے قریب کاشغر، ختن اور بلادِ ساغون پر حکومت کی ہے ان اطراف کے اکثر ترک ملوک الطوائف مثلاً افراسیابیہ، خانیہ، ایلک خانیہ اور آل خاقان ان کافر ترکوں کو خراج دیتے تھے اور ان کی حفاظت وحمایت میں تھے، یہ آل خاقان سامانی امرا کے بعد منگولی قبضے تک کم وبیش دو سو سال تک ترکستان و ماوراء النہر پر قابض و متصرف رہے تھے، ان کافر ترک حکمرانوں کو بعض خوارزم شاہی بادشاہوں نے بھی خراج ادا کیا ہے، اس خانوادہ کی تاریخ کا سب سے اہم ماخذ جہاں گشائی کی یہی جلد ہے۔ جلد دوم کے اخیر میں ان منگول شحنہ (کوتوال) اور حکام کا تذکرہ ہے جنہوں نے اوکتائی قاآن کے دور سے ہولاکو کی بلاد مغربی میں آمد تک یعنی ۶۲۲ھ سے ۶۵۳ھ تک ایران وخراسان پر حکومت کی ہے، مثلاً جلتمور، نوسال، کرگوز، امیر ارغون، جوینی نے ان سب کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں اس بیان پر یہ جلد دوم اختتام پذیر ہوتی ہے، یوں یہ جلد خوارزم شاہوں کے ساتھ ساتھ قراختائیوں اور منگولی شحنہ وحکام کے حالات پر مشتمل ہے۔

جلد سوم

اس جلد کا آغاز ۶۴۹ھ میں چنگیز خاں کے پوتے منکوقاآن پسر تولی خاں کی تخت نشینی کے بیان سے ہوتا ہے ابتداء میں اس کی سلطنت کے بعض ابتدائی واقعات بھی بیان کئے گئے ہے، بعد ازاں ہولاکو بن تولی کی بلادِ غربیہ (ماوراء النہر، خراسان، ایران، عراق وشام وغیرہ) پر تقرری کا بیان ہے، اس کی فوج کی ترتیب اور سفر کی داستان بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے، یہ سلسلہ ۶۵۳ھ سے شروع ہوتا ہے اس ابتدائی بحث کے بعد اسماعیلیوں کا بیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع ہوتا ہے، ان کے قلعوں کی تفصیل، ان کے مذہبی عقائد کی توضیح وتشریح ان کے قدیم عقائد کا بیان اور اس ضمن میں مصر کے اسماعیلی حکمرانوں کا بھی ذکر کیا ہے ملاحدہ قہستان کی سازشوں، ان کے حکام کی سرگزشت کا بیان بھی بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے اخیر اخیر ہولاکو کے ہاتھوں اُن کی بربادی اور حکومت کے ۶۵۵ھ میں مکمل خاتمہ کا حال تحریر کیا گیا ہے۔

اس جلد میں ملاحدہ کے عقائد کے رد میں جوینی نے متکلمانہ انداز اختیار کیا ہے اور اس گروہ سے اپنی دلی نفرت کے اظہار میں اس نے کوئی کمی نہیں کی ہے اس نے اس گروہ کے حکام کے لئے درشت وتیز وتند لہجہ اختیار کیا ہے، غالباً اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے اپنے وطن میں اس گروہ نے پونے دوسو سال سے جو لاقانونیت اور کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا اس سے وہ اور اس کے ہم وطن حد درجہ اذیت برداشت کر چکے تھے اور اس کے استیصال تک وہ اس اذیت ناک درد وکرب وبلا سے دوچار رہے تھے۔

بہرکیف کتاب کی یہ تیسری جلد آخری اسماعیلی حکمران رکن الدین خورشاہ کے ۶۵۵ھ میں قتل اور اس کے خاندان کی مکمل بربادی اور اس کے قلعوں کی مسماری و پامالی پر ختم ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ جوینی کا رواں قلم بھی یک سر خاموش ہو جاتا ہے، اسی جلد میں نسخہ فتح نامہ الموت بھی ہے۔

جہاں گشائی کا اختتام

مقام افسوس ہے کہ عطا ملک جوینی ۶۸۱ھ تک زندہ رہا، اور ۶۵۵ھ تا ۶۸۱ھ کا زمانہ جو ربع صدی پر محتوی ہے اور تاریخ اسلام کے نہایت اہم واقعات وحوادث پر مشتمل ہے، خصوصاً خلافت عباسیہ کا انقراض، بغداد کی بربادی اور دنیائے اسلام کی بدحالی، ان سب کے لئے ہمارا عظیم مؤرخ وانشاء پرداز جوینی شاہد بھی تھا، نہایت مستند وموثق واقعہ نگار ثابت ہوتا اور اس کا لکھا ہوا تاریخ کے اہم مراجع، منابع وماخذ میں شمار ہوتا، مگر نجانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کن وجوہ سے اس کا قلم خاموش ہو گیا، یہ خاموشی تاریخ کے لیے نا قابل تلافی نقصان ہے، شاید جوینی کی حکومتی ذمہ داریوں اور اس کے خلاف سیاسی سازشوں نے اسے تاریخ نویسی کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ مگر چراغ سے چراغ جلتا ہے، وصاف الحضرت نے اپنی تاریخ وہیں سے شروع کر کے جہاں اس کے ممدوح جوینی نے اسے چھوڑا تھا اپنے عہد کے واقعات پر اسے ختم کر دیا اور اس کمی کو کسی قدر پورا کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷

امام ابوعبداللہ محمد بن سعید بوصیری رحمہ اللہ کے قصیدہ بردہ کا ایک مطالعہ

تمہید

مسلمانوں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ جو وابستگی رہی ہے اس کے نتیجے میں ان کے شعری ادب میں نعت رسول ﷺ کا معتد بہ اور گراں قدر ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ قریب قریب ہر اسلامی زبان کے شعری مجموعے کا ایک بڑا حصہ نعتیہ کلام پر مشتمل ہے، عربی زبان جو اسلامی خیالات کا سرچشمہ اور قرآن مجید کی ترجمان ہے، نعتیہ اشعار کا بحر ز خار اپنے جلو میں رکھتی ہے، جس کی روانی کے آگے دوسری زبانوں کے نعتیہ کلام کیفیت و کمیت کے لحاظ سے جوئے کم آب سے زیادہ نہیں۔

نعت گو شعرا میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد جس شاعر کے کلام کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی وہ محمد بن سعید بوصیری ہیں۔ بوصیری نے متعدد نعتیہ قصائد لکھے، ان کے مجموعہ اشعار کا عنصر غالب یہی صنف سخن ہے، مگر جس قصیدے نے انہیں روشناسِ خاص و عام کیا وہ ان کا مشہور قصیدہ بردہ ہے۔

بوصیری بڑے جامع الصفات بزرگ تھے، لیکن ان کے محراب شہرت کا کلیدی پتھر یہی قصیدہ بردہ ہے، آج اسلامی دنیا میں بوصیری ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے شہرۂ عالم قصیدے نے انہیں متعارف کرانے میں بڑا فعال کردار ادا کیا ہے، آج دنیا میں جہاں بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پروانے موجود ہیں، وہاں پروانۂ شمع رسالت بوصیری کا یہ ہدیۂ عقیدت بھی موجود ہے، بوصیری کے اس تاریخ ساز قصیدے نے اپنے ناظم کو نہ صرف یہ کہ اجر اخروی سے نوازے جانے کا سامان بہم پہنچایا بلکہ حسن قبول عام سے بھی ان کو سرفراز کیا۔

حالاتِ زندگی

محمد بن سعید یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق ۷ رمارچ ۱۲۱۳ء کو مصر کے ایک قصبے دلاص میں پیدا ہوئے، ان کا نسلی سلسلہ مشہور بربر قبیلہ صنہاجہ تک پہنچتا ہے، پورا نسب یہ ہے، محمد بن سعید بن حماد ابن حسن بن عبداللہ بن صنہاج بن ہلال، کنیت ان کی ابوعبداللہ ہے، وہ خاندان کی نسبت سے صنہاجی، مقام ولادت کی نسبت سے دلاصی اور مقام سکونت کے تعلق سے بوصیری کہلاتے ہیں۔

اس عہد کے رواج کے مطابق بوصیری کو علوم دینیہ کی تعلیم دی گئی وہ اپنی ذہانت ومستعدی سے صرف تیرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دیگر علوم متداولہ کی طرف بھی توجہ مبذول کی اور ان میں یک گونہ کمال پیدا کیا، اگرچہ کسی تذکرے سے بوصیری کی علمی فتوحات کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی مگر ان کے اشعار کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے علم حدیث، سیر ومغازی کے علاوہ علم کلام میں بھی منتہیانہ صلاحیت بہم پہنچائی تھی، ان علوم کے علاوہ علم ادب، بدیع، بیان اور صرف ونحو میں انہیں مہارت حاصل تھی، اس کے ساتھ وہ فنِ خطاطی میں بھی دستگاہِ کامل رکھتے تھے، شعر گوئی کا انہیں ابتدا عمر سے شوق تھا اور یہ شوق زندگی کی اگلی منزلوں میں تیز تر ہوتا گیا، ان کا مجموعۂ اشعار، جو دیوان بوصیری کے نام سے چھپ گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور متداول ہے، ان کی قادر الکلامی پر شاہد ہے۔

ان کے اس کمال کی ہر دور میں قدر کی گئی ان کے قریب تر عہد کے فضلاء نے بھی اور بعد کے نقادوں نے بھی ان کے اس فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن العماد حنبلی، ابن شاکر کتبی، پطرس بستانی مصنف ادباء العرب اور خود بوصیری کے شاگرد علامہ ابن سید الناس نے ان کی اعلیٰ شاعرانہ حیثیت کا بڑی فراخ دلی کے ساتھ اعتراف کیا ہے، مستشرقین میں نکلسن بھی بوصیری کی جلالت شان کا قائل ہے۔

حصول علم کی جدوجہد میں اور اس عہد کے عام مزاج کے مطابق بوصیری نے کوچۂ تصوف کی بھی خاک چھانی ہے، وہ اس عہد کے مشہور مصری صوفی ابو العباس احمد المراسی متوفی ۶۸۶ھ کے مرید تھے، ان کے کلام میں جو سوز و گداز ہے وہ انہیں اسی آستانۂ فیض سے ملا تھا، خود بوصیری کے تلامذہ میں ابو حیان مصری غرناطی متوفی ۷۴۵ھ اور ابن سید الناس اشبیلی متوفی ۷۳۴ھ جیسے فاضلِ روزگار حضرات شامل ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ بوصیری کی علمی حیثیت خاصی بلند تھی اور ساتویں صدی ہجری کے علماء میں انہیں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔

حصول علم کے بعد بوصیری قاہرہ آ گئے اور فکرِ معاش میں انہوں نے امرا کا توسل اختیار کیا اور مختلف اربابِ اقتدار کے ہاں خطاط اور بعد ازاں کاتب کی حیثیت سے ملازم رہے، ان امرا میں اُنہیں سب سے زیادہ خصوصیت جس امیر سے تھی وہ وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر تھا۔ بوصیری اس کی ملازمت میں کئی سال رہے اور اس کی مدح میں متعدد قصائد لکھے، اس کے بعد وہ مختلف درباروں سے منسلک رہے اور جیسا کہ خود ان کا بیان ہے، انہوں نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ درباداری میں گزارا

خَـدَمْـتُـهُ بِـمَـدِيـحٍ اسْتَقِيلُ بِـهِ

ذُنُوبَ عُـمْـرٍ مَضَىٰ فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے قصیدۂ مدحیہ کو رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں ایک عمر
کے گناہوں کی عذر خواہی کے بطور پیش کیا ہے، جو شعر گوئی اور
دربارداری میں بسر ہوئی۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بوصیری کے دربار سے تعلقات کی اصل وجہ ان کی شعر گوئی تھی اور اسی وصف خاص میں امتیاز کے باعث ان کی امرا کے ہاں قدر بھی کی جاتی تھی، مگر اس عہد کے سیاسی حالات اس حد تک خراب ہو چکے تھے کہ دربار سے تعلق رکھنے والوں کو نفع دنیوی کی چنداں توقع نہ ہو سکتی تھی۔

بوصیری جس زمانے میں پیدا ہوئے، اس وقت مصر ایوبیوں کے قبضے میں تھا، سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب کا بھائی الملک العادل ابوبکر مصر و شام کا سلطان تھا، اس کے عہد میں گو صلاح الدین جیسی قوت و شوکت باقی نہ رہی تھی، مگر حکومت کے کاروبار میں یک گونہ نظم و ضبط تھا اور آل ایوب کے مابین مناقشات بہت کم تھے، الملک العادل کے بعد اس کا بیٹا الملک الکامل ۶۱۵ھ میں برسر اقتدار آیا اور ۶۳۵ھ تک بیس سال اس نے مصر و شام پر حکومت کی، لیکن ایوبی شہزادوں کی خانہ جنگیوں اور صلیبی عیسائیوں کے حملوں سے حکومت کی پہلی سی شان باقی نہ رہی تھی، اس کی موت نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

پہلے ایک بیٹا ابوبکر الملک العادل کے لقب سے حکمران ہوا، پھر اس پر غلبہ پا کر ۶۳۷ھ میں اُس کے بھائی ایوب نے حکومت پر تسلط جما لیا اور الملک الصالح کا لقب اختیار کیا، وہ اپنے خاندان کا آخری حکمران تھا، اس کی موت کے بعد ۶۴۷ھ میں اُس کی باندی شجر الدر نے ترک غلاموں کی مدد سے تخت پر قبضہ کر لیا، پہلے خود حکمران ہوئی پھر سرداروں کی مخالفت کے سامنے اسے جھکنا پڑا اور دربار کے سب سے طاقتور امیر ایبک ترکمانی کے حق میں دست بردار ہو گئی۔

ایبک نے عز الدین اور الملک المعز کے القاب اختیار کیے، شجر الدر سے نکاح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیا اور پورے ملک کا مالک بن بیٹھا، مگر وہ شجر الدر کی سازش سے ۶۵۵ھ میں قتل ہوا، اور اس کے بعد حکومت پر قطز نامی مملوک سردار مستولی ہوگیا، اس نے شجر الدر کو پہلے قید کیا پھر قتل کرادیا، قطز نے اپنے لئے الملک المظفر کا لقب اختیار کیا، اسی قطز اور اس کے نائب بیبرس نے ۶۵۸ھ میں شام کے مقام عین جالوت میں تاتاریوں کو شکست فاش دے کر مصر و شام کی جانب ان کی پیش قدمیوں کو روکا تھا، مگر اس عظیم فتح سے قطز کو فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملا اور مصر لوٹتے وقت بیبرس نے اس کو قتل کرادیا اور خود الملک الظاہر بیبرس کے لقب سے تخت نشین ہوگیا، اس کے زمانے میں مصر و شام میں خلافت عباسیہ کا احیا ہوا۔

بیبرس کا عہد حکومت نسبتاً سکون سے گزرا مگر اُس کی وفات کے بعد ۶۷۶ھ میں پھر وہی انتشار شروع ہوگیا اور ایک ترکی مملوک قلاوون صالحی امور مملکت پر قابض ہوگیا، اس نے الملک المنصور کے لقب سے ۶۷۸ھ سے ۶۸۹ھ تک حکومت کی، اس کے بعد اس کا بیٹا الملک الاشرف خلیل حکمران ہوا لیکن اسے اس کے مملوک سرداروں نے ۶۹۳ھ میں قتل کر کے حکومت پر قبضہ کرلیا اور حصول حکومت کے لئے ان امراء کے مابین لڑائیوں اور سازشوں کے وہ سلسلے شروع ہوئے جو اس صدی کے اختتام تک جاری رہے۔

ایک ایسی پرآشوب سیاسی فضا میں، جو بوصیری کی ولادت سے وفات تک مصر و شام کی تھی، درباداری اور ارباب اقتدار سے وابستگی چنداں مفید نہ ہوسکتی تھی اور ہر آن جان کا خطرہ بھی رہتا تھا، یہی وجہ تھی کہ بوصیری کا دل اس فریضۂ ناگوار سے اُچاٹ ہوگیا اور انہوں نے امرا و وزرا سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

بوصیری کی عمر اُس وقت پچاس سال کے قریب تھی، یہی زمانہ اُن کے عروج کا ہے اور یہی وہ نقطۂ اساسی تھا جہاں سے اُن کی ذہنی کیفیت میں تبدیلی شروع ہوئی، اس کے بعد وہ ہمیں اس عہد کے مشہور صوفی ابوالعباس احمد المرسی کے آستانہ پر جبین نیاز خم کئے نظر آتے ہیں، بعد ازاں بیت المقدس میں زندگی کے دس سال عبادت و ریاضت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزارنے کے بعد وہ ارضِ حجاز کی مقدس فضاؤں میں سانس لیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، اس کے بعد زندگی کا رہوار درِ شیخ پر واپس آتا ہے اور یہیں ۶۹۴ھ یا ۶۹۵ھ میں سفرِ آخرت اختیار کرتا ہے اور بوصیری کی مضطرب روح، ایسی ہی مضطرب جیسی کہ اس عہد کی روح تھی، مصرِ قدیم کی آغوشِ خاک میں سکون پاتی ہے۔

شاعرانہ کمال

بوصیری کی شاعری اور ان کے شاعرانہ کمال سے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے ہمیں اس عہد کے ابتلائے عظیم کو ذہن میں رکھنا ہوگا جو بقول پروفیسر نکلسن ایک شاندار تاریخ کا الم ناک اختتامیہ تھا، اس کے بعد مغلوں، ترکوں اور ایرانیوں نے یقیناً عظیم ترین حکومتیں قائم کیں، مگر فوجِ اسلام کا ہراول دستہ کہاں گیا؟ عرب کے جیالے جوان کدھر گئے، اور وہ برق پاش، شعلہ بداماں اور آتش بیز تلواریں کیا ہوئیں؟ جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر اسلام کے پرچم کو اس عہد کے متمدن ترین خطوں پر لہرایا، دنیا کے مزاج کو بدلا، سوچنے سمجھنے کے انداز بدلے اور ذہن انسانی کو نئے افکار دیئے، عہد زیرِ نظر میں عرب کے صحراؤں میں، غرناطہ کے سبزہ زاروں میں اور نیل کی وادیوں میں اس عظمت رفتہ کے بکھرے ہوئے لعل پارے اور ٹوٹے ہوئے گوہر شب چراغ روشن دکھائی دیتے ہیں، ان کی مدہم روشنیوں میں علم و ادب کا کارواں، لٹا پٹا کارواں، شکست و یاس کے احساس سے بوجھل سرگرم سفر ہے، اور سفر بھی کیسا؟ بے میل و سنگ، بے مرحلہ و منزل اور بے مقصد و مرام، یہ عربی ادب ایک شکست خوردہ قوم کے ٹوٹے ہوئے دل کا ترجمان، ایک مایوس قوم کے یاس و قنوطیت کا عکاس اور ایک لٹی ہوئی تہذیب کا جسد بے جان ہے، سیاسی، معاشی اور ثقافتی انحطاط عربی کے ادب کے سانچے میں ڈھل گئے اور یہی انحطاط اس عہد کی شاعری میں نمایاں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر ہم اس دور کی شاعری کی اہم خصوصیات پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ شعرا کے طبائع پر جمود طاری ہے، تمام دنیائے اسلام میں سے صرف مصر و شام میں بعض ایسے حضرات کے نام ملتے ہیں جنہیں شاعر کہا جا سکتا ہے، اور ان میں سب سے بہتر شاعر کی حیثیت بھی معمولی فنکار سے زیادہ نہیں۔ اس کی بہترین مثال صفی الدین حلی ہے جسے اپنے عہد کا ترجمان شاعر سمجھا جاتا ہے۔ متنبی، معری اور ابن الفارض کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں، اس کے اشعار صنائع بدائع کی پیچیدگیوں میں الجھے ہوئے ہیں، ان میں اپنے پیش رو شعرا کی خوبیاں مفقود ہیں۔ اس عہد میں شعر صنعت لفظی کا دوسرا نام بن گیا، اس کے ساتھ ساتھ زبان کی فصاحت و سلاست پر بھی برا اثر پڑا اور اس میں بھی خرابیاں پیدا ہوئیں، شعرا نے تاریخی واقعات کو نظم کرنے کا طریقہ اختیار کیا مگر ایسے اشعار بھی جذبات اور زور بیان سے عاری رہے۔

اس عہد کے یہ نقائص بوصیری کی شاعری میں بھی نظر آتے ہیں، انہوں نے صنائع لفظی و معنوی کی جانب ضرورت سے زیادہ توجہ دی ہے اور عموماً اُن کے ہاں اسی کی گرم بازاری ہے، ان کے اشعار زیادہ تر پھیکے ہیں، ان میں نہ تو زبان کا مزہ ہے اور نہ بیان کا چٹخارہ، مگر اس کے باوجود جو اشعار صاف نکل گئے ہیں، ان میں تاثیر بھی ہے اور جذبات کی شدت بھی، ان کے اسلوب میں سادگی ہے مگر آمد نہیں، بوصیری کے اشعار میں صنائع و بدائع کے جلوے دیکھئے، قصیدہ بردہ کا مطلع ہے:

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعاً جَرَىٰ مِن مُقْلَةٍ بِدَمِ

اس شعر میں ''جناس ناقص'' ہے ''دمع'' اور ''دم'' میں، اس کے علاوہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ''جری من مقلۃ'' زائد ہے، اس کے بغیر بھی شعر مکمل ہے۔

بردہ کا تیسرا شعر ہے:

فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وما لقلبِکَ اِنْ قلتُ استفقْ یهم

اس شعر میں صنعت طباق ہے مصرعہ اولیٰ میں ''اکففا'' اور ''همتا'' اور مصرعہ ثانیہ میں اس کے مقابل ''استفق'' اور ''یہم'' کے الفاظ لائے گئے ہیں۔

مگر اگلا شعر تمثیل نگاری کی عمدہ مثال ہے:

فلا تَرمِ بالمعاصیٌ کسرَ شھوتِھا

اِنَّ الطعامَ یُقوّی شھوۃَ النھمِ

یعنی نفس سرکش کے زور کو کثرت عصیان سے توڑا نہیں جا سکتا بلکہ اس سے وہ اور قوی ہو جاتا ہے، ایسے ہی جیسے کہ بسیار خوار کی اشتہا میں بسیار خواری سے کمی نہیں بلکہ اضافہ ہی ہوتا ہے۔

ذیل کے شعر میں کتمت اور کتم میں تجنیس ہے، پہلے کتم کے معنی چھپانے کے اور دوسرے کتم کے معنی ایک گھاس کے ہیں جس سے بال رنگے جاتے ہیں، اور سرا و بدا میں صنعت تضاد ہے، شاید ان کے سوا اس شعر میں کوئی اور بات بھی نہیں ہے

لو کنتُ اعلمُ اَنّی ما اُوَقِّرہُ

کتمتُ سراً بدا لی منہ بالکَتَمِ

بردہ کا دوسرا شعر ہے

فاصرِفْ ھواھا و حاذر ان تُوَلِّیہ

اِنَّ الھوٰی ما تولّیٰ یُصمُ اویُصَمِ

یہاں استعارہ تخیلہ ہے کیونکہ شاعر نے خواہشاتِ نفسانی کو ایسے انسان سے تشبیہ دی ہے جو حکومت کا طالب ہے اور لفظ مشبہ بہ کو محذوف کر کے اس کے لوازم سے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

کم حسّنتُ لَذَّۃً للمرءِ قاتِلۃً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

مِنْ حیث لم یدرِ اَنَّ اسمٌ فی الدسم

اسی طرح من حیث لم یدر انَّ السمَّ فی الدسم میں سَم اور دسم میں تجنیس ناقص ہے۔

مختصر یہ کہ نہ صرف قصیدہ بردہ بلکہ بوصیری کی ساری شاعری اس دور کے مذاقِ عام کی تقلید میں صنائع بدائع سے بھری پڑی ہے۔

مگر نعتیہ اشعار میں شدت جذبات اور اثر انگیزی کی بھی کمی نہیں ہے، ان اشعار کا تاثر ان کی روانی میں مضمر ہے اور خلوص میں بھی۔

فَهُوَ الَّذی تَمَّ معناهُ و صورتُهُ
ثُمّ اصطفاهُ حبیباً بارئُ النَسم

فکیفَ یُدرکُ فی الدُنیا حقیقَتَهُ
قومٌ نِیامٌ تَسَلُّوا عنه بِالحُلُم

فَمبلغُ العلم فیه اَنَّه بشرٌ
وَانَّه خیرُ خلقِ اللّٰهِ کلّهم

اس شعر میں نعت گوئی اپنے نقطۂ عروج پر نظر آتی ہے۔

کَالزَّهرِ فی ترفٍ، والبَدرِ فی شرفٍ
والبحرِ فی کرمٍ والدهرِ فی هِمَمٍ

مگر نعتیہ اشعار میں یہ کمال ہر مقام پر دکھائی نہیں دیتا، مثلاً مندرجہ ذیل شعر میں قافیہ ''فم'' بالکل زائد اور بدنما معلوم ہوتا ہے۔

فاِنَّ فضلَ رسولِ اللّٰهِ لیسَ لهُ
حَدٌّ فیُعرِبُ عنه ناطقٌ بفم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معجزات اور غزوات نبوی ﷺ کے بیان میں بعض مقامات پر بڑی پُر کاری سے کام لیا ہے، مثلاً

اَقْسَمْتُ بالقمرِ المُنشَقِّ اِنَّ لهُ
مِن قلبِهِ نسبةً مبرورةَ القَسَمِ

اختصار سے واقعات کو پوری جزئیات کے ساتھ قلم بند کرنے میں بوصیری کو کمال حاصل ہے، مثلاً واقعہ ہجرت کا بیان ملاحظہ ہو:

فالصدقُ فی الغارِ و الصدِّیقُ لم یُرِا
وھم یقولونَ ما بالغارِ مِن اَرِمِ

ظَنُّوا الحمامَ وظنوا العنکبوتَ علیٰ
خیرِ البریۃِ لم تَنسُجْ ولم تَحُمِ

وِقایۃُ اللّٰہِ اَغنتْ عن مضاعَفۃٍ
مِنَ الدروعِ و عن عالٍ من الاُطُمِ

مختصر یہ کہ اپنے عہد کے شعرا میں بوصیری کو ایک مقام خاص حاصل ہے اور نقائص سے قطع نظر جو اس دور کی خصوصیت ہیں وہ نہ صرف اپنے عہد کے بلکہ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے سوا عربی زبان کے سب سے بڑے نعت گو شاعر ہیں۔

قصیدے کے اشعار کی تعداد

قصیدہ بردہ کے کل اشعار کی تعداد متداول نسخوں کے مطابق ایک سو پینسٹھ ہے، مگر ان میں سے بعض اشعار الحاقی ہیں، مثلاً:

ثُمَّ الرِضا عَن ابی بکرٍ وعَن عمرَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

وعن علي وعن عثمان ذي الكرم

والآل والصحب ثم التابعين فهم

اهل التقى والنقى والحلم والكرم

فاغفر لناشرها وقارئها

سألتك الخير يا ذا الجود والكرم

ان تین الحاقی اشعار کے علاوہ قصیدہ بردہ کے بعض نسخوں میں یہ دو شعر بھی ملتے ہیں:

حتى إذا ضاعت في الكون غرفه

هذا العدل بين وحبث سائر الأمم

آياته الغر لا يخفى على احد

بدونها العدل بين الناس لم يقم

یوں اس قصیدے کے کل اشعار ایک سو ساٹھ ہیں۔ اس کی تصدیق اس الحاقی شعر سے بھی ہوتی ہے جسے باجوری وغیرہ شارحین بردہ نے الحاقی اشعار کے ضمن میں نقل کیا ہے

أبياتها قد أتت ستين مع مائة

فرّج بها كربنا يا واسع الكرم

اگرچہ یہ شعر الحاقی ہے اور بوصیری کی جانب اس کی نسبت مشکوک ہے مگر اس سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ بردہ کے اشعار کی تسلیم شدہ تعداد ایک سو ساٹھ ہی ہے، ان اشعار کے علاوہ بھی بعض اشعار اس قصیدے میں شامل کر لئے گئے ہیں، مثلاً

يا ربِّ بالمصطفى بَلِّغْ مقاصدَنا

واغفرْ لنا ما مضى يا واسعَ الكرمِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واغفرْ الٰهی لکلّ المسلمینَ بما
یتلوهُ فی المسجدِ الاقصٰی وفی الحَرمِ

بجاهِ مَن بیتُهُ فی طیبةٍ حرمٌ
واسمُهُ قسمٌ من اعظمِ القِسَمِ

وهٰذه بردةُ المختارِ قد ختمتْ
والحمدُ للّٰهِ فی بدءٍ وفی خَتْمِ

اسی طرح قصیدے کے آغاز میں مندرجہ ذیل دو اشعار بڑھا دیئے گئے ہیں

الحمدُ للّٰهِ منشئُ الخلقِ مِن عدمِ
ثُمّ الصلوةُ علی المختارِ فی القدمِ

مولایَ صلِّ وسَلِّمْ دائماً ابداً
علیٰ حبیبکَ خیرِ الخلقِ کلّهمِ

اگر ان تمام اشعار کو شامل کر لیا جائے تو قصیدہ بردہ کے اشعار کی مجموعی تعداد ایک سو بہتر ٹھہرتی ہے، مگر صحیح یہی ہے کہ اس کے کل اشعار ایک سو ساٹھ ہیں، بقیہ بارہ اشعار الحاقی ہیں، جن کی نسبت بوصیری کی جانب درست نہیں ہے۔

قصیدے کی تلخیص

یہ قصیدہ دس فصلوں پر مشتمل ہے جو بہ تفصیل ذیل ان عنوانات پر مشتمل ہیں۔

ا۔ فصل اول:

عشق رسول اکرم ﷺ کے ذکر میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

اس فصل میں قصیدے کا آغاز حسبِ معمول تشبیب سے کیا گیا ہے مگر مقام محبوب کے جن ناموں کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب کے سب حجاز سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً ذی سلم، کاظمہ اور اضم، یہ نام اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ محبوب مجازی نہیں، حقیقی ہے، تشبیب کے ابتدائی سات اشعار میں شاعر اپنی ذات کو شخص غیر فرض کر کے اس کی مہجوری و رنجوری کا سبب دریافت کرتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ اشکِ رواں اور روئے زرد جس بات کی غمازی کر رہے ہوں اس سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس کے بعد شاعر اس فرضی شخص کی زبان سے رازِ محبت فاش کرتا ہے، عشق میں اپنی بے بسی اور ناصح مشفق کی پند بے سود کا ذکر کرتا ہے، اس کے خلوص کا اقرار کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی جتا دیتا ہے کہ ہم نے یہ عشق جوانی کی خام خیالی میں نہیں بلکہ پیری کی پختہ کاری میں اختیار کیا ہے اور پیری کی جذبات سے عاری عمر بھی جب اس جنون کو کم نہ کر سکی تو ناصح کی نصیحت اس پر کیا کارگر ہوگی؟

۲۔ فصل دوم:

خواہشِ نفسانی سے رک جانے کے بیان میں

شاعر اس فصل میں نفسِ امارہ کی سرکشی، گناہوں پر اصرار، عمل صالح سے کوتاہی اور عمر کے یوں ہی منہیات میں بسر ہونے پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے، پھر نفسِ امارہ کو مغلوب کرنے کے طریقے بتاتا ہے کہ اس کی خواہش کبھی پوری نہ کی جائے، بلکہ وہ جس بات کی تمنا کرے اسے اس سے دور رکھا جائے، اس کی رضا جوئی انسان کے لئے زہرِ قاتل ہے، اس کے بعد وہ مشورہ دیتا ہے کہ نفس و شیطان کی مخالفت کرو، ان کی کوئی بات نہ مانو، وہ دشمن ہوں یا ثالث ان کے مکر سے غافل نہ رہو، کوئی ایسی بات نہ کہو جس پر تمہارا عمل نہ ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ فصل سوم:

رسول اکرم ﷺ کی مدح میں

آنحضرت ﷺ کی نعت میں بوصیری نے بڑا زور باندھا ہے، آپ ﷺ کی شب زندہ داری، فاقہ کشی اور بے طمعی کا وہ بڑے دل آویز انداز میں ذکر کرتا ہے، آپ ﷺ سید کونین، سردار ثقلین اور آقائے عرب وعجم ہیں، آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہیں، آپ ﷺ اللہ کے محبوب اور شافع روزِ جزا ہیں، تمام انبیائے کرام علم وکرم میں آپ ﷺ سے کم، آپ کے بحرِ کرم سے جُرعہ کش اور آپ کے خوانِ علم سے زُلہ ربا ہیں، آپ ﷺ معنوی اور صوری اعتبار سے مکمل ومصفی ہیں، آپ ﷺ کے فضل وشرف کی حد نہیں مگر اس کے باوجود مسلمان آپ ﷺ کو عیسائیوں کی طرح (جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں) خدا نہیں کہتے، مختصر یہ کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور اللہ کی مخلوقات میں علی الاطلاق سب سے افضل ہیں، اس شعر میں بوصیری کی نعت گوئی اپنے نقطۂ کمال پر نظر آتی ہے ۔

كَالزَّهرِ فی تَرفٍ، والبَدرِ فی شَرَفٍ

والبَحرِ فی كرمٍ و الدَّهرِ فی هِمَمٍ

آپ ﷺ تر وتازگی میں شگوفہ نورستہ، شرف وعلو میں ماہِ تمام، جود و کرم میں بحرِ موّاج اور ہمت وعزم میں دہر گرداں ہیں۔

۴۔ فصل چہارم:

رسول مکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بیان میں

اس فصل میں بوصیری نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت کی قوتوں کی شکست وریخت کا ذکر کیا ہے، ولادت سے متعلق عام روایات کو شاعر نے بڑے دل کش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز میں بیان کیا ہے کہ اہل فارس کو اپنی ہلاکت وتباہی کا علم ہوا، ایوانِ کسریٰ کے کنگرے گر پڑے، آتش کدۂ ایران بجھ گیا اور بحیرۂ ساوہ خشک ہوگیا، جن آپ کی ولادت کی خبر دے رہے تھے، آسمان پر نورِ حق بلند ہو رہا تھا، کاہن آپ ﷺ کے ظہور اور اپنے دینِ باطل کی بربادی کا اعلان کر رہے تھے، انہیں آسمان پر شہاب ثاقب اور زمین پر اصنام ٹوٹتے پھوٹتے دکھائی دے رہے تھے، دورِ فترۃ ختم اور دورِ وحی شروع ہو رہا تھا، شیاطین سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہے تھے، الغرض آنحضرت ﷺ کی ولادت سے متعلق روایات کو بوصیری نے بڑے حسن سے قلم بند کیا ہے۔

۵۔ فصل پنجم:

حضور مقبول ﷺ کی دعوت کے برکات کے بیان میں

اس فصل میں آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے چند مشہور معجزوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہاں بھی شاعر نے اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت سے کام لیا ہے اور معجزاتِ نبوی میں سے اہم معجزوں کو بڑی خوبی سے نظم کیا ہے، یعنی جب آپ ﷺ چلتے تھے تو درخت آپ ﷺ کے سامنے سرنگوں ہو جاتے تھے، بادل آپ ﷺ کے فرقِ مبارک پر سایہ فگن رہتا تھا، آپ ﷺ کے اشارۂ انگشت سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا، بچپن میں آپ ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کر کے دنیوی آلائشوں سے پاک کیا گیا، ہجرت کے موقع پر غار میں، اس کے دہانے پر پہنچ کر بھی کفار کو آپ ﷺ کی اطلاع نہ ہوئی، کیونکہ اس کے گرد مکڑی نے جالا تن دیا تھا، کبوتری نے انڈے دے دیئے تھے، اور کفار یہی سمجھتے رہے کہ اس میں کوئی نہیں ہے حالانکہ اس غار میں صدق (ذاتِ رسالت مآب) اور صدیق (ذات ابوبکر صدیقؓ) دونوں موجود تھے۔

معجزات کے ذکر کے بعد بوصیری نے نبوت کی حقیقت پر یوں روشنی ڈالی ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت ایک عطیۂ الٰہی اور نعمتِ موہوبہ ہے، وہ کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے، انبیاء کو اللہ غیب کی تمام باتوں کا علم نہیں دیتا، انبیاء کے خواب سچے اور ایک طرح کی وحی ہوتے ہیں کیونکہ اگر چہ عالم خواب میں ان کی آنکھیں بند رہتی ہیں مگر ان کا دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔

۶۔ فصل ششم:

قرآن مجید کے شرف وعلو کے بیان میں

آنحضرت ﷺ کے معجزات میں قرآن مجید کو سب پر تفوق حاصل ہے، اس کے ذریعہ آپ ﷺ نے کفار پر تحدی کی اور اس کا جواب لانے سے معارضین عاجز رہے، قرآن حکیم کی اسی جلالتِ شان کے پیش نظر بوصیری نے اس کے شرف کے بیان میں ایک خاص فصل باندھی ہے۔ قرآن اللہ کی عظیم نشانی ہے اس کے الفاظ حادث اور معانی قدیم ہیں، وہ کسی خاص زمانے سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ہر دور اور ہر عہد کے لئے اس کا پیغام ہے۔ وہ ایسا معجزہ ہے جو دیگر انبیاء کے تمام معجزوں پر سبقت لے گیا، اس کی آیتیں محکم اور واضح ہیں، ان میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہے، قرآن کی بلاغت کے سامنے اس کے معارضین کی زبانیں گنگ ہو گئیں، اس کے عجائب ومحاسن حد وشمار سے باہر ہیں، اس کی تلاوت سے سکونِ قلب اور نار دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے وہ حوض کے مانند ہے جس سے گناہ دھلتے ہیں، اگر کوئی قرآن کے فضائل کا انکار کرتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کی آنکھیں آشوب کرآئی ہوں اور وہ آفتاب تاباں کا انکاری ہو۔

۷۔ فصل ہفتم:

رسول اکرم ﷺ کے معراج کے بیان میں

اس فصل میں واقعاتِ معراج کا بیان اختصار سے کیا گیا ہے، مگر جامعیت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا ہے، شبِ معراج آپ حرم کعبہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے، قربِ الٰہی کی اس منزل پر پہنچے کہ ذاتِ الٰہی سے کمان کے دونوں سروں جتنا فاصلہ رہ گیا، تمام انبیاء و رسل کی امامت آپ کو تفویض ہوئی، آپ ﷺ نے قرب و رفعت کے ایسے مدارج طے کئے جہاں تک کوئی نہ پہنچ سکا اور یہ امر معشر اسلام کے لئے باعث افتخار و سرمایۂ عز و شرف ہے۔

۸۔ فصل ہشتم:

رسول مکرم ﷺ کے جہاد کے بیان میں

بوصیری نے اس فصل میں آنحضرت ﷺ کے جہاد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جذبۂ ایمانی اور شجاعت کا ذکر کیا ہے کہ غازیانِ دین کے حملوں سے دشمن کے پتے پانی ہوتے تھے، پے در پے شکستوں سے کفار کا یہ حال تھا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے تھے، اُنہیں دن رات اور ماہ و سال کی تمیز بھی نہ رہی تھی، دوسری جانب اسلام کی قوت کا یہ عالم تھا کہ گویا وہ مہمان عزیز تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کے میزبان گرامی تھے، وہ انصار و اعوان کی کمی کے بعد اپنے حُماۃ و کُماۃ کے حلقے میں آ گیا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین استقامت کے کوہِ گراں تھے، ان سے جو ٹکرایا پاش پاش ہو گیا، حنین، بدر و احد میں ان کی سرفروشیوں نے کافروں کی صفوں میں موت کی ارزانی کر دی، وہ تلوار کے دھنی، نیزہ بازی کے ماہر اور سورماؤں میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے، یہی جہاد تھا جس نے ملت اسلامیہ کو مصئون و محفوظ کیا اور مشرکین کے نرغے سے وہ باہر نکل آیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ فصل نہم:

اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت اور

رسول اکرم ﷺ سے التجائے شفاعت کے بیان میں

اس فصل میں شاعر نے اپنی سابقہ زندگی کی زیاں کاریوں کا نہایت حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ عمر عزیز کا بڑا حصہ دربارداری اور شعروشاعری میں بسر ہوا، ان دونوں نے اسے ہلاکت سے قریب تر کر دیا، اس نے عشق و جوش جوانی کی سرکشی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا جس سے ندامت و گناہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، اس نے زندگی کی تجارت میں بڑا نقصان اُٹھایا، نقدِ عاجل کے عوض نقدِ آجل کو ترک کیا اور دنیوی فائدے کو، جو وقتی تھا، اُخروی فائدے پر، جو دائمی تھا، ترجیح دی، اس یاس و محرومی میں بھی امید کی ایک کرن جو دل کو ڈھارس دیتی ہے اور وہ یہ کہ گناہ گار ہونے کے باوجود رسالت مآب ﷺ سے جو یک گونہ تعلق ہے آپ ﷺ کی شان کریمی اُس کی مغفرت کا سامان کرے گی، اس نے یہ قصیدہ مدت العمر کی غلط کاریوں کی تلافی مافات کے بطور لکھا ہے اور امید ہے کہ یہی اُس کی نجات کا باعث ہوگا۔

۱۰۔ فصل دہم:

مناجات اور عرض حاجات کے بیان میں

اس فصل کے اشعار میں الحاقی شعروں کی تعداد زیادہ ہے، آخر میں بوصیری نے گناہوں سے مغفرت اور عفو تقصیر کی التجا کی ہے اور یہ امید ظاہر کی ہے کہ گو گناہ بڑے ہیں مگر نگاہِ کریم میں وہ نہایت چھوٹے ہیں اور عفو تقصیر گناہوں کے بہ قدر ہوگی، اس کے ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی قصیدہ ختم ہو جاتا ہے۔

قصیدے کے خواص

قصیدہ بردہ کو سب سے زیادہ مقبولیت جس حلقے میں حاصل ہوئی وہ طبقۂ مشائخ ہے، اس گروہ میں قصیدہ بردہ کو جو تقدس نصیب ہوا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اوراد و وظائف میں اس کے ورد کو بڑی اہمیت دی گئی اور مختلف طریقوں سے اس کی قرأت کو حلال مشکلات و دافع شدائد قرار دیا گیا، کتب اوراد میں بردہ کے فضائل و خواص سے متعلق بڑی تفصیلی بحثیں موجود ہیں، یہاں ان کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

۱۔ قصیدہ بردہ کو ایک ہزار بار پڑھنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔

۲۔ اگر کوئی بلا نازل ہو جائے تو اس کے دفعیہ کی غرض سے اس قصیدہ کو اکہتر بار پڑھا جائے۔

۳۔ اگر کہیں قحط پڑ جائے تو اسے تین سو مرتبہ پڑھنے سے قحط کی مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

۴۔ مالی پریشانیوں سے حصول نجات کے لئے اسے سات سو مرتبہ پڑھنا مفید ہے۔

۵۔ اگر کسی کے اولاد نرینہ نہ ہوتی ہو تو اس قصیدے کو ایک سو سولہ بار پڑھے۔

۶۔ جب کبھی کوئی مشکل آن پڑے تو سات سو اکہتر بار قصیدہ بردہ کے ورد سے وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

۷۔ اگر کوئی شخص روزانہ ایک بار اسے پڑھے یا کوئی دوسرا اسے پڑھ کر اس شخص پر دم کرے تو ایسا شخص ہر بلا سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۸۔ اگر کوئی شخص مسلسل سات جمعہ اس قصیدے کو ستر بار پڑھے تو اس کی مالی دشواریاں دور ہو جائیں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ اگر سوتے وقت کسی خاص مقصد سے اسے پڑھا جائے تو خواب میں اس کے متعلق مکمل معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

۱۰۔ اگر اس قصیدے کو گلاب سے لکھ کر سات روز تک کسی شخص کو پلایا جائے تو اس کا حافظہ قوی ہو جائے گا۔

۱۱۔ اگر کوئی سخت آفت آن پڑے تو تین روزے رکھنے اور ہر روز اکیس بار پڑھنے سے وہ آفت دور ہو جائے گی۔

۱۲۔ اگر کسی گھر میں اس قصیدے کا ورد ہر روز کیا جائے تو وہ گھر بلا سے محفوظ رہے گا۔

۱۳۔ مسافر اگر قصیدہ بردہ ہر روز ایک بار پڑھے تو وہ شدائد سفر سے مصئون و مامون رہے گا۔

۱۴۔ مقروض اگر اس قصیدے کو ہزار بار پڑھے تو قرض سے اسے نجات مل جائے گی۔

۱۵۔ اگر قیدی اس کا ورد کرے تو اسے رہائی نصیب ہوگی۔

۱۶۔ کھیتی میں برکت کی غرض سے بیج بوتے وقت بیجوں پر قصیدہ بردہ پڑھ کر دم کیا جائے۔

پورے قصیدے کے ورد کرنے سے متعلق مشتے نمونہ از خروارے کے بطور میں نے چند فوائد درج کیے ہیں۔

اسی طرح قصیدے کے مختلف اشعار کے خواص فرداً فرداً بھی بیان کیے گئے ہیں۔

اشعارِ بردہ کی روحانی اثر انگیزیوں کی بنا پر انہیں زبانی یاد کیا جاتا ہے، عوامی عمارتوں پر سنہری حروف میں نقش کیا جاتا ہے اور نہ صرف پوری نظم کی معجزانہ صفات پر یقین رکھا جاتا ہے بلکہ ہر شعر سے کوئی نہ کوئی تاثر وابستہ کیا جاتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ اس قصیدے کو صوفیاء میں بار ملا ہے۔

قصیدے کی مقبولیت

نعتیہ قصائد میں قصیدہ بردہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی شرحیں، تضمینیں اور تخمیریں سب سے زیادہ لکھی گئی ہیں۔ ان تمام شروح و متعلقات کی تفصیل کے لئے سفینہ چاہیے، اس مختصر مقدمے میں اس کی گنجائش نہیں ہے، ہم یہاں قصیدۂ بردہ کی جانب اُمت مسلمہ کے اس اعتنا کا ایک خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کریں گے، ہماری معلومات کی اساس ترکی عالم اور ماہر کتابیات علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ و کاتب چلپی کی شہرۂ آفاق کتاب کشف الظنون المجلد الثانی مطبوعہ استنبول ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء ہے، اس کے علاوہ دوسری کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ان شارحین کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ ابن ادریس مراکشی نے جن کا انتقال ۶۶۰ھ میں ہوا، خواص البردہ فی برء الداء کے نام سے قصیدۂ بردہ کی شرح لکھی۔

۲۔ ابو شامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل المقری متوفی ۶۶۵ھ

۳۔ علی بن جابر بن موسیٰ الیمنی الشافعی متوفی ۷۲۵ھ

۴۔ ابوالعباس احمد التلمسانی متوفی ۷۷۶ھ

۵۔ محمد بن عبدالرحمان المعروف بابن الصائغ متوفی ۷۷۶ھ

۶۔ محمد بن احمد بن مرزوق التلمسانی متوفی ۷۹۱ھ اس شرح کے نام اظہار صدق المودۃ، دیباجہ اور طیب الحبیب ہیں۔

۷۔ فخر الدین احمد بن محمد بن ابی بکر شیرازی نے اولاً حل و تشریح لغات کی، بعد ازاں ایک مبسوط شرح تحریر کی، اس شرح کا نام نزہۃ الطالبین و تحفۃ الراغبین ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ

۹۔ بدر الدین محمد بن بہادر زرکشی متوفی ۷۹۴ھ

۱۰۔ جلال الدین خجندی متوفی ۸۰۲ھ

۱۱۔ شرف الدین علی الیزدی متوفی ۸۲۸ھ

۱۲۔ جمال الدین عبداللہ بن یوسف المعروف بہ ابن ہشام نحوی متوفی ۸۶۱ھ

۱۳۔ جلال الدین محمد بن احمد المحلی الشافعی متوفی ۸۶۴ھ۔ اس شرح کا نام الانوار المضیہ فی مدح خیر البریہ ہے۔

۱۴۔ زین الدین خالد بن عبداللہ ازہری متوفی ۹۰۵ھ ان کی دو شرحیں ہیں۔

۱۵۔ ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ

۱۶۔ زکریا بن محمد احمد الانصاری القاہری متوفی ۹۲۶ھ۔ ان کی شرح کا نام البردۃ الرائقہ فی شرح البردۃ الفائقہ ہے۔

۱۷۔ محی الدین محمد بن مصطفیٰ شیخ زادہ متوفی ۹۵۱ھ۔ ان کی شرح کا نام راحۃ الارواح ہے۔

۱۸۔ بدر الدین محمد بن محمد الغزالی العامری متوفی ۹۸۴ھ

۱۹۔ نور الدین علی القادری متوفی ۱۰۴۱ھ

۲۰۔ علی بن محمد ہروی المعروف بملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، ان کی شرح کا نام الزبدۃ ہے۔

۲۱۔ حسن بن محمد بن حسن الحنفی۔

۲۲۔ محمد بن یوسف القدسی الشافعی متوفی ۱۰۲۸ھ۔

۲۳۔ عبدالواحد بن احمد الانصاری متوفی ۱۰۴۰ھ، ان کی شرح کا نام شفاء القلب الجریح ہے۔

۲۴۔ عبداللہ بن محمود معروف بکوچک محمود زادہ متوفی ۱۰۴۲ھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵۔ محمد بن ابی بکر الکردی الحنفی، ان کی شرح کا نام الدرۃ المضیۃ فی شرح الکواکب الدریۃ ہے۔

۲۶۔ محمد المصری، ان کی شرح کا نام جامع الکنوز ہے۔

۲۷۔ عبدالحق بن عبدالمفتاح، اس شرح کا نام الجوہرۃ الیتیمۃ الفردۃ ہے۔

۲۸۔ مولوی ارتضا علی گوپامئوی متوفی ۱۲۵۱ھ

۲۹۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد کی شرح کا نام لوامع انوار الکواکب ہے۔

۳۰۔ مولوی تراب علی متوفی ۱۲۱۳ھ

۳۱۔ ابراہیم بن محمد الاجوری متوفی ۱۲۷۶ھ، یہ دراصل حاشیہ ہے مگر شرح سے بھی زیادہ مبسوط ہے۔

۳۲۔ عمر بن احمد الخرپوتی متوفی ۱۲۹۹ھ کی شرح کا نام عصیدۃ الشہدۃ ہے۔

۳۳۔ مولوی نجف علی جھجری نے بردہ کی شرح تین زبانوں، عربی، فارسی اور اردو میں لکھی۔

۳۴۔ مولوی رضا حسن کاکوروی۔

۳۵۔ حسن العدوی متوفی ۱۳۰۳ھ، ان کی شرح کا نام النفحات الشاذلیہ ہے۔

۳۶۔ عثمان توفیق بے۔

۳۷۔ احمد فتحی پاشا متوفی ۱۳۳۲ھ

۳۸۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، اس شرح کا نام عطر الوردہ ہے۔

۳۹۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، اس شرح کا نام طیب الوردہ ہے۔

۴۰۔ محمد مکی آفندی، اس شرح کی زبان ترکی اور نام التوسل ہے۔

۴۱۔ مولوی فضل احمد عارف، ان کی شرح کا نام انوار بردہ اور زبان اردو ہے۔

قصیدہ بردہ کی ان شروح کی زبانیں عربی، فارسی، ترکی اور اردو ہیں، اس طور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تمام اسلامی زبانوں میں اس کی شروح کثیر تعداد میں موجود ہیں، ان کے علاوہ اس قصیدہ کی تخمیس، تسبیع، تشطیر اور تذئیل بھی تحریر کی گئی ہیں، ان کا اجمالی بیان درج ذیل ہے۔

الف۔ تخمیس

اصل قصیدہ/قطعہ یا غزل کے ہر شعر سے پہلے مصرعۂ اولیٰ کے ہم قافیہ وردیف تین مصرعوں کے اضافہ کو تخمیس کہتے ہیں، بردہ کی تخمیس جن لوگوں نے کی ہے ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:۔

۱۔ محمد بن عبدالرحمٰن المراکشی متوفی ۷۳۹ھ۔

۲۔ احمد بن محمد الصاحب الحموی متوفی ۷۸۵ھ۔

۳۔ اسماعیل بن ابراہیم الحنفی متوفی ۷۸۷ھ۔

۴۔ العطاری متوفی ۸۲۸ھ۔

۵۔ ابوسعید شعبان بن محمد المصری الشافعی متوفی ۸۲۸ھ۔

۶۔ ابوالمحاسن تقی الدین ابوبکر الحموی متوفی ۸۳۷ھ۔

۷۔ خلیفہ بن احمد البسطامی متوفی ۹۶۰ھ۔

۸۔ محمد بن احمد الرومی الانکشاری متوفی ۹۸۷ھ۔

۹۔ صدقۃ اللہ القاہری متوفی ۱۱۰۵ھ۔

۱۰۔ محمد بن عبدالصمد الفیومی۔

۱۱۔ شمس الدین محمد الفیومی۔

۱۲۔ جمال الدین حسن بن احمد الصوفی۔

۱۳۔ محمد بن منصور بن عبادہ۔

۱۴۔ علاؤالدین بن علی الجزری۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ محمد الدمیاطی الجفری۔

۱۶۔ قاضی عبدالرحیم بخاری جویباری۔

۱۷۔ احمد مصطفیٰ ترکی۔

ب۔ تسبیع

اصل قصیدہ/ قطعہ یا غزل کے ہر شعر سے پہلے مصرعۂ اولیٰ کے ہم قافیہ وردیف پانچ مصرعوں کے اضافے کو تسبیع کہتے ہیں۔ جن لوگوں نے قصیدہ بردہ کی تسبیع لکھی ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عمر القاضی البیضاوی متوفی ۶۹۶ھ۔

۲۔ محمد بن عبداللہ المکی المالکی۔

۳۔ جمال الدین محمد بن الوفا۔

۴۔ محمد الملاطی۔

۵۔ احمد بن محمد الرفاعی متوفی ۱۲۸۰ھ۔

ج۔ تشطیر

ہر شعر کے درمیان میں دو مصرعوں کا اضافہ تشطیر کہلاتا ہے۔ یہ دونوں مصرعے اصل شعر کے پہلے مصرعے کے بعد اور دوسرے مصرعے سے پہلے بڑھائے جاتے ہیں، بردہ کے تشطیر نویسوں میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عبدالرحیم بن عبدالرحمان سیوطی، ان کی تشطیر کا نام برء السقیم ہے۔

۲۔ شیخ قاضی کی تشطیر الدرۃ الزہراء کے نام سے موسوم ہے۔

۳۔ احمد الحفظی کی تشطیر کا نام تصدیر البردہ ہے۔

۴۔ ابوالہدیٰ حسن الرفاعی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ احمد الشرقاوی متوفی ۱۳۱۶ھ۔

۶۔ عبدالقادر بن سعید الحنفی المصری۔

۷۔ سالم ابوالنجم القاہری۔

د۔ تذئیل

ذیل دامن کو کہتے ہیں، کسی قصیدے کے ہر شعر کے نیچے چند مصرعوں کے اضافے کو تذئیل کہتے ہیں۔ بوصیری کے قصیدے کی تذئیل لکھنے والوں میں مفرج الشدۃ کے مصنف عمر اور احمد بن عبداللہ الجزائری کے نام مشہور ہیں۔

اس کے علاوہ دور جدید کے مشہور مصری شاعر احمد شوقی (متوفی ۱۹۳۲ء) نے قصیدہ بردہ کے ہی وزن قافیے اور زمین میں اپنا مشہور نعتیہ قصیدہ ''نہج البردہ'' لکھا ہے۔

قصیدہ بردہ کی شرحوں اور تضمینوں کے علاوہ اس کے متعدد تراجم بھی کئے گئے جو دنیا کی متعدد مشہور زبانوں میں ہیں، ان میں سے اکثر شائع بھی ہو چکے ہیں، ذیل میں ایسے بعض تراجم کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

۱۔ لاطینی

۱۷۶۱ء میں لائیڈن سے بردہ کا متن لاطینی ترجمہ کے ساتھ چھپا۔

۲۔ جرمن

پہلا جرمن ترجمہ ویانا سے ۱۸۲۴ء میں، دوسرا ۱۸۴۷ء میں اور تیسرا ویانا ہی سے ۱۸۶۰ء میں شائع ہوا۔

۳۔ فرانسیسی

۱۸۷۲ء میں یروشلم سے، ۱۸۹۴ء میں پیرس سے اور اسی دوران میں ایک اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ فرانسیسی زبان میں طبع ہوا۔

۴۔انگریزی

بمبئی سے ۱۸۹۳ء میں شیخ فیض اللہ بھائی لقمان جی نے اور کلاؤسٹن نے بردہ کے انگریزی تراجم کئے۔

۵۔پشتو

پشتو میں بردہ کے تین منظوم ترجمے ہوئے ہیں، ایک جناب عبدالقادر خٹک، دوسرا ملا شرف الدین اور تیسرا ملا محب الدین کا۔ یہ تیسرا ترجمہ مخمس ہے، یہ تینوں ترجمے پشاور سے شائع ہو چکے ہیں۔

۶۔فارسی

قصیدہ بردہ کے فارسی ترجموں کی تعداد کثیر ہے، لطف اللہ مہندس کا ترجمۂ فارسی نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہو چکا ہے، اس کے علاوہ خان بہادر محمد حسین خان اور مولانا عزیز الدین بہاولپوری نے بھی قصیدہ کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ۱۸۶۰ء میں جرمن اور ترکی ترجمہ کے ساتھ فارسی ترجمہ بھی ویانا میں طبع ہوا۔

۷۔ترکی

ترکی تراجم بکثرت ہیں جن میں سے ایک ترجمہ ۱۸۶۰ء میں ترکی سے اور اسی سال جرمن و فارسی ترجمہ کے ساتھ ویانا سے ایک دوسرا ترجمہ شائع ہوا، تاتاری زبان میں بردہ کا ترجمہ ۱۳۰۰ء میں دوسری بار چھپا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔اُردو

اردو میں بردہ کے تراجم میں خان بہادر محمد حسین خان اور مولانا عزیز الدین بہاولپوری کے ترجموں کے علاوہ مطبع مجیدی کانپور، تاج کمپنی لاہور اور اصح المطابع کراچی کے ترجمے شامل ہیں، جناب عبداللہ ہلال صدیقی نے حال ہی میں کراچی سے اردو منظوم ترجمہ شائع کیا ہے۔

ان ترجموں کے علاوہ قریب قریب ہر اُس زبان میں جسے مسلمان قومیں بولتی، لکھتی اور پڑھتی ہیں بردہ کے تراجم موجود ہیں، مثلاً مولانا عزیز الدین بہاولپوری نے سرائیکی میں اس کا ترجمہ شائع کیا، اسی طرح لاہور سے بردہ کا پنجابی منظوم ترجمہ بھی شائع ہوا، جاوا (انڈونیشیا) کی جاوی زبان میں بردہ کی شرح اور جاوی ترجمہ ۱۳۱۳ھ میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مآخذ ومصادر

اس تمام بحث کو مندرجہ ذیل کتابوں کی مدد سے ترتیب دیا گیا ہے:۔

۱۔ محمد بن شاکر کتبی، فوات الوفیات جلد دوم، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۴ء۔

۲۔ ابن العماد حنبلی، شذرات الذہب، مطبوعہ مصر۔

۳۔ شیخ الاسلام جلال الدین سیوطی، حسن المحاضرہ فی مصر والقاہرہ، مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ۔

۴۔ حاجی خلیفہ کاتب چلپی، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، جلد دوم، مطبوعہ استنبول ۱۹۴۳ء۔

۵۔ تقی الدین المقریزی، المواعظ و الاعتبار فی ذکر الخطط والآثار، مطبوعہ بولاق ۱۲۷۰ھ۔

۶۔ فرید وجدی، دائرۃ معارف القرن العشرین، مطبوعہ مصر ۱۳۴۳ھ۔

۷۔ مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ، ۱۹۱۴ء۔

۸۔ ابراہیم الباجوری، حاشیۃ البردہ، مطبوعہ مصر ۱۹۵۱ء۔

۹۔ خالد بن عبداللہ ازہری، شرح البردہ، مطبوعہ مصر ۱۹۵۱ء۔

۱۰۔ آر۔اے۔ نکلسن، لٹریری ہسٹری آف دی عربس، مطبوعہ کیمبرج ۱۹۵۳ء۔

۱۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد اول، مطبوعہ لائیڈن ۱۹۶۰ء۔

1206

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ادارہ قرطاس کے زیر اہتمام

پروفیسر علی محسن صدیقی کی اہم مطبوعات

المعارف

تالیف: ابن قتیبہ الدینوری

موضوع: تاریخ

قیمت: ۵۰۰/-

تاریخ اسماعلیہ

تالیف: علاء الدین عطاملک الجوینی

موضوع: تاریخ

قیمت: مجلد ۱۲۰/- غیر مجلد ۹۰/-

عہد اموی میں سیاسی و مذہبی احزاب

تالیف: جولیس ولہاوزن

موضوع: تاریخ

قیمت: مجلد ۱۲۰/- غیر مجلد ۱۰۰/-

الصدیق

صفحات: ۲۹۸

موضوع: تاریخ

قیمت: مجلد ۳۲۰/- غیر مجلد ۳۰۰/-

کتاب الملل و النحل

تالیف: عبدالکریم امام شہرستانی

موضوع: تاریخ

قیمت: ۲۸۰/-

مقالات تاریخی

صفحات: ۳۳۲

موضوع: تاریخ

قیمت: مجلد ۲۸۰/- غیر مجلد ۲۵۰/-

مضامین تاریخی

صفحات: ۳۲۲

موضوع: تاریخ

قیمت: ۲۰۰/-

الفرق بین الفرق

تالیف: عبدالقاہر بغدادی

موضوع: اسلامی فرقوں کی تاریخ

قیمت: ۳۸۰/-

عقائد مسلمین و مشرکین تصنیف: امام رازی

ناشر: فضلی سنز، کراچی

عہد فاروقی کے باکمال

ناشر: زوار اکیڈمی، کراچی

قصیدہ بانت سعاد تصنیف: امام بوصیری

ISBN:
978-969-8448-87-5